وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ○ (الاحزاب:58)

اُذْكُرُوْا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ وَكُفُّوْا عَنْ مَسَاوِيْهِمْ ۔ (ابوداؤد رقم 4900؛ ترمذی رقم 1019)

الموسوعۃ (انسائیکلوپیڈیا) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ (6)

امام الائمہ، سراج الامۃ، تابعی جلیل، امام المحدثین والفقہاء

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

فقہ اکبر اور وصایا

تالیف

حضرت مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی حفظہ اللہ

فاضل جامعہ اشرفیہ، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب	حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: فقہ اکبر اور وصایا
مصنف	مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی حفظہ اللہ
صفحات	224
طبع اول	ربیع الثانی 1446ھ/ اکتوبر 2024ء
باہتمام	اعجاز احمد اشرفی حفظہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت، امامِ اہل سنت، مُحیِ السُّنَّۃِ

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا

محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۱۴۳۰ھ)

کے نام

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ان کے بلندیٔ درجات کا باعث بنائے۔ آمین!

اعجاز احمد اشرفی

سلسلۂ تَعْلِیْمُ السُّنَّۃِ

نمبر	حصہ	عنوان
1	ایمان وعقائد:	توحید وعقائد اہل السنت والجماعت
2	عبادات (1):	طہارت کے احکام
3	عبادات (2):	مسنون طریقۂ نماز
4	عبادات (3):	جنازہ کے احکام
5	عبادات (4):	زکوۃ کے احکام
6	عبادات (5):	روزہ کے احکام
7	عبادات (6):	حج کے احکام
8	معاشرت (1):	نکاح کے احکام
9	معاشرت (2):	طلاق کے احکام
10	معاشرت (3):	وراثت کے احکام
11	معاملات (1):	اسلامی تجارت کے احکام
12	معاملات (2):	حکمرانی اور عدلیہ کے احکام
13	معاملات (3):	جہاد کے احکام
14	حقوق (1):	حقوق رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
15	حقوق (2):	حقوق العباد
16	حقوق وآداب (1):	آداب معاشرت
17	حقوق وآداب (2):	کھانے پینے کے احکام وآداب
18	حقوق وآداب (3):	لباس کے احکام وآداب
19	تصوف وسلوک (1):	تزکیہ واحسان
20	تصوف وسلوک (2):	تہذیب اخلاق وتزکیۂ نفس
21	تصوف وسلوک (3):	تصوف
22	تصوف وسلوک (4):	روحِ تصوف
23	تصوف وسلوک (5):	وحدت الوجود اور وحدت الشہود
24	تصوف وسلوک (6):	مسئلۂ وحدت الوجود
25	تصوف وسلوک (7):	تصوف پر اشکالات کے جوابات
26	تصوف وسلوک (8):	اصطلاحاتِ تصوف
27	تصوف وسلوک (9):	شطحیاتِ صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم
28	تصوف وسلوک (10):	مقبول مسنون دعائیں
29	تصوف وسلوک (11):	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصیحتیں اور وصیتیں

فہرست

پیشِ لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ○ أَمَّا بَعْدُ! فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّإِثْمًا مُّبِيْنًا ○ (الاحزاب:58)۔اذْكُرُوا مَحَاسِنَ مَوْتَاكُمْ، وَكُفُّوا عَنْ مَسَاوِيْهِمْ۔ (ابوداؤد رقم 4900؛ ترمذی رقم 1019) صدق اللہ العظیم

امیر المؤمنین فی الحدیث امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۶۱ھ) کا ارشاد ہے:

قَالَ الثَّوْرِيُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ: ”عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ“۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج2 ص1113 رقم 2195)

ترجمہ صالحین کے تذکرہ سے (اللہ تعالیٰ کی) رحمت نازل ہوتی ہے۔

یہ کتاب بھی ایسی ہی ایک شخصیت کا تذکرہ ہے، جس کے متعلق علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَقِيْهِ الْعَصْرِ وَعَالِمِ الْوَقْتِ، أَبِيْ حَنِيْفَةَ، ذِي الرُّتْبَةِ الشَّرِيْفَةِ، وَالنَّفْسِ الْعَفِيْفَةِ، وَالدَّرَجَةِ الْمُنِيْفَةِ: النُّعْمَانِ بْنِ ثَابِتِ بْنِ زُوْطَى، مُفْتِيْ أَهْلِ الْكُوْفَةِ، وَلِلّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَأَرْضَاهُ، وَأَنْفَذَ مَا أَوْضَحَهُ مِنَ الدِّيْنِ الْحَنِيْفِيِّ وَأَمْضَاهُ۔ (مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه ص13)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امت کی ان عظیم اور عبقری شخصیات میں سے ہیں، جن کی زندگی اور خدمات کا ایک روشن باب ہے، انہوں نے تدوینِ فقہِ اسلامی کی صورت میں قانونِ اسلامی کا وہ عظیم تحفہ امت کو دیا ہے، جس کی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی

ہے، اس فقید المثال خدمت کی بنا پر امت قیامت تک امام اعظم ؒ کے احسانِ عظیم سے گراں بار رہے گی۔

احادیث میں امام صاحب ؒ کی مہارتِ تامہ، فقہ کی دقیقہ سنجی، سیاسی بصیرت، غیر معمولی حافظہ اور ذکاوت وذہانت، کامیاب اصولِ تجارت پر مشتمل آپ ؒ کی معاشی سرگرمیاں، زہد وتقویٰ اور تصوف وطریقت میں آپ ؒ کی نرالی شان، ان جیسی عظیم الشان اور غیر معمولی اہمیت کی حامل صفات سے آپ ؒ متصف تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امت کے اخیار وابرار، محدثین عظام اور ائمہ جرح وتعدیل نے آپ ؒ کی عبقریت اور تقویٰ وطہارت سے لبریز آپ ؒ کی پاکیزہ زندگی کی شہادت دی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی زبانِ حق کی ترجمان اور جن کا صیقلِ قلم بے داغ اور بے غبار ہوا کرتا تھا، جن کے الفاظ نپے تلے اور عدل وانصاف کی ترازو میں تولے ہوئے ہوتے تھے۔

امام صاحب ؒ فقہِ اسلامی کے مہرِ تاباں ہیں، آپ ؒ اس مقدس آسمان کے بدر وہلال اور شمس وقمر ہیں، جن کی روشنی اور تابانی سے آج تک امت کا سوادِ اعظم روشنی حاصل کررہا ہے، علمِ حدیث میں آپ ؒ کی فنکارانہ مہارت کا حال یہ ہے کہ آپ ؒ محدثین کے سرخیل وقدوہ شمار ہوتے ہیں، آپ ؒ نے علمِ حدیث میں مختصر ہی سہی، لیکن وہ عظیم کارنامہ انجام دیا ہے کہ آج بھی محدثین آپ ؒ کے نقشِ قدم کی پیروی کرتے ہیں، اور آپ ؒ کے ضیاء گستر اصولوں سے رہبری ورہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ بلاشبہ آپ ؒ امام اعظم کے لقب کے مستحق تھے، اور امت نے آپ ؒ کو اس اعزاز سے نوازا، اور یہ لقب آپ ؒ کے نام کا اس طرح جز بن گیا کہ جب بھی امام اعظم بولا جاتا ہے تو علم وتحقیق کی دریا کا ہر شناور آپ ؒ کو ہی مراد لیتا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ ؒ جن کو دنیا امام اعظم کے عظیم لقب سے یاد کرتی ہے۔ آپ ؒ کی شخصیت بڑی جامع الکمالات ہے۔ آپ ؒ جیسے ایک بلند پایہ مجتہد، عظیم

فقیہ، بلند مرتبت مفسر، بے مثل اصولی و متکلّم، صوفی باصفا، ولی اللہ، عابد، متقی، پرہیزگار، مجاہد فی سبیل اللہ، عظیم مدبر اور زیرک سیاستدان تھے، ایسے ہی آپ ؒ ایک جلیل القدر محدث اور پختہ کار حافظ الحدیث بھی تھے۔

اثر 1:۔حدثنا العباس بن عزيز القطان، قال: حدثنا محمد بن يحيى المروزى، قال: أخبرنى أبي، عن عبدويه، قال: سمعت أبا حنيفة، يقول: "من تعلم العلم للدنيا حرم بركته، ولم يرسخ فى قلبه، ولم ينتفع به كبير أحد، ومن تعلم للدين بورك له فى علمه، ورسخ فى قلبه، وانتفع المقتبسون منه بعلمه۔

(كشف الآثار للحارثى، 2937؛ الموسوعة الحديثية لمرويات الامام أبي حنيفة، ج 4 ص 307 رقم 558، ص 308، 309 رقم 560۔ جمعه واعده وعلق عليه: العلامه المحقق الشيخ لطيف الرحمن البهرائجى القاسمى)

ترجمہ: حضرت امام ابوحنیفہ ؒ فرماتے ہیں: "جس نے (دین کا) علم دنیا کے لیے حاصل کیا، وہ اُس کی برکت سے محروم ہوگا، اور وہ علم اس کے دل میں راسخ نہیں ہوگا، اس سے کسی کو کوئی بڑا فائدہ بھی نہیں ہوگا۔ اور جس نے علم دین کے لیے حاصل کیا، اس کے علم میں برکت ہوگی، وہ علم اس کے دل میں بھی راسخ ہوگا، اور اُس سے اُس علم کو حاصل کرنے والے نفع اُٹھائیں گے"۔

حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کے دل میں خیر خواہی کا بہت بڑا جذبہ موجود تھا۔ آپ ؒ نے اپنے شاگردوں اور خیر خواہوں کو بڑی عمدہ وصیتیں اور نصیحتیں بھی کی ہیں۔ ان وصایا کا تجزیاتی مطالعہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے کیف وکم ہر دو اعتبار سے بڑے قیمتی اور نفع بخش ہیں، ان میں غور کرنے سے نہ صرف امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کی علوم وفنون میں مہارت، معاشرتی آداب سے واقفیت، اخلاقی کمالات میں ماہرانہ نگاہ اور نفسیاتی رموز سے آگاہی کا پتہ چلتا ہے بلکہ خود امام اعظم ؒ کی سیرت واخلاق پر بھرپور روشنی پڑتی ہے، جو اُمور ان وصایا کے عناصر ترکیبی بن کر اُبھرتے ہیں، امام

اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ میں ان کا عکس بہ خوبی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ شریعت پر عمل، سنتِ نبوی پر مواظبت، صوفیاء اور صلحاء کے نقشِ قدم کی پیروی، حیاتِ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم استعارہ بن کر سامنے آتے ہیں۔ استقامت علی الدین، استحکامِ عزائم، علوم وفنون میں کمال، سماجی وخانگی نظام کی درستی کا جذبۂ صادق ان وصایا میں جگہ جگہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ تعلیمِ اخلاق، تدریسِ علوم، تشکیلِ فنون، اقدارِ انسانی کا تحفظ، حقوق کی پاسداری، دینی اور دنیوی سرفرازیوں کے حصول کے لیے یہ وصایا ایک کلید ثابت ہوسکتے ہیں۔ ان میں دنیا جہان کی تمام تر عزتوں اور کامیابیوں کا راز پوشیدہ ہے۔ ضرورت ہے کہ ہر استاذ، ہر باپ، ہر سرپرست، ہر شاگرد، ہر بیٹا اور ہر وضع دار شخص انھیں پڑھے اور ان کے اسرار ورموز سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد ان کو اپنی زندگی میں سمیٹنے کی کوشش کرے، ان شاء اللہ عزوجل ضرور ان کے اثرات ونتائج ایک ناقابلِ انکار مشاہدہ بن جائیں گے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے جو وصایا قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہیں، ان اصل متن کو علامہ ابن نجیم حنفی زین الدین بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ (متوفی: 970ھ) نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''الاشباہ والنظائر'' میں درج کیا ہے۔ علامہ شیخ زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تالیف ''حسن التقاضی فی سیرۃ امام ابو یوسف القاضی رحمۃ اللہ علیہ'' میں بھی ان وصایا کو درج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''اس وصیت کی نص بعینہٖ موفق مکی رحمۃ اللہ علیہ کی ''مناقب ابی حنیفۃ'' (ج2، ص:122) میں صاحب الفتاویٰ بزازیہ کی مناقب میں اور ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ کی ''الاشباہ والنظائر'' وغیرہ میں منقول ہے''۔

امام محمد ابوزہرہ مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی گراں قدر تحقیقی تصنیف ''ابو حنیفۃ: حیاتہ وعصرہ آراء وفقھہ'' (مطبوعہ دارالفکر العربی، القاہرہ، 1978ء) میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد حضرت یوسف بن خالد سمتی رحمۃ اللہ علیہ کے نام پیش کی گئی وصایا کی تلخیص درج کی ہے، اس کتاب کا ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری رحمۃ اللہ علیہ نے ''حیاتِ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ'' کے نام سے کیا ہے۔

رئیس احمد جعفری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''سیرت ائمہ اربعہ'' (مطبوعہ فرید بک ڈپو، نئی دہلی) کے صفحہ 79 پر ''قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ہدایت نامہ'' کے عنوان سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے چند وصایا کو درج کیا ہے جو ''الاشباہ والنظائر'' سے ماخوذ ہیں۔ اس کے بعد بہ ظاہر ایک چھوٹی سی، مگر انتہائی معنی خیز وصیت بھی شاملِ کتاب کی ہے، جو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد عبدالعزیز بن رواد رحمۃ اللہ علیہ کے نام ہے۔ یہ وصیت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اس وقت کی تھی جب خلیفۂ وقت نے مذکورہ شاگرد کو دربار میں طلب کیا تھا۔

رضا اکیڈمی ممبئی سے شائع شدہ (2008ء) ایک اور کتاب ''امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ'' جس کے مصنف حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری ہیں، یہ اپنے موضوع پر انتہائی جامع اور قابلِ مطالعہ کتاب ہے، شاہ صاحب نے بھی ''وصایا اور نصیحتیں'' کے نام سے اس کتاب کا پانچواں باب مختص کیا ہے، جس میں قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نام اور امام یوسف بن خالد سمتی رحمۃ اللہ علیہ کے نام امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصایا شامل ہیں۔

(امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ: ص138-150)

اس کتاب میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب: فقہ اکبر اور اُن کی وصیتوں کو پیش کیا گیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شخصیت کے مختلف جہتوں کو نمایاں کرنے کے لیے ان کتب کا سلسلہ مرتب کیا گیا ہے۔ الحمد للہ! یہ کتاب بارہ (12) جلدوں میں مرتب کی گئی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (1): حیات وخدمات
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (2): شرفِ تابعیت اور وحدانی روایات
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (3): حدیث میں مقام ومرتبہ
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (4): مرویاتِ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (5): فقہ میں مقام ومرتبہ
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (6): فقہ اکبر اور وصایا
امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (7): فضائل ومناقب

اس کتاب ''امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (6): فقۂ اکبر اور وصایا'' میں ایک مقدمہ اور گیارہ (11) ابواب ہیں:

مشنو سخنِ دشمنِ بد گوئے خدا را
با حافظِ مسکینِ خود اے دوست! وفا کن

ترجمہ خدا کے لئے، بدگو دشمن کی بات نہ سن۔ اے دوست! اپنے مسکین، حافظ کے ساتھ وفا کر۔

افسانۂ یارانِ کہن خواندم و رفتم
در یاب کہ لعل و گہر افشاندم و رفتم

ترجمہ میں نے قدیم دوستوں کی داستان بیان کر کے جا رہا ہوں۔ تم موتیوں کی تلاش کرتے رہو، کہ میں نے لعل اور گہر بکھیر دیئے ہیں اور میں جا رہا ہوں۔

اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم اور لطف و عنایت سے اس خدمت کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ اور باقی حصوں کی تکمیل کی خاص توفیق عطا فرمائے۔ اخلاص، قبولیت اور استقامت سے نوازے۔ مجھے، میرے والدین، بہن بھائیوں، گھر والوں، اساتذۂ کرام اور احباب و متعلقین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین، ثم آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (البقرۃ: 127)

ترجمہ اے ہمارے ربّ! ہم سے یہ خدمت قبول فرما لے، تو سب کی سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

اعجاز احمد اشرفی عفی عنہ

پیر، 25/ربیع الاوّل 1446ھ 30/ستمبر 2024ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مناجات

مناجاتِ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

(رواها ابو الحسن علی بن احمد الفارسی الفقیه)

قال الامام ابو حنیفة:

1 الٰهی: ان كان صغیرا فی جنب طاعتك عملی، فقد كبر فی جنب رجائك أملی۔

2 الٰهی! كیف انقلب بالخیبة محروما وظنی بجودك ان تقلبنی مرحوما۔

3 الٰهی! ان عزب رأئی عن تقویم ما یصلحنی فما عزب یقینی عنی فیما ینفعنی

4 الٰهی! اعززت نفسی بایمانك فكیف تذلها بین اطباق نیرانك۔

5 الٰهی! إذا تلونا من كتابك شدید العقاب اشفقنا، وإذا تلونا منه الغفور الرحیم فرحنا، فنحن بین أمرین، لا یؤمننا الكتاب سخطنا، ولا یؤیسنا من رحمتك إن قصر سعینا عن استحقاق نظرك فافض علینا رحمتك۔ إنك لم تزل بی بارا أیام حیاتی فلا تقطع برك عنی أیام وفاتی۔ إن غفرت بفضلك وإن غذبت فبعدلك۔

6 یا من لا یرجی إلا فضله، ولا یخشی إلا عدله، ومن شواهد نعماء الكریم استتمام نعمائه، ومن محاسن الجواد استكمال آلائه.

7 الٰهی! إن أخطأت طریق النظر لنفسی بما فیه كرامتها فقد تبینت طریق الفزع بما فیه سلامتها.

8 الٰهی! ان كنت غیر مستاهل لما لنا أرجو من رحمتك فأنت أهل أن تجود علی المذنبین بفضلك۔

9 الٰهی! أمرت بالمعروف وأنت أولٰی به من المامورین. وأمرت بصلة السوال وأنت خیر المسؤلین.

10 الٰهی! سترت علی فی الدنیا ذنوباً انا الی سترها یوم القیامة أحوج. فلا تفضحنی بها علی رؤس الاشهاد۔

11 إلٰهی! لا تردنی عن حاجة افننیت عمری فی طلبها منك۔

12 اللّٰهم! هب لی توبة نصوحا تذیقنی من حلاوتها وتوصل إلی قلبی برد رافتها حتی أكون فی الدنیا غریباً، ولك عبدا محیبا فاصبح فی الدنیا بقلب حزین وعین سخینة وطول بكاء وكثرة دعا.

13 اللّٰهم! من أنزل حاجته باحد من الناس أو طلبها إلیه أو وثق فیها بغیرك، فإنی لا أنزل حاجتی إلا بك ولا أطلبها إلا إلیك.

14 فاقض یارب! حاجتی فأنت منتهی الحوائج واجعلنی برحمتك مع الابرار واعتقنی من النار۔ واغفر لی عكوفی علی الذنب بالعشی والإبكار۔

(مناقب ج ۲ ص ۹۶ للموفق المکی)

ترجمہ

1 اے اللہ! اگرچہ میرے اعمال تیری اطاعت کے مقابلہ میں کوئی حیثیت نہیں رکھتے لیکن میری آرزوئیں تیری رحمت کے مقابلہ بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

2 اے اللہ! میں خائب و خاسر ہو کر تیرے دروازے سے کیسے محروم ہو سکتا ہوں!! مجھے یقین ہے کہ میں تیرے جود و کرم سے محروم نہیں ہوں گا۔

3 اے اللہ! اگر میرا خیال اس بات میں پوشیدہ ہے کہ کون سا امر میرے لئے مفید ہے، تو

میری اصلاح فرما،لیکن میرے یقین اور ایمان سے پوشیدہ نہیں کہ کوئی امر ایسا ہوگا جو مجھے نفع پہنچائے گا۔

4 اے اللہ! تو نے مجھے ایمان کی دولت سے مالا مال کیا ہے،تو مجھے کو دوزخ کی آگ میں داخل کر کے ذلیل نہ کرنا۔

5 اے اللہ! جب ہم تیرے کلام میں تیرے سخت عذاب کی خبریں پڑھتے ہیں،اور پھر تجھے اس کتاب میں غفور الرحیم دیکھتے ہیں،تو ہمیں امید ہو جاتی ہے کہ تو ہم پر رحم فرمائے گا اور عذاب سے نجات دے گا۔اگرچہ ہماری کوششیں،ہماری آرزوئیں تیری رحمت سے بہت کم ہیں،لیکن تو اپنے کرم اور اپنی رحمت کو ہم پر نازل فرما۔بے شک تو زندگی بھر مجھ پر رحم فرماتا رہا ہے،اب میرے مرنے کے بعد بھی اپنی رحمتوں اور احسانات کے دروازے کھلے رکھنا۔

6 اے اللہ! اگر تو بخش دے،تو تیرا فضل ہوگا،اور اگر تو پکڑ کرے تو یہ تیرا انصاف ہوگا۔ تیری پکڑ سے ہمیں بہت ڈر لگتا ہے،مگر تیرے فضل سے ہماری امیدیں ہری ہو جاتی ہیں۔تیرے انعامات شاہد ہیں کہ تیرا فضل و کرم زیادہ ہے۔

7 اے اللہ! میں جس تیری رحمت کی امید رکھتا ہوں،اگرچہ میں تو اس کا اہل نہیں ہوں،تو تو اپنے فضل سے مجھ پر کرم فرما،اور میرے گناہوں سے درگذر فرما۔

8 اے اللہ! تو نے ہمیشہ نیکی کا حکم دیا ہے ماموین میں تو ہی حق رکھتا ہے،اگرچہ تو نے ہمیں التجائیں کرنے کی اجازت دی ہے،مگر تو التجا سے بڑھ کر ہم پر فضل کرتا ہے۔

9 اے اللہ! تو نے دنیا میں میرے عیوب چھپائے ہیں آخرت میں مجھے اس کی زیادہ ضرورت ہے کہ تو اسے پوشیدہ رکھے۔مجھے بر سرِ میدانِ حشر رسوا نہ ہونے دینا۔

10 اے اللہ! جس طلب میں میں نے اپنی زندگی گزاری ہے اس پر مجھے رسوا نہ فرمانا۔

11 اے اللہ! مجھے خالص توبہ کی توفیق عطا فرما۔اس توبہ کی حلاوت مجھے چکھا، بلکہ اپنی رحمت کی ٹھنڈک میرے دل میں پہنچا دے۔

12 اے اللہ! میں دنیا میں تیرا ہی مجیب ہوں، تیرا ہی عبدِ ضعیف ہوں ،میرا دل قلبِ

حزین ہے،میری جان ناتواں ہے۔میں نے ساری زندگی گریہ و دُعا میں بسر کی ہے۔

13 اے اللہ! جو کسی کے پاس حاجت ہوتی ہے،وہ اس کی طلب کرتا ہے۔تیری ذات سے کئی بھروسے ہوتے ہیں۔مجھے تو تیری ذات کا ہی بھروسہ ہے۔میں اپنی حاجتیں آپ کے پاس ہی پیش کرتا ہوں،اور صرف تجھ سے ہی اپنی حاجات کا طالب ہوں۔

14 اے اللہ! میری حاجت پوری فرما۔تو ہی حاجات کا پورا کرنے والا ہے۔ مجھے اپنی رحمت سے بخش دے،اور دوزخ سے آزاد فرما۔ مجھے صبح و شام کے گناہوں سے محفوظ رکھ،اور میری غلطیوں کو معاف فرما دے۔آمین!

مقدمہ

1 علمائے دیوبند کے عقائد کی وضاحت

علمائے دیوبند الحمد للہ پکے اہل السنت والجماعت ہیں اور مسائلِ اجتہادیہ میں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات کو بہتر سمجھتے ہوئے ان کی پیروی کرتے ہیں اور قرآن وسنت کے خلاف کسی کی بات کو تسلیم نہیں کرتے۔ عقائد ہوں یا عبادات، معاملات ہوں یا سیاسیات، معاشرتی مسائل ہوں یا اخلاقیات، تزکیہ ہو یا تصوف......المختصر دین ودنیا کا کوئی بھی مسئلہ بڑا یا چھوٹا اور دین کے کسی بھی شعبہ سے تعلق رکھتا ہو، علمائے دیوبند کا یہ خاص وصف ہے کہ وہ کسی حال میں قرآن وسنت کے خلاف کسی کی بات کو تسلیم نہیں کرتے۔ جان تو دے سکتے ہیں مگر کسی کو قرآن وسنت کے خلاف کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ تاریخ گواہ ہے کہ علمائے دیوبند نے قرآن وسنت کی بالادستی کے لیے کتنی قربانیاں دی ہیں۔ علمائے دیوبند کے عقائد اور مسلکی رُخ کی وضاحت کے لیے ہم تجویز کرتے ہیں کہ درج ذیل کتب کا مطالعہ کیا جائے:

1. مسلک علمائے دیوبند قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ
2. علماء دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ
3. المہند علی المفند مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ
4. خلاصہ المہند مفتی عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ

2 چند اصولی باتیں

1. ہمارے عقائد کا اصل ماخذ قرآن وسنت ہیں۔ قرآن وسنت کے خلاف کسی عقیدے کو

علمائے دیوبند نہیں مانتے۔

2. قرآن وسنت کا جو مفہوم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین اور سلف صالحین رحمہم اللہ نے سمجھا ہے وہی صحیح اور درست ہے۔ اس کے خلاف اگر کوئی شخص کوئی اور مطلب بیان کرے تو ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے۔
3. ہمارے وہی عقائد ہیں جو علمائے حق اہل السنت والجماعت کے عقائد ہیں اگر کوئی ہماری طرف ایسے عقیدے کی نسبت کرے جو اہل السنت والجماعت سے ثابت نہیں تو وہ مردود ہے، ہمارا عقیدہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔
4. غیر منصوص مسائل میں عامی کے لیے اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا ضروری ہے۔ ویسے عقائد میں تقلید ضروری نہیں۔ کیونکہ تقریباً تمام بنیادی عقائد جو ہیں وہ منصوص ہیں اور منصوص عقائد ومسائل میں تقلید ضروری نہیں ہوتی۔
5. جب بھی دنیا میں باطل فرقوں نے عقائد کے حوالہ سے فساد برپا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اہل حق میں بھی ایسے افراد کو پیدا کیا جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے قرآن وسنت سے ثابت شدہ صحیح عقائد کی حفاظت فرمائی۔ انہوں نے باطل فرقوں کے تمام شکوک وشبہات کے جواب دیئے، خالص قرآن وسنت والے عقائد کی اشاعت فرمائی اور اپنے اپنے دور میں علمائے حق اہل السنت والجماعت نے عقائد کے حوالہ سے کافی کام کیا۔

3 امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوالمنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات

تاہم تیسری اور چوتھی صدی ہجری عقائد کے حوالے سے کافی اہم ہیں۔ اس دور میں کچھ نئے فرقے پیدا ہوگئے تھے اور جو پہلے سے موجود تھے انہوں نے بھی پھر سے سر اٹھایا اور دنیا میں ایک طوفان برپا کردیا۔ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے دو شخصیتیں پیدا فرمائیں جنہوں نے ان باطل فرقوں کی سرکوبی فرمائی۔

1 امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ

ان میں سے پہلی شخصیت امام ابوالحسن الاشعری الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفیٰ 324ھ) کی ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ مشہور صحابی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانہ میں تمام باطل فرقوں سے مقابلہ فرمایا، اور اہل السنت والجماعت کے عقائد کی تصحیح وتوضیح فرمائی۔ بہت سی کتابیں عقائدِ اہل السنت کی تفہیم وتشریح میں لکھیں اور تمام اعتراضات کے جوابات دیئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے اس خاص کارنامے کی وجہ سے امتِ محمدیہ نے آپ ظ کو علمِ عقائد کا امام تسلیم کیا جن لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح وتنقیح اور تحقیق وتفہیم سے اتفاق کیا، وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کی وجہ سے اشعری کہلائے۔

2 امام ابوالمنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ

دوسری شخصیت امام ابوالمنصور محمد بن محمود السمر قندی الماتریدی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 333ھ) کی ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ تین واسطوں سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد امام ابوبکر احمد بن اسحاق جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ تھے، وہ امام ابوسلیمان بن موسیٰ بن سلیمان جوزجانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 200ھ) کے تلمیذ تھے، وہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ، امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ تینوں کے شاگرد تھے، اور یہ تینوں حضرات امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔اس طرح امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کو تین واسطوں سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔
آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام ابوالحسن الاشعری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح خاص عقائد پر توجہ فرمائی، اور اہل السنت والجماعت کے عقائد جو خالص قرآن وسنت سے ماخوذ تھے؛ جنہیں عقائدِ اسلامیہ، دین اور مسائلِ اعتقادیہ بھی کہا جاتا ہے، اور بعض حضرات علم الکلام سے بھی تعبیر کرتے ہیں؛ کو بڑی تحقیق سے دلائلِ عقلیہ اور نقلیہ سے ثابت کیا، اور ملاحدہ اور زنادقہ کے اعتراضات اور شکوک وشبہات کا عقل اور نقل سے رد فرمایا۔ان

عقائد ومسائل پر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں۔جن لوگوں نے ان کے کام کو سراہا اور ان پر اعتماد کیا، وہ ماتریدی کہلائے۔علمائے دیوبند بھی عقائد کی تفہیم وتشریح میں آپ رحمۃ اللہ علیہ پر اعتماد کرتے ہیں، اور حنفی ماتریدی کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ ہمارے وہی عقائد ہیں جو ان دونوں حضرات کے تھے۔ ہم ان کی تفہیم وتشریح کو دوسروں کے مقابلہ میں بہتر خیال کرتے ہیں۔

☆ ان دونوں سے پہلے بھی اور بعد میں بھی علمائے اہل السنت والجماعت نے عقائد پر بہترین کتابیں تصنیف فرمائیں۔جس طرح ہر شعبہ میں اس شعبہ کے ماہرین کی رائے معتبر سمجھی جاتی ہے، اور اس شعبہ کے ماہرین کی کتابوں پر اعتماد کیا جاتا ہے، عقائد میں بھی اسی اصول کی پابندی کرنا پڑے گی۔

4 عقائدِ اہل السنت پر چند کتب کا تعارف

اہل السنت والجماعت کے عقائد پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں سے چند کے نام یہ ہیں

1 الفقہ الاکبر

یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ہے۔اس کی کئی شرحیں لکھی گئی ہیں۔

1 شرح فقہ اکبر

ملا علی قاری۔ اصل کتاب تو عربی میں ہے۔ تاہم اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

2 تعلیم الایمان شرح فقہ اکبر اردو

مولانا نجم الغنی رام پوری کی کتاب ہے۔

3 البیان الازہر ترجمہ الفقہ الاکبر

یہ مفسرِ قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمۃ اللہ علیہ سابق مہتمم مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کا ترجمہ ہے، اور کہیں کہیں مختصر حواشی بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھے ہیں اور

اس پر مقدمہ شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا ہے۔ سواتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اہل السنت والجماعت کے عقائد پر مشتمل تین مشہور کتابوں کا ترجمہ کیا ہے جس میں سے ایک فقہ اکبر ہے دو کا ذکر اپنے مقام پر آرہا ہے۔

2 العقیدۃ الطحاویۃ

امام ابوجعفر احمد بن محمد الازدی الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 321ھ)۔ یہ مشہور محدث ہیں جو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اس کتاب کا ترجمہ مع مختصر حواشی بھی مولانا عبدالحمید خان سواتی رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے کیا ہے۔ کئی بار طبع ہو چکا ہے۔

اس ترجمہ کے علاوہ بھی اس کے کئی تراجم اور شروحات اردو زبان میں دستیاب ہیں۔ اردو کے علاوہ عربی، فارسی اور دیگر کئی زبانوں میں اس کے ترجمے، شروحات اور تلخیصات موجود ہیں۔ اس میں اہل السنت والجماعت کے تقریباً تمام وہ ضروری عقائد آگئے ہیں جن کا ذکر قرآن وسنت میں موجود ہے۔ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عقائد کے ذکر کے ساتھ ساتھ فرقِ باطلہ: مجسمہ، جہمیہ، جبریہ، قدریہ اور ان جیسے دوسرے فرقوں سے براءت کا اظہار بھی کیا ہے۔ عقیدۂ طحاویہ اس وقت دنیا کی تمام اہم درس گاہوں میں پڑھائی جاتی ہے۔ بڑے بڑے فاضل علماء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں، جن میں سے زیادہ مشہور اور مقبول علامہ عبدالغنی المیدانی الحنفی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1298ھ) کی شرح العقیدۃ الطحاویۃ ہے جو پاکستان میں زمزم پبلشرز کراچی سے شائع ہو چکی ہے۔

ضروری نوٹ

العقیدۃ الطحاویۃ کی ایک شرح عربی زبان میں قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی سے ابن ابی العز حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے نام شائع ہوئی ہے۔ غیر مقلدین نے اس کو اپنے تقریباً تمام مشہور مدارس میں داخل نصاب کیا ہوا ہے، اور لڑکیوں کے مدارس میں بھی اس کا ترجمہ

شامل نصاب ہے جو اسلامی عقائد کے نام سے طبع ہوا ہے۔ اس کا مترجم مشہور غیر مقلد عالم ہے، اور اس کو طبع بھی غیر مقلدین نے کیا ہے۔ یہ عربی شرح اور اس کا ترجمہ درست نہیں ہے۔ اس میں اہل السنت والجماعت کے عقائد کی ترجمانی نہیں کی گئی بلکہ غیر مقلدین کے عقائد کی ترجمانی کی گئی ہے، اور اہل السنت کے عقائد کا رد کیا گیا ہے۔ اس شرح کے متعلق مزید تفصیل جاننے کے لیے مولانا سجاد ابن الحجابی حفظہ اللہ کا مقالہ "شرح العقیدۃ الطحاویۃ ابن ابی العز رحمۃ اللہ علیہ پر ایک تحقیقی نظر" ملاحظہ فرمائیں جو نوجوانانِ دیوبند سہراب گوٹھ کراچی سے طبع ہو چکا ہے۔ ہمارے عقائد تمام کے تمام وہی ہیں جو امام طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں جمع فرمائے ہیں۔

3 العقائد

علامہ عمر بن محمد نسفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 537ھ)، یہ مختصر متن عقائدِ نسفی کے نام سے معروف ہے۔ اس متن کی بہت سی شروح لکھی گئی ہیں جن میں "شرح العقائد تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ" سب سے مشہور ہے۔

4 تکمیل الایمان

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1052ھ)

5 عقیدۃ الحسنۃ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے۔

6 میزان العقائد

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، علمائے دیوبند کے حواشی کے ساتھ کئی بار طبع ہو چکا ہے۔

5 عقائد اہل السنت پر چند مزید کتب کا تعارف

اب ہم کچھ مزید کتابوں کے نام نقل کرتے ہیں۔

1 تقریرِ دل پذیر: مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دار العلوم دیوبند۔
حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں اکثر کتابیں حقانیتِ اسلام پر ہیں۔تقریرِ دل پذیر کا موضوع بھی یہی ہے۔اکثر عقائد کو عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔

2 شرح حدیث ابی رزین رضی اللہ عنہ: مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ۔
یہ اصل میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور تجلیات پر بحث کی گئی ہے۔ یہ مکتوب فارسی زبان میں ہے۔اس مکتوب کا اردو ترجمہ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعہ مکتوباتِ انوار النجوم ترجمہ قاسم العلوم میں موجود ہے۔قاسم العلوم حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات کا مجموعہ ہے۔

3 حجۃ الاسلام: مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ۔
یہ اردو زبان میں ہے اور غیر مسلموں کو سمجھانے کے لیے انتہائی آسان اور سادہ انداز اختیار کیا گیا ہے۔

4 تصفیۃ العقائد: مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

5 میلہ خداشناسی: مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

6 مباحثہ شاہجہان پور: مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ

7 جمالِ قاسمی: مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ۔
اس میں مسئلہ وحدۃ الوجود کی تشریح ہے۔

8 عقائد الاسلام: تالیف مولانا ابومحمد عبدالحق حقانی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر حقانی کے مصنف۔

9 الاسلام: (اسلام کے بنیادی عقائد) کے نام سے شائع ہوا ہے۔مصنف علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

10 عقائد الاسلام: مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

11 علم الکلام: مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

12 الدین القیم: علامہ مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

13 عقائد اسلام قاسمی: مولانا محمد طاہر قاسمی رحمۃ اللہ علیہ برادر قاری محمد طیب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ

14 عقائد اہل السنۃ والجماعۃ مدلل: مولانا مفتی محمد طاہر مسعود

15 عقائد اہل السنۃ والجماعۃ: مفتی زین العابدین کرنالوی

16 اسلامی عقائد: ڈاکٹر مفتی عبدالوحد رحمۃ اللہ علیہ

17 صفاتِ متشابہات اور سلفی عقائد: ڈاکٹر مفتی عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ

18 دین وشریعت: مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

19 المصالح العقلیۃ: مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

20 تعلیم الدین بحث عقائد: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

21 فروغ الایمان: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

22 تمہید العرش فی تحدید العرش: مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

23 الاکسیر فی اثبات التقدیر: مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

24 الانتباہات المفیدۃ عن الاشتباہات الجدیدۃ: مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

25 بہشتی زیور حصہ اول عقیدوں کا بیان: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہماری معلومات کے مطابق چھوٹی بڑی چالیس (40) کتابیں صرف عقائد سے متعلق تحریر فرمائی ہیں۔

26 تبلیغ اسلام: مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

27 آئینہ محمدی: مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

28 شرح کتاب التوحید والرد علی الجھمیۃ وغیرھم: علامہ انورشاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے داماد اور شاگردِ خاص مولانا احمد رضا بجنوری رحمۃ اللہ علیہ نے انوار الباری شرح صحیح بخاری جلد نمبر 19 میں بخاری شریف کی اس آخری کتاب کی شرح کی ہے جو بے نظیر شرح ہے۔عقائد کے حوالہ سے ہر شخص کو دیکھنی چاہیے۔ ویسے تو ساری انوار الباری بخاری شریف کی بہترین شرح ہے۔کاش یہ مکمل ہوجاتی۔شروع سے لے کر کتاب الوتر تک ہے، یا پھر یہ آخری حصہ ہے۔مولانا احمد رضا بجنوری حنفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے اہل السنت والجماعت حنفی مسلک کے ترجمان مانے گئے ہیں۔

انہی کے ساتھیوں میں سے ایک شخصیت علامہ محمد زاہد الکوثری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1371ھ) کی ہے۔انہوں نے اہل السنت کے عقائد کے تحفظ کے لیے بے پناہ خدمات سرانجام دیں۔علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عقائد کی مشہور کتابوں پر تعلیقات اورحواشی تحریر فرمائے۔اس کے علاوہ خود بھی بہت سی تالیفات فرمائیں۔حضرت کی تمام کتابیں احناف کے لیے ریڑھ کی ہڈی کا کام دیتی ہیں۔خصوصا درج ذیل کتب کا مطالعہ بہت مفید ہے:

29 مقالات کوثری: مختلف علمی وتحقیقی موضوعات پر جامع مانع مقالات۔

30 مقدمات کوثری: مقدمات کوثری میں وہ مقدمات جمع کیے گئے ہیں جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف کتابوں پر تحریر فرمائے تھے۔اس میں بھی بعض مضامین عقائد کے حوالے سے بہت اچھے ہیں۔

31 تعلیقات وحواشی کتاب الاسماء والصفات امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ

32 تعلیقات وحواشی: دفع شبهة التشبيه والرد على المجسمة من ينتحل مذهب الامام احمد، ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

6 صفاتِ باری تعالیٰ اور عقائد کے بارے میں نئی مفید کتابیں

(حضرت مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی حفظہ اللہ)

33 اِیْضَاحُ الدَّلِیْلِ فِیْ بَیَانِ صِفَاتِ الرَّبِّ الْجَلِیْلِ
(صفاتِ باری تعالیٰ اور مسلکِ اہل السنت والجماعت)

34 صفاتِ باری تعالیٰ اور اکابر علمائے اُمت کے عقائد

35 اَلتَّنْزِیْهُ فِی الرَّدِّ عَلٰی اَهْلِ التَّشْبِیْهِ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی:اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ''استواء علی العرش''

36 أَحْسَنُ الْبَیَانِ فِیْ تَنْزِیْهِ اللهِ عَنِ الْجِهَةِ وَالْمَکَانِ
''اللہ تعالیٰ بغیر جہت اور مکان کے موجود ہیں''

37 اَلتَّنْزِیْهُ فِی الرَّدِّ عَلٰی عَقَائِدِ أَهْلِ التَّجْسِیْمِ وَالتَّشْبِیْهِ
(صفاتِ متشابہات اور صحیح اسلامی عقیدہ)

38 روشن حقائق اردو ترجمہ: اَلْحَقَائِقُ الْجَلِیَّةُ فِی الرَّدِّ عَلَی ابْنِ تَیْمِیَّةَ فِیْ مَا أَوْرَدَهٗ فِی الْفَتْوٰی الْحَمَوِیَّةِ (مصنف علامہ ابن جہبل رحمۃ اللہ علیہ)

39 عِقْدُ الْجِیْدِ فِیْ عَقِیْدَةِ التَّوْحِیْدِ (''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ'' کا مفہوم ومطلب)

40 أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِیْ تَوْضِیْحِ الْعَقَائِدِ:
عقائد اہل السنت والجماعت (1): توحید وصفاتِ باری تعالیٰ

41 أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِیْ تَوْضِیْحِ الْعَقَائِدِ:
عقائد اہل السنت والجماعت (2): رسالت

42 أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِیْ تَوْضِیْحِ الْعَقَائِدِ:
عقائد اہل السنت والجماعت (3): علاماتِ قیامت

43 أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِیْ تَوْضِیْحِ الْعَقَائِدِ:
عقائد اہل السنت والجماعت (4): عالمِ برزخ

44 أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِیْ تَوْضِیْحِ الْعَقَائِدِ:
عقائد اہل السنت والجماعت (5): قیامت

45 أَزْهَارُ الْقَلَائِدِ فِیْ تَوْضِیْحِ الْعَقَائِدِ:
عقائد اہل السنت والجماعت (6): مسئلہ تقدیر

46 توحید وعقائد اہل السنت والجماعت

47 تصوف

48 مسائلِ تصوف

49 وحدت الوجود اور وحدت الشہود

50 تصوف پر اشکالات کے جوابات

51 اصطلاحاتِ تصوف

52 شطحیاتِ صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم

باب 1

فقۂ اکبر امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب یوں تو پانچ کتابیں منسوب ہیں جس میں الفقہ الاکبر، العالم والمتعلم، الرسالہ الی عثمان البتی، الوصیۃ اور الفقہ الابسط بھی ہیں۔لیکن ان میں سب سے زیادہ مشہور الفقہ الاکبر ہے اور اسی کا سب سے زیادہ چرچا ہے اور اسی کتاب کی علمائے احناف نے زیادہ خدمت کی ہے، یعنی اس پر شروحات اور حاشیے لکھے ہیں۔

فقۂ اکبر ایسا علم جس میں اعتقاداتِ حقہ کا علم ہو، اسے فقۂ اکبر اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے بغیر بدنی اور ظاہری اعمال بھی رائیگاں چلے جاتے ہیں۔اس علم میں اصول الدین اور عقائد پر بحث کی جاتی ہے اور انہی عقائد بیان کرنے کے لیے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ الاکبر لکھی اور سب سے پہلے یہ اصطلاح بھی انھوں نے استعمال کی، کیونکہ عقیدہ اصل دین ہے۔علوم دو اقسام کے ہیں: علم اصول الدین یہ فقۂ اکبر کہلاتے ہیں اور علم فروع الدین یہ فقہ اصغر کہلاتے ہیں۔علم اصول الدین یہ علم العقائد کا علم ہے جس میں اللہ تعالیٰ اس کی اسماء وصفات اور افعال کا علم ہے۔اسے علم الاکبر اور فقہ الاکبر کہا جاتا ہے جبکہ دوسری فقہ فرائض پر بحث کرتی ہے اس علم میں امر، نہی، حلال اور حرام پر بحث کی جاتی ہے اسے علم الاصغر اور فقہ الاصغر کہتے ہیں۔

یہ اصطلاح بہت پرانی ہے جبکہ فقہ الاکبر جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کی 40، 50

صفحات پر مشتمل ہے جبکہ فقہ الاصغر ہزاروں صفحات پر مشتمل ہے۔

الفقہ الاکبر (عربی: الفقہ الاکبر) یہ کتاب اہل سنت والجماعت کے منہج کے مطابق اسلامی عقیدہ کی تفصیل پر مشتمل ہے، اس کتاب کے مؤلف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

یہ کتاب علمِ کلام، اصولِ دین اور اسلامی عقیدہ کی اصل اور بنیاد سمجھی جاتی ہے۔

ماتریدیہ مذہب کے متکلمین اور علما کا اعتماد اسی کتاب پر ہے۔ اسی کتاب کی شرح ماتریدی مذہب کے بانی ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے کی جن کی تشریحات اور جن کے کلامی مذہب کی تقلید حنفی پیروکار کرتے ہیں۔

1 فقۂ اکبر امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ ہی کی کتاب ہے

الفقہ الاکبر کا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب انتساب کرنے کے جو حضرات منکر ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ کتاب کسی صحیح سند اور واسطے سے ان تک نہیں پہنچی۔اس کے رواۃ میں ضعیف، مجہول اور وہ جن پر کذب اور وضعِ حدیث کی تہمت لگی ہے، موجود ہیں۔

اسی بناء پر وہ اس کے منکر ہیں۔

جب کہ جن لوگوں نے اس کتاب کا انتساب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جانب کیا ہے، ان کے دلائل زیادہ مضبوط اور قابلِ لحاظ ہیں۔

اس کتاب کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف بتانے والوں میں سب سے پہلا نام ابن ندیم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ابن ندیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الفہرست" بہت مشہور اور معروف ہے۔ اس نے اپنے دور تک کے مصنفین اور ان کی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ چونکہ چوتھی صدی ہجری کا ہے، اور اس کا عہد بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہت قریب ہے، اس لئے اس کے بیان پر شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔ چنانچہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات کے ضمن میں لکھتا ہے:

الفہرست "لابن الندیم" ص 285: لہ (للامام ابی حنیفۃ) الفقہ الاکبر ورسالۃ ال البتی۔

مشہور اشعری عالم اور متکلم امام ابوالمظفر الاسفرائینی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "التبصیر فی الدین" میں لکھتے ہیں:

کتاب العالم والمتعلم لابی حنیفه.فیه الحجج القاهرة علی اهل الالحاد والبدعة ،و کتاب الفقه الاکبر الذی اخبرنا به الثقة بطریق معتمد واسناد صحیح عن نصر بن یحیی عن ابی حنیفة

علامہ مرتضی الزبیدی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ "اتحاف السادۃ المتقین" میں لکھتے ہیں:

ثم قال الزبیدی ولازال الکلام له ونحن نذکر له من نقل هذه الکتب واعتمد علیها .

فمن ذلك فخر الاسلام البزدوی وقد ذکر فی اصوله جملة من الفقه الاکبر ،و کتاب العالم والمتعلم والرسالة وقابل اخیرا وقد ذکر جملا من الکتب الخمسة: «الفقه الاکبر، والعالم والمتعلم ،الفقه الاوسط، الرسالة، الوصیة» متقولا عنها فی نحو ثلاثین کتابا من کتب الائمة وهذا القدر کاف فی تلقی الامة لها بالقبول، والله اعلم

(اتحاف السادۃ المتقین 2/14)

جب کہ عبدالقاہر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جن کی تصنیف "الفرق بین الفرق" بہت زیادہ مشہور ہے وہ اصول الدین میں لکھتے ہیں:

ان (ابا حنیفة) له کتاب فی الرد عل القدریة سماه «الفقه الاکبر»، وله رسالة املاها فی نصرة قول اهل السنن: «ان الاستطاعة مع الفعل... وعلی هذا قوم من أصحابنا» . (اصول الدین 30)

علاوہ ازیں اس کتاب کی ایک شرح امام اہل السنۃ ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھی ہے وہ چوتھی صدی کے ہیں۔ 333 ہجری میں ان کا انتقال ہوا۔ محض دو اور تین واسطوں سے وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے الفقہ الاکبر کی شرح لکھی ہے اور اسی پر اپنی کتاب التوحید کی بنیاد رکھی ہے۔

ظاہر سی بات ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے تعلق سے سب سے زیادہ واقفیت رکھنے والے تھے۔ اگر اس کتاب کی نسبت میں شک وشبہ ہوتا، تو امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح کیوں لکھتے؟ اس کتاب کی سند اور شروحات کے بارے میں بات آگے آئے گی۔

اس کتاب کا ایک نسخہ (الفقہ الاکبر کا) مدینہ منورہ کے مکتبہ شیخ الاسلام حکمت عارف اللہ کے کتب خانہ میں موجود ہے جس کا نمبر 226 ہے۔

کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی رسالہ یا کتاب تصنیف نہیں کی تھی۔ ان کا کہنا درست نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف اب تک موجود ہیں اور یہ کتاب اس کی شہادت دیتی ہے۔ محدثین اور علماء نے اپنی تصانیف میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری کتابوں کی طرح اس کتاب کا بھی ذکر کیا ہے۔ علامہ محمد بن اسحاق المعروف بابن الندیم (438 رحمۃ اللہ علیہ ھ) لکھتے ہیں:

وله من الکتب: کتاب الفقه الأکبر، کتاب رسالته إلی البتی، کتاب العالم والمتعلم رواه عنه مقاتل، کتاب الرد علی القدریة. والعلم برا وبحرا شرقا وغربا بعدا وقربا تدوینه رضی الله عنه.

(الفهرست، ص 251. المؤلف: أبو الفرج محمد بن إسحاق بن محمد الوراق البغدادی المعتزلی الشیعی المعروف بابن الندیم (ت 438هـ). الناشر: دار المعرفة بیروت-لبنان. الطبعة: الثانیة 1417هـ-1997م. الصفحات: 441)

علامہ طاش کبری زادہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی الفقہ الاکبر کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف قرار دیا ہے۔ (مفتاح السعادۃ: ج2، ص29)

نیز علامہ حافظ الدین البزازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مناقب میں لکھا ہے کہ انہوں نے یہ دونوں کتابیں دیکھی ہیں۔ (مناقب کردری: ج1، ص108)

اسی طرح علامہ بزدوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اصول میں بھی اور امام عبدالعزیز بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرحِ اصول میں بھی اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے اسے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

کی کتاب قرار دیا ہے۔علامہ بزدوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَقَدْ صَنَّفَ أَبُو حَنِيفَةَ رضى الله عنه فِي ذٰلِكَ كِتَابَ الْفِقْهِ الْأَكْبَرِ۔

(كشف الأسرار عن أصول فخر الإسلام البزدوي (علاء الدين عبد العزيز البخاري- فخر الإسلام البزدوي) ج1 ص7)

2 الفقہ الاکبر کی سند

یہ کتاب جو مدینہ منورہ کے کتب خانہ میں ہے، درجِ ذیل سند کے ساتھ منقول ہے:

اس کتاب کے راوی علی بن احمد الفارسی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔انہوں نے اس کتاب کی روایت نصر بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ سے، انہوں نے ابو مقاتل حفص بن سالم رحمۃ اللہ علیہ سے، اور انہوں نے عصام بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے، اور انہوں نے حماد بن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے والد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس کتاب کی روایت کی ہے۔

لہٰذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ سند کے اعتبار سے بھی اس کتاب کی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت میں کوئی شک نہیں ہے۔

اس کتاب کا ایک نسخہ مصر کے کتب خانہ ازہر میں بھی موجود ہے۔

علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا ہے۔

و أما الفقه الأكبر رواية حماد بن أبي حنيفة عن أبيه، فله شروح كثيرة. و قد طبع مرات في كثير من العواصم كما طبع كثير من شروحه. و أما سنده ففي النسخة الخطية المحفوظة ضمن المجموعة رقم (226) بمكتبة شيخ الإسلام العلامة عارف حكمت بالمدينة المنورة زادها الله تكريما. ففي أولها سند الشيخ إبراهيم الكوراني في الكتاب إلى علي بن أحمد الفارسي عن نصير بن يحيى عن ابن مقاتل (محمد بن مقاتل الرازي) عن عصام بن يوسف عن حماد بن أبي حنيفة عن أبيه رضي الله عن الجميع. و في مكتبة شيخ الإسلام هذه نسختان من الفقه الأكبر رواية حماد قديمتان وصحيحتان.

(العقیدۃ وعلم الکلام، ص566۔تحقیق: علامہ زاہد الکوثریؒ۔ایچ۔سعید کمپنی، کراچی)

3 شروحات

بہت سے علماء نے اس کی شروحات بھی لکھی ہیں۔اس کتاب کی شروحات میں سے مشہور علامہ محی الدین محمد بن بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ (956ھ) کی القول الفصل (طبع استنبول) اور علامہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (1014ھ) کی شرح الفقہ الاکبر ہے۔

علامہ مصطفیٰ بن عبداللہ الشہیر حاجی خلیفہ چلپی رحمۃ اللہ علیہ نے دیگر شروحات کا بھی ذکر کیا ہے۔آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

واعتنى به جماعة من العلماء.فشرحه غير واحد من الفضلاء، منهم: محيي الدين: محمد بن بهاء الدين.المتوفى: سنة 956، ست وخمسين وتسعمائة. شرحا جمع فيه: بين الكلام، والتصوف، وأتقن المسائل وأوضحها غاية الإيضاح. سماه: (القول الفصل) .والمولى: إلياس بن إبراهيم السينوبي. المتوفى: ببلدة بروسة، سنة 891. شرحا مفيدا. والمولى: أحمد بن محمد المغنيساوي.المتوفى: سنة ...أوله: (الحمد لله الذي هدانا إلى طريق السنة والجماعة ... الخ) .وقال في آخره: تم الشرح سنة 939، تسع وثلاثين وتسعمائة.من شروح (الحكمة النبوية) . وله مختصر ذلك الشرح. قال في مختصره: وقد كتبت قبلُ كتابا مفصلا في تبيين مسائله، متمسكا بالشريعة المصطفوية لا بالعقل والروية، سميته (بالحكمة النبوية) . ثم استخرجت منه هذا المختصر فسميته (بمختصر الحكمة النبوية) .وهو للحكيم: إسحاق على ما رأيته في آخر نسخة منه منقولة من خطه. وهو: شرح ممزوج. نظمه: أبو البقاء الأحمدي، في ثلاث وعشرين من رمضان، سنة 918، ثمان عشرة وتسعمائة. وسماه: (عقد الجوهر، نظم نثر الفقه الأكبر) .

ونظمه: إبراهيم بن حسان الكرمياني، المعروف: بشريفي. المتوفى: سنة 1016، ست عشرة وألف. وشرحه مولانا: علي القاري. في مجلد. وسماه: (منح الروض الأزهر). هو: شرح كبير ممزوج. أوله: (الحمد لله واجب الوجود ... الخ). وشرحه الشيخ: أكمل الدين. وسماه: (الإرشاد)۔

(كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون، ج2 ص1287۔ المؤلف: مصطفى بن عبد الله، الشهير بـ (حاجي خليفة) وبـ (كاتب جلبي) -[ت 1067 ھ]۔ طبع: وكالة المعارف بإسطنبول (1941م=1360ھ) دار إحياء التراث العربي بيروت)

اب ہم کچھ کُتب کا ایک اجمالی جائزہ لیں گے تا کہ کتاب الفقہ الاکبر کے ضمن میں ہونے والی علمی کاوشیں ہمارے سامنے واضح ہوسکیں۔

1. سب سے پہلی شرح اس کتاب کی امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے۔ جوشرح الفقہ الاکبر کے نام سے مشہور ومعروف ہے، اور طبع ہوچکی ہے۔ اس کتاب کے محقق عبداللہ بن ابراہیم الانصاری ہیں۔ اور یہ کتاب قطر کی وزارتِ امورِ اسلامی نے اپنی نگرانی میں شائع کیا ہے۔ قبل ازیں یہ کتاب حیدرآباد دکن کی دائرۃ المعارف النظامیہ نے 1321 ہجری میں شائع کیا تھا۔
2. اس کتاب کی دوسری شرح محی الدین محمد بن بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ متوفی 956 ہجری نے لکھی۔ انہوں نے الفقہ الاکبر کی شرح میں علمِ کلام، علمِ تصوف دونوں سے کام لیا ہے اور نہایت تفصیل سے ہر مسئلہ پر کلام کیا ہے۔ انہوں نے اپنی شرح کا نام رکھا ہے: القول الفصل
3. تیسری شرح لکھنے کی سعادت الیاس بن ابراہیم السینوبی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 891 ہجری نے لکھی ہے انہوں نے مختصر شرح لکھی ہے۔
4. چوتھی شرح احمد بن محمد المغنیساوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی نے لکھی ہے۔ پھر اپنی اس شرح کا اختصار بھی کیا ہے۔

الفقہ الاکبر کو نظم کی شکل میں ڈھالا ہے ابوالبقاء احمدی نے اور اس کا نام رکھا ہے: "عقد الجوہر نظم نثر الفقہ الاکبر" ان کے ساتھ ایک دوسرے ابراہیم بن حسان الکرمیانی المعروف شریفی المتوفی 1016 ہجری نے بھی الفقہ الاکبر کو نظم کی شکل میں پیش کیا ہے۔

5. اس کی ایک شرح شیخ اکمل الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھی ہے اور اس کا نام رکھا ہے "الارشاد"۔
6. الفقہ الاکبر کی جو شرح مشہور اور اہلِ علم کے درمیان متداول اور مقبول ہے، وہ ہے مشہور حنفی محدث اور فقیہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی شرح جو یوں تو شرح الفقہ الاکبر کے نام سے مشہور ہے لیکن اس کا اصل نام ہے۔ "منح الروض الازہر" جو دار الکتب العلمیۃ، بیروت اور دیگر مکتبات سے شائع ہوچکی ہے۔

اس شرح میں مندرجہ ذیل مضامین پر بحث کی گئی ہے:

1. علم توحید کی دوسرے علوم پر فضیلت
2. توحید کی بنیاد اور عقیدہ
3. آمنت باللہ و ملائکتہ الخ۔۔۔ کہنا واجب
4. بعث بعد الموت پر ایمان
5. قضاء وقدر پر ایمان
6. اللہ کی وحدانیت
7. کوئی مخلوق اللہ کی کچھ مشابہ نہیں
8. اللہ کے اسماء وصفات کی تشریح
9. صفت کلام اور اس میں علماء کا اختلاف
10. فعلی صفات اور اس میں ماتریدیہ اور اشاعرہ کا اختلاف
11. اللہ اپنی ذاتی وفعلی صفات کے ساتھ ازل سے ہے
12. قرآن اللہ کا کلام ہے، نہ تو مخلوق ہے اور نہ حادث

13 اللہ کی صفات مخلوق کی صفات کے مشابہ نہیں ہیں۔

14 اللہ کے ہاتھ، چہرہ، نفس بلا کیفیت ہیں۔

15 قضاء وقدر اللہ کی ازلی صفات میں سے ہے

16 اللہ نے مخلوق کو کفر ایمان سے سلامت پیدا کیا، پھر ہر ایک نے اپنے فعل اور اختیار سے کفر یا ایمان اختیار کیا۔

17 اللہ نے کسی مخلوق کو کفر پر جبر نہیں کیا

18 بندوں کے افعال کسبی ہیں، اللہ ان کا خالق ہے

19 بندوں کے افعال اللہ کے علم اور قضاء وقدر کے مطابق ہیں

20 انبیائے کرام کبیرہ وصغیرہ گناہوں سے پاک ہوتے ہیں

21 حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اثبات

22 نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہیں

23 کبیرہ گناہ سے مومن، کافر نہیں ہوتا

24 گناہ اس کے ارتکاب کرنے والے کے لیے مضر ہیں

25 طاعات اپنی شرطوں کے ساتھ مقبول ہیں اور گناہ سوائے شرک کے اللہ معاف کر سکتا ہے

26 انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور اولیاء کی کرامات برحق ہیں

27 کفار اور فاسقین کے ہاتھوں پیش آنی والی خوارق کا بیان

28 اللہ تعالیٰ آخرت میں بلا کیفیت نظر آئے گا

29 ایمان تصدیق اور اقرار کا نام ہے

30 ایمان کم یا زیادہ نہیں ہوتا

31 مومنین ایمان میں برابر ہوتے ہیں، اعمال میں فرق ہوتا ہے۔

32 اسلام کا مطلب اور ایمان کی طرف اس کی نسبت

33 دین کا مطلب، یہ تمام شریعتوں کا جامع ہے

34 انبیاء علیہم السلام وصلحاء کی شفاعت برحق ہے

35 جنت اور جہنم مخلوق ہیں

36 قبر میں میت کے اندر روح کا اعادہ حق ہے

37 قبر کا عذاب برحق ہے

38 اللہ کا مخلوقات سے قربت کا مطلب

39 اللہ کی اولاد

40 علم توحید میں جب کوئی اشکال ہو

☆ کتاب ''الفقہ الاکبر للامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت الکوفی رحمۃ اللہ علیہ وشرحہ ملّا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (م:1014ھ) طبع: بمطبعۃ دار الکُتب العربیہ الکبریٰ مصطفیٰ البابی الحلبی و اخویہ، بکری و عیسیٰ بمصر) 1326ھ (کتاب کے کُل صفحات 183 ہیں، صفحات 184-188 الفقہ الاکبر کا متن دیا گیا ہے۔

☆ مِنَح الرّوض الازہر فی شرح الفقہ الاکبر، المُحدّث الفقیہ علی بن سلطان محمد القاری رحمۃ اللہ علیہ (م: 1014ھ) ومعہ التعلیق المُیسّر علیٰ شرح الفقہ الاکبر تالیف الشیخ وہبی سلیمان غاوَجی، دار البشائر الاسلامیہ

7 الدّرر الازہر فی شرح الفقہ الاکبر از مولانا محمد عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ، رئیس سلہٹ، در مطبع نظامی واقع کانپور، مطبوع کردید 1928 صفحات 64 ہیں شارح ابومحمد عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے جمادی الآخر 1273ھ عربی میں لکھی ہے۔

8 الاقول الفَصل شرح الفقہ الاکبر للامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، شرحہ، محی الدّین محمد بن بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ (م:956ھ) مکتبہ الحقیقۃ، استنبول

9 'الاقول الاظہر شرح الفقہ الاکبر، شارح مولانا محمد شفیق خان، عطّاری، مدنی، فتحپوری رحمۃ اللہ علیہ، مکتبہ السُنۃ، آگرہ، یوپی، الہند

10 الفقہ الاکبر تالیف امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ مع اردو ترجمہ ''البیان الازہر'' از صوفی عبد الحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ۔ ادارہ نشر واشاعت گوجرانوالہ

11 فقہ اکبر مع ترجمہ مہر انور و وصایہ مع ترجمہ مسمّٰی بہ ہدایۃ، از مولوی وکیل احمد سکندر پوری رحمۃ اللہ علیہ بمطبع مجتبائی دہلی

12 'فقہ الاکبر' تالیف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، ترجمہ مولانا مبشر احمد مدنی، ادارہ اشاعت اسلام، علّامہ اقبال ٹاؤن، لاہور، 20 صفحات پر مشتمل ایک مختصر لیکن جامع کتابچہ ہے۔

13 'شرح الفقہ الاکبر' للامام الاعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ از مولانا محمد الیاس گھمن، سرگودھا، بار اوّل 2021ء

14 کتاب 'فقہ اکبر' پر ہونے والے اعتراضات و جوابات اور مستند ترین نسخہ کی تحقیق و تدقیق ترجمہ مفتی حمّاد رضا نوری برکاتی، زاویہ پبلیشرز، دربار مارکیٹ لاہور

15 'فقہ اکبر و ابسط' مؤلفہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ راوی حماد بن ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، تحقیق و ترجمہ رشید احمد علوی، جمیعۃ پبلیکیشنز، اردو بازار لاہور

16 'الفقہ الاکبر' تالیف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، مترجم و شارح ڈاکٹر عبدالرحیم اشرف بلوچ، پروگریسیو بکس، لاہور

17 الرسائل السبعۃ فی العقائد، دارُ البَصائر، القاہرہ، مصر۔ اس کتاب میں عقائد پر سات رسائل جمع کئے گئے ہیں: پہلا: رسالۃ ابی منصور الماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح کے ساتھ 'شرح الفقہ الاکبر' ہے۔ دوسرا: رسالۃ 'کتاب شرح الفقہ الاکبر'، جو شیخ احمد بن محمد المُغنیساوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح کے ساتھ ہے۔ تیسرا: رسالۃ 'کتاب الجوہرہ المنفیۃ فی شرح وصیۃ الامام الاعظم ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ' جو مُلّا حسین ابن اسکندر الحنفی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی کاوش ہے۔ مزید رسائل میں ابوالحسن علی اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب 'الابانۃ' کے دو ملحقات، امام اشعری رحمۃ اللہ علیہ کا ہی ایک 'رسالۃ فی الذب' اور ابنِ قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کا 'ذم التاویل'۔

18 'شرح فقہ اکبر' موسوم بہ تعلیم الایمان، از مولوی نجم الغنی خان رامپوری رحمۃ اللہ علیہ، میر محمد کُتب خانہ، آرام باغ کراچی، سن ندارد

19 Wensinck Professor. J. by A,The Muslim Creed

of Arabic in the University of Leiden Cambridge .at the University Press 1932

اس کتاب کا Chapter IV جس کا ٹائٹل The Fikh Akbar I ہے، صفحہ 102 سے 124 تک ہے، اس ہی کتاب کے Chapter VII کا عنوان: The Wasiyat of Abi Hanifa ہے، یہ صفحہ 123 سے 187 تک پھیلا ہوا ہے، اگلا Chapter VIII جس کا آغاز The Fikh Akbar II ہے، یہ صفحہ 188 سے 246 تک پھیلا ہوا ہے عقیدہ طحاویہ، وصیۃ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور فقہ اکبر کے متن کو باہم موازنہ کرنے اور یکجا کرنے کی کوشش کی ہے۔

20 , Akbar- Fiqh Al-IMAGE ABU HANIFA'S Al , Maghnisawi-Explained by Abul Muntaha Al ,With Selections from Ali Al-Qari's Commentary by,including Abu Hanifa's Kitab al-Wasiyys , White Thread Press, Rehman Yusuf-Abdur First Edition was in 2007London January 2014

یہ اصل کتاب 220 صفحات پر مشتمل ہے، پھر Bibliography اور آخر میں Index ہے، جس کے ساتھ کتاب صفحہ 240 پر ختم ہوتی ہے۔

حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر سوانحی خاکہ کے پس منظر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے کتاب الفقہ الاکبر پر ہونے والی علمی کاوشوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالی ہے، نئے محققین کیلئے اس میں متعدد زاویہ ہائے تحقیق موجود ہیں۔

محترم مولانا محمد نوید صاحب (فاضل دارالعلوم کراچی) نے ملا علی قاری کی شرح کا اردو ترجمہ کیا ہے تاکہ اردو داں حضرات بھی ان عقائد کو جائیں۔

4 **ایک اہم مسئلہ**

ایک بات آخر میں جس کی وضاحت ضروری ہے وہ یہ کہ کیا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خود کی اپنی تحریر ہے، یا انہوں نے اصولِ دین کے تعلق سے جو کچھ اپنے شاگردوں کو املاء کرایا تھا، اسے ہی انہوں نے لکھ لیا ہے۔ اس بارے میں محقق قول یہی ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خود کی تحریر نہیں ہے بلکہ یہ ان کے محاضرات اور لیکچرز ہیں جو انہوں نے اپنے شاگردوں کو دیئے اور ان کے شاگرد اسے ضبطِ تحریر میں لے آئے۔ چنانچہ امام زبیدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

الصحیح ان ھذہ المسائل المذکورۃ فی ھذہ الکتب من امالی الامام التی املاھا علی اصحابہ کحماد وابی یوسف،وابی مطیع البلخی وابی مقاتل السرقندی وتلقاھا عنھم جمع من الائمۃ کاسماعیل بن حماد (حفید الامام) ومحمد بن مقاتل الرازی ومحمد بن سماعۃ ونصیربن یحیی البلخی وشداد بن الحکم وغیرھم الی ان وصلت بالاسناد الصحیح الی الامام ابی منصور الماتریدی،فمن عزاھن الی الامام صح لکون تلک المسائل من املائہ ومن عزاھن الی ابی مطیع البلخی او غیرہ ممن ھو فی طبقتہ او ممن ھو بعدھم صح ونظیرذلک المسند المنسوب للامام الشافعی فانہ من تخریج ابی عمرو ومحمد بن جعفر بن محمد بن مطر النیسابوری،ابو العباس الاصم،من اصول الشافعی۔

(اتحاف السادۃ المتقین 2/14)

باب 2

الفقہ الاکبر

تمہید امام الائمہ سراج الامۃ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف میں سے ایک کتاب: الفقہ الاکبر ہے۔ اس کتاب کا موضوع عقائد ہے، مسائل نہیں۔ سب سے بڑی فقہ ان عقائد کو جاننا اور ماننا ہے، جن پر آخرت کی نجات منحصر ہے۔ اعمال میں کہیں کمی کوتاہی رہ گئی، تو اللہ تعالیٰ کے ہاں نجات کی امید ہے، چاہے تو بغیر کسی گرفت کے معاف فرما دے، چاہے تو اس کوتاہی پر پکڑ فرمالے۔ لیکن اگر کہیں عقائد میں کجی رہ گئی اور کفر و الحاد اور دین کے بارے میں شکوک وشبہات موجود رہے، اور اسی کفر وشکوک پر دنیا سے رخصت ہو گئے، تو آخرت میں نجات کی کوئی راہ نہیں ہے۔ اسی لئے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مختصر رسالہ میں ان انتہائی اہم عقائد کو بیان فرمایا ہے جن پر ایمان کا مدار ہے۔ الفقہ الاکبر کے شارح ملا علی بن سلطان القاری (1014ھ) لکھتے ہیں:

قال الامام الاعظم، والھمام الافخم الاقدم، قدوۃ الانام، ابو حنیفۃ الکوفی رحمہ اللہ فی کتابہ المسمی بالفقہ الأکبر المشار بہ إلی انہ ینبغی ان یکون الاھتمام بہ ھو الاکثر لانہ مدار الایمان، و مبنی صحۃ الارکان ومعنی غایۃ الاحسان ونھایۃ العرفان۔ (شرح الفقہ الاکبر ص14)

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب الفقہ الاکبر ہے اس نام میں ہی اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ یہ کتاب بڑے اہتمام سے پڑھنے پڑھانے کے لائق ہے کیونکہ اس

کتاب کا مضمون مدارِ ایمان ہے اور تمام ارکانِ اسلام کے صحیح ہونے کی بنیاد ہے اور یہی مضمون بندے کی صفتِ احسان کی منزلِ مقصود اور معرفتِ باری تعالیٰ کی انتہا ہے۔

راقم الحروف نے مناسب سمجھا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس کتاب کو اردو ترجمہ کے ساتھ اس کتاب کی زینت بنالیا جائے تاکہ ہم اپنے عقائد کو جانیں، اور اگر خدانخواستہ اس میں کسی غلطی یا غلط فہمی کا شکار ہوں، تو اس کی اصلاحات کرسکیں۔ اردو ترجمہ مفسرِ قرآن حضرت مولانا عبدالحمید سواتی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا کیا ہوا ہے۔ نیز بعض عقیدہ کی مزید تشریح کے لئے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بیان السنۃ المعروف بہ عقیدۃ الطحاوی سے مدد لی گئی ہے کہ یہ تشریحات بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد سے ہی ماخوذ ہیں اور خود امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بیان کر دیا ہے:

هذا ذكر بيان عقيدة أهل السنة والجماعة على مذهب فقهاء الملة أبي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي وأبي يوسف يعقوب بن إبراهيم الأنصاري وأبي عبد الله محمد بن الحسن الشيباني رضوان الله عليهم أجمعين وما يَعْتَقِدُونَ مِنْ أُصُولِ الدِّينِ وَيَدِينُونَ بِهِ رَبَّ العالمين۔

(العقيدة الطحاوية لأبي جعفر الطحاوي (ت 321ھ)، ص 31۔ الناشر: المكتب الإسلامي-بيروت۔ الطبعة: الثانية،1414ھ)

ترجمہ اس کتابچہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے یہ اہل سنت والجماعت کے اس عقیدہ کا بیان ہے، جو فقہائے ملت ائمہ احناف امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق ہے۔ نیز اس میں وہ اصولِ دین بھی ذکر کئے گئے ہیں جن پر یہ ائمہ اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کے مطابق رب العالمین کی اطاعت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان تمام فقہاء اور محدثین کو پوری امت کی جانب سے بہترین جزاء دے جنہوں نے دین کے گرد پوری کے ساتھ پہرہ دیا۔ آمین۔

فقہ اکبر کا متن

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

1 بَيَان أُصُول الْإِيمَان

أصل التَّوْحِيد وَمَا يَصح الِاعْتِقَاد عَلَيْهِ يجب ان يَقُول آمَنت بِاللَّه وَمَلَائِكَته وَكتبه وَرُسُله والبعث بعد الْمَوْت وَالْقدر خَيره وشره من الله تَعَالَى والحساب وَالْمِيزَان وَالْجنَّة وَالنَّار وَذَلِكَ كُله حق۔

ترجمہ (یہ مختصر رسالہ) توحید اور ایسے مسائل (اور اصول و حقائق) کی حقیقت کے بیان میں ہے جن پر ایمان رکھنا (ضروری اور) صحیح ہے۔

مؤمن کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان سے اس بات کا اقرار کرے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور مرنے کے بعد زندگی پر اور تقدیر پر کہ سب خیر اور شر اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے اور حساب اور میزان اور جنت اور دوزخ پر ایمان لایا اور یہ سب کچھ حق ہے۔

تشریح توحید عربی زبان میں کسی چیز کو ایک جاننے ایک ماننے اور اس پر ایک ہونے کا حکم لگانے کو کہتے ہیں اور اصطلاحِ شریعت میں توحید کے معنی خدا تعالیٰ کو ذات، صفات اور افعال میں وحدہ لاشریک لہ ماننے اور اس پر عقیدہ رکھنے اور ہر قسم کی تشبیہ و تعطیل سے اس کو مبرا اور منزہ سمجھنے اور تسلیم کرنے کے ہیں۔

2 وحدانية الله تَعَالَى

وَالله تَعَالَى وَاحِد لَا من طَرِيق الْعدَد وَلَكِن من طَرِيق انه لَا شريك لَهُ، لم يلد وَلم يُولد وَلم يكن لَهُ كفوا أحد۔ لَا يشبه شَيْئا من الْأَشْيَاء من خلقه وَلَا يُشبههُ شَيْء من خلقه، لم يزل وَلَا يزَال بأسمائه وَصِفَاته الذاتية والفعلية۔

ترجمہ اور اس بات پر بھی کہ اللہ تعالیٰ واحد و یگانہ ہے۔ لیکن عدد کے لحاظ سے نہیں بلکہ اس

اعتبار ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں ہے، نہ تو اس نے کسی کو جنا، اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا، اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔ وہ اپنی مخلوق میں سے کسی چیز کے مشابہ نہیں، اور نہ اس کی مخلوق میں سے کوئی چیز اس سے مشابہت رکھتی ہے، اور وہ اپنی اسماء اور اپنی صفاتِ ذاتیہ اور صفاتِ فعلیہ کے ساتھ ہمیشہ سے موصوف رہا ہے۔

تشریح: لفظِ واحد سے کبھی دو کا نصف مراد ہوتا ہے، اس معنی میں اللہ تعالیٰ واحد نہیں ہے کیونکہ وہ عدد سے بالاتر ہے اور کبھی لفظِ واحد سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ذات وصفات میں اس کا کوئی شریک، کوئی نظیر اور کوئی مثل نہیں۔ اللہ تعالیٰ پر واحد اس معنی کے اعتبار سے بولا جاتا ہے۔ (شرح فقہ اکبر علامہ ابوالمنتہیٰ 4)

3 الصِّفَات الذاتية والفعلية

اما الذاتية فالحياة وَالْقُدْرَة وَالْعلم وَالْكَلَام والسمع وَالْبَصَر والارادة وَأما الفعلية فالتخليق والترزيق والإنشاء والإبداع والصنع وَغير ذَٰلِك من صِفَات الْفِعْل لم يزل وَلَا يزَال بصفاته وأسمائه لم يحدث لَهُ صفة وَلَا اسْم.

ترجمہ: صفاتِ ذاتیہ مثلاً: حیات، قدرت، علم، کلام، سمع، بصر اور ارادہ سے، اور اسی طرح صفاتِ فعلیہ، مثلاً: پیدا کرنا، رزق دینا، ایجاد کرنا اور بغیر کسی سابق مثال کے کسی چیز کو پیدا کرنا اور بنانا وغیرہ کے ساتھ ہمیشہ سے موصوف رہا ہے اور ان کے ساتھ ہمیشہ متصف رہے گا۔ اس کی کوئی صفت اور نام ایسا نہیں ہے کہ وہ نو پیدا اور حادث ہو۔

4 صِفَات الله أزلية

لم يزل عَالما بِعِلْمِهِ وَالْعلم صفة فِي الْأَزَل وقادرا بقدرته وَالْقُدْرَة صفة فِي الْأَزَل ومتكلما بِكَلَامِهِ. وَالْكَلَام صفة فِي الْأَزَل وخالقا بتخليقه والتخليق صفة فِي الْأَزَل وفاعلا بِفِعْلِهِ وَالْفِعْل صفة فِي الْأَزَل. وَالْفَاعِل هُوَ الله تَعَالَى وَالْفِعْل صفة فِي الْأَزَل وَالْمَفْعُول مَخْلُوق وَفعل الله تَعَالَى غير مَخْلُوق.

ترجمہ: وہ ہمیشہ سے اپنے علم کے ساتھ موصوف اور عالم رہا ہے، اور علم اس کی ازلی صفت ہے، اور وہ ہمیشہ سے اپنی قدرت سے متصف اور قادر ہے، اور قدرت اس کی ازلی صفت ہے، اور وہ متکلم اور اپنے کلام سے موصوف ہے۔ اور کلام اس کی ازلی صفت ہے اور وہ اپنی صفتِ تخلیق سے موصوف اور خالق ہے اور تخلیق اس کی ازلی صفت ہے، اور وہ اپنے فعل سے متصف اور فاعل ہے اور فعل اس کی ازلی صفت ہے اور فاعل تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور فعل اس کی ازلی صفت ہے اور مفعول مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ کا فعل مخلوق نہیں ہے۔

5 القَوْل فِي الْقُرْآن

وَصِفَاته فِي الْأَزَل غير محدثة وَلَا مخلوقة. وَمن قَالَ إِنَّهَا مخلوقة أَو محدثة أَوْ وقف أَوْ شكّ فيهمَا، فَهُوَ كَافِر بِاللهِ تَعَالَى. واالقرآن كَلَام الله تَعَالَى فِي الْمَصَاحِف مَكْتُوب وَفِي الْقُلُوب مَحْفُوظ وعَلى الألسن مقروء وعَلى النَّبِي عليه الصلاة والسلام منزل ولفظنا بِالْقُرْآنِ مَخْلُوق و كتابتنا لَهُ مخلوقة وقراءتنا لَهُ مخلوقة وَالْقُرْآن غير مَخْلُوق.

وَمَا ذكره الله تَعَالَى فِي الْقُرْآن حِكَايَة عَن مُوسَى وَغَيره من الْأَنْبِيَاء عليهم السلام وَعَن فِرْعَوْن وابليس فَإِن ذَٰلِك كُله كَلَام الله تَعَالَى إِخْبَارًا عَنْهُم. وَكَلَام الله تَعَالَى غير مَخْلُوق وَكَلَام مُوسَى وَغَيره من المخلوقين. وَالْقُرْآن كَلَام الله تَعَالَى فَهُوَ قديم، لَا كَلَامهم. وَسمع مُوسَى عليه السلام كَلَام الله تَعَالَى كَمَا فِي قَوْله تَعَالَى: وَكَلَّمَ اللهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا ○

وَقد كَانَ الله تَعَالَى متكلما وَلم يكن كلم مُوسَى عليه السلام وَقد كَانَ الله تَعَالَى خَالِقًا فِي الْأَزَل وَلم يخلق الْخلق. فَلَمَّا كلم الله مُوسَى كَلمه بِكَلَامِهِ الَّذِي هُوَ لَهُ صفة فِي الْأَزَل وَصِفَاته كلهَا بِخِلَاف صِفَات المخلوقين يعلم لَا كعلمنا وَيقدر لَا كقدرتنا وَيرى لَا كرؤيتنا.

وَیتَکَلَّم لَا کَکلامنا وَیسمع لَا کسمعنا وَنحن نتکلم بالآلات والحروف وَالله تَعَالٰی یتَکَلَّم بِلَا آلَة وَلَا حُرُوف۔ والحروف مخلوقة وَکَلَام الله تَعَالٰی غیر مَخْلُوق وَهُوَ شَیْء لَا کالأشیاء وَمعنی الشَّیْء الثَّابِت بِلَا جسم وَلَا جَوْهَر وَلَا عرض وَلَا حد لَهٗ وَلَا ضد لَهٗ وَلَا نِدَّ لَهٗ وَلَا مثل لَهٗ۔

ترجمہ اور اس کی یہ جملہ صفات ازلی ہیں جو غیر حادث ہیں۔ اور جس شخص نے یہ کہا کہ اس کی صفات مخلوق یا نو پیدا ہیں یا اس نے ان میں توقف اور شک کیا، تو وہ اللہ تعالیٰ کا منکر اور کافر ہے۔

اور قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو صحیفوں میں لکھا ہوا ہے۔ حفاظ کے دلوں میں محفوظ ہے اور زبانوں سے اسے پڑھا جاتا ہے، اور قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے اور ہمارا قرآن کریم کو پڑھنا اور اس کا لکھنا تو مخلوق اور حادث ہے اور (مگر خود) قرآن غیر مخلوق ہے۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام سے اللہ نے بطورِ حکایت جو کچھ بیان کیا ہے اور فرعون و ابلیس سے اس نے جو کچھ نقل فرمایا ہے، تو یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو ان سے خبر دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، اور اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر مخلوق کا کلام مخلوق اور حادث ہے اور قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ سو وہ قدیم ہے، نہ یہ کہ مخلوق کے کلام کی طرح حادث ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے: وَکَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا ○ (النساء: 164) اور اللہ نے موسی سے کلام فرمایا اللہ تعالی اس وقت بھی متکلم تھا جبکہ اس نے حضرت موسی علیہ السلام سے کلام نہیں کیا تھا اور اللہ اس وقت ازل میں بھی خالق تھا جبکہ اس نے مخلوق کو پیدا نہیں کیا تھا پس جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسی علیہ السلام سے کلام کیا تو اپنے اسی کلام کے سبب جو اس کی ازلی صفت ہے اور اس کی تمام صفات مخلوق کی تمام صفات سے بالکل الگ ہیں۔

وہ جانتا ہے لیکن نہ اس طرح جیسے ہم جانتے ہیں، وہ قادر ہے لیکن ہماری طرح اس کی قدرت نہیں، وہ دیکھتا ہے مگر ہماری مثل نہیں دیکھتا، وہ کلام کرتا ہے مگر ہمارے کلام کے مانند نہیں، وہ سنتا ہے مگر ایسا نہیں جیسے ہم سنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے آلات و حروف کے ساتھ کلام نہیں کرتا کیونکہ حروف مخلوق ہیں اور اللہ کا کلام مخلوق نہیں۔

اضافہ از عقیدہ طحاویہ

وَإِنَّ الْقُرْآنَ کَلَامُ اللّٰهِ مِنْهُ بَدَا بِلَا کَیْفِیَّةٍ قَوْلًا، وَأَنْزَلَهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَحْیًا وَصَدَّقَهُ الْمُؤْمِنُوْنَ عَلٰی ذٰلِكَ حَقًّا، وَأَیْقَنُوْا أَنَّهُ کَلَامُ اللّٰهِ تَعَالٰی بِالْحَقِیْقَةِ، لَیْسَ بِمَخْلُوْقٍ کَکَلَامِ الْبَرِیَّةِ فَمَنْ سَمِعَهُ فَزَعَمَ أَنَّهُ کَلَامُ الْبَشَرِ فَقَدْ کَفَرَ۔ وَقَدْ ذَمَّهُ اللّٰهُ وَعَابَهٗ وَأَوْعَدَهٗ بِسَقَرَ حَیْثُ قَالَ تَعَالٰی (سَأُصْلِیْهِ سَقَرَ) [الْمُدَّثِّرِ: 26] فَلَمَّا أَوْعَدَ اللّٰهُ بِسَقَرَ لِمَنْ قَالَ: (إِنْ هٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ) [الْمُدَّثِّرِ: 32] عَلِمْنَا وَأَیْقَنَّا أَنَّهُ قَوْلُ خَالِقِ الْبَشَرِ وَلَا یُشْبِهُ قَوْلَ البشر۔ (العقیدة الطحاویة [لأبی جعفر الطحاوی (ت 321ھ) ص40، 41 رقم 33)

ترجمہ اور بے شک قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اللہ تعالی سے ہی ظاہر ہوا ہے، قول کی شکل میں، لیکن بلا کیفیت (قرآن کے نزول اور حروف کی شکل میں متشکل ہونا، اس کی کیفیت کوئی نہیں جان سکتا)۔ اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی شکل میں نازل فرمایا اور مؤمنین نے ٹھیک طریق پر اس کی تصدیق کی ہے، اور وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ یہ قرآن حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، یہ مخلوق نہیں جیسا کہ مخلوقات کا کلام ہوتا ہے جس نے اس قرآن کو سنا اور یہ خیال کیا کہ یہ بشر کا کلام ہے، تو وہ کافر ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کی مذمت کی ہے، اس کی برائی بیان کی ہے، اور اسے عذاب کی وعید سنائی ہے جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ میں ایسے آدمی کو دوزخ میں داخل کروں گا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے ایسے شخص کے بارے میں جو قرآن کے متعلق یہ کہتا ہے کہ یہ انسان کا کلام ہے دوزخ کی وعید سنائی ہے، تو معلوم ہوا کہ یہ انسان کا نہیں بلکہ انسانوں کو پیدا کرنے والے کا کلام ہے اور انسان کا کلام اس سے

مشابہت نہیں رکھتا۔ (ترجمہ عقیدہ طحاویہ)

اور اللہ تعالیٰ شی ہے مگر دیگر اشیاء کی طرح نہیں۔ اور شی کے معنی ثابت کے ہیں۔ وہ جسم جو ہر وعرض نہیں ہے، نہ تو اس کی کوئی حد ہے، اور نہ ضد ہے، اور نہ مقابل ہے اور نہ مثل۔

6 القَوْلُ فِي الصِّفَات

وَله يَد وَوجه وَنَفس كَمَا ذكره الله تَعَالَى فِي الْقُرْآن فَمَا ذكره الله تَعَالَى فِي الْقُرْآن من ذكر الْوَجْه وَالْيَد وَالنَّفس فَهُوَ لَهُ صِفَات بِلَا كَيفَ. وَلَا يُقَال إِن يَده قدرته أَوْ نعْمَته لِأَن فِيهِ إِبْطَال الصّفة وَهُوَ قَول أهل الْقدر والاعتزال وَلَكِن يَده صفته بِلَا كَيفَ وغضبه وَرضَاهُ صفتان من صِفَات الله تَعَالَى بِلَا كَيفَ.

ترجمہ اور اس کے لئے ہاتھ، منہ اور نفس ہے جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے، لیکن ان کی کیفیت معلوم نہیں ہے۔ اور یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ ید سے قدرت اور نعمت مراد ہے، کیونکہ ایسا کہنے سے اس کی صفت کا ابطال لازم آتا ہے، اور یہ منکرینِ تقدیر اور معتزلہ کا مذہب ہے، بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ ہاتھ اس کی مجہول الکیفیت صفت ہے، اور اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی رضا بھی اس کی صفتیں ہیں لیکن بلا کیف۔

7 القَوْلُ فِي الْقدر

خلق الله تَعَالَى الْأَشْيَاء لَا من شَيْء وَكَانَ الله تَعَالَى عَالما فِي الْأَزَل بالأشياء قبل كَونهَا وَهُوَ الَّذِي قدر الْأَشْيَاء وقضاها وَلَا يكون فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَة شَيْء الا بمشيئته وَعلمه وقضائه وَقدره. وَكتبه فِي اللَّوْح الْمَحْفُوظ وَلَكِن كتبه بِالْوَصْفِ لَا بالحكم وَالْقَضَاء وَالْقدر والمشيئة صِفَاته فِي الْأَزَل بِلَا كَيفَ يعلم الله تَعَالَى فِي الْمَعْدُوم فِي حَال عَدمه مَعْدُوما وَيعلم انه كَيفَ يكون إِذا أوجده وَيعلم الله الْمَوْجُود فِي حَال وجوده وَيعلم انه كَيفَ فناؤه وَيعلم الله الْقَائِم فِي

حَال قِيَامه قَائِما وَإِذا قعد فقد علمه قَاعِدا فِي حَال قعوده من غير ان يتَغَيَّر علمه أَوْ يحدث لَهُ علم وَلَكِن التَّغَيُّر وَالِاخْتِلَاف يحدث عِنْد المخلوقين.

ترجمہ اس نے تمام اشیاء کو پیدا کیا ہے لیکن بغیر کسی مادہ کے اور اللہ تعالیٰ ازل ہی سے تمام اشیاء کا عالم ہے جبکہ وہ اشیاء ظاہر نہ ہوئی تھیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہی نے تمام اشیاء کا اندازہ ٹھہرایا، اور ان کے بارے میں فیصلہ صادر فرمایا ہے۔ دنیا اور آخرت میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی مشیت، علم اور قضاء وقدر کے بغیر وقوع پذیر ہو سکے، اور اس نے یہ لوح محفوظ میں درج کر دیا ہے، لیکن اس کی یہ نوشت وصف کے لحاظ اور اعتبار سے لوحِ محفوظ میں مندرج ہے، نہ کہ حکم کے اعتبار سے۔ اور قضاء وقدر اور مشیت اللہ تعالیٰ کی ازلی صفتیں ہیں مگر بلا کیف۔ اللہ تعالیٰ معدوم کو اس کے معدوم ہونے کی حالت میں بھی جانتا ہے، اور یہ بھی جانتا ہے کہ جب اس کو پیدا کرے گا، تو وہ کیسا ہوگا؟ اور وہ موجود چیز کو اس کی موجودگی کی حالت میں جانتا ہے۔ اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کس طرح فنا ہو گی اور وہ قائم کو بحالتِ قیام جانتا ہے، اور جب وہ بیٹھ جائے، تو اس کو بحالتِ قعود بھی وہ جانتا ہے، لیکن اس کے علم میں کسی قسم کا تغیر واقع نہیں ہوتا، اور نہ اس کے لئے کوئی نیا علم حادث اور حاصل ہوتا ہے۔ یہ تغیر اور اختلاف جو بھی ہے تو یہ مخلوق کے ہاں ہوتا ہے۔

8 مَا فطر الله عَلَيْهِ النَّاس

خلق الله تَعَالَى الْخلق سليما من الْكفْر وَالْإِيمَان. ثمَّ خاطبهم وامرهم ونهاهم فَكفر من كفر بِفِعْلِهِ وإنكاره وجحوده الْحق بخذلان الله تَعَالَى إِيَّاه وآمن من آمن بِفِعْلِهِ وَإِقْرَاره وتصديقه بِتَوْفِيق الله تَعَالَى إِيَّاه ونصرته لَهُ أخرج ذُرِّيَّة آدم من صلبه فجعلهم عقلاء، فخاطبهم وَأمرهمْ بِالْإِيمَان ونهاهم عَن الْكفْر فأقروا لَهُ بالربوبية فَكَانَ ذَلِك مِنْهُم إِيمَانًا فهم يولدون على تِلْكَ الْفطْرَة وَمن كفر بعد ذَلِك فقد

بدل وَغیر. وَمن آمن وَصدق فقد ثَبت عَلَيْهِ ودَاوم.

وَلم يجْبر أحدا من خلقه على الْكفْر وَلَا على الْإِيمَان وَلَا خلقه مُؤمنا وَلَا كَافِرًا وَلَكِن خلقهمْ أشخاصا وَالْإِيمَان وَالْكفْر فعل الْعباد وَيعلم الله تَعَالَى من يكفر فِي حَال كفره كَافِرًا فَإِذا آمن بعد ذَلِك علمه مُؤمنا فِي حَال إيمَانه وأحبه من غير أَن يتَغَيَّر علمه وَصفته وَجَمِيع أَفعَال الْعباد من الْحَرَكَة والسكون كسبهم على الْحَقِيقَة وَالله تَعَالَى خَالِقهَا وَهِي كلهَا بمشيئته وَعلمه وقضائه وَقدره.

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ایسی حالت پر پیدا کیا ہے کہ وہ کفر و ایمان سے خالی تھی (یعنی فطرتِ سلیمہ پر اس کو پیدا فرمایا)۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو خطاب کیا ہے، اور حکم دیا ہے اور منع کیا ہے۔ پھر اس کے بعد جس نے بھی کفر اختیار کیا ہے، سو اپنے فعل اور کسب سے اس نے اختیار کیا ہے، اور اس کا انکار اور حق سے جحود اس لئے واقع ہوا ہے کہ اس کو اللہ نے کفر اور جحود کی وجہ سے رسوا کر دیا ہے، اور اسی طرح جو ایمان لایا ہے تو وہ اپنے فعل اور کسب اور اقرار و تصدیق ہی سے ایمان لایا ہے، اور اس کے اس کسب و تصدیق میں اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق شامل حال رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے (عالمِ مثال میں) حضرت آدم علیہ السلام کی ذریت اور اولاد کو ان کی پشت سے نکال کر ان کو عقل سے بہرہ ور کیا، اور پھر ان سے خطاب فرما کر ان کو ایمان لانے کا حکم دیا اور کفر سے منع کیا۔ سو انہوں نے اس کی ربوبیت کا (یعنی جی ہاں کہتے ہوئے) اقرار کیا، اور ان کا یہ اقرارِ ربوبیتِ (عامہ) ایمان تھا، اور اسی صحیح فطرت پر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا۔ سو جس نے اس کے بعد کفر اختیار کیا، تو اس نے اقرار کو بدل دیا، اور جو ایمان لایا اور تصدیق کی، تو اس نے اس عہد کو ملحوظ رکھا، اور اس پر ثابت رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو کفر اور ایمان پر مجبور نہیں کیا، اور نہ ان کو پیدا ہی مؤمن یا کافر کیا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو (ایسے) افراد و اشخاص پیدا کیا ہے (کہ جس طرف وہ جانا چاہیں جا سکیں اور) ایمان و کفر بندوں کے اپنے

(اختیار کردہ) افعال ہیں اور اللہ تعالیٰ کافر کو بحالتِ کفر جانتا ہے اور جب وہ ایمان لے لائے تو ان کو بحالتِ ایمان بھی جانتا ہے، اور اس سے محبت کرتا ہے، مگر اس کی علم وصفت میں کسی قسم کا کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا، اور بندوں کے تمام افعال خواہ وہ حرکت ہوں یا سکون، بندوں کے اپنے کسب و اختیار ہوتے ہیں۔ ہاں خالق ان سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی مشیت اس کے علم اور اس کے فیصلہ اور اس کی تقدیر سے واقع ہوتے ہیں

9 الطَّاعَات محبوبة لله والمعاصي مقدورة غير محبوبة

وَالطَّاعَات كلهَا كَانَت وَاجِبَة بِأَمْر الله تَعَالَى وبمحبته وبرضائه وَعلمه ومشيئته وقضائه وَتَقْدِيره والمعاصي كلهَا بِعِلْمِهِ وقضائه وَتَقْدِيره ومشيئته لَا بمحبته وَلَا برضائه وَلَا بِأَمْرِه.

ترجمہ: اور جملہ طاعات جو بندوں پر واجب ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ کے امر اور اس کی محبت اور اس کی رضا اور اس کے علم اور اس کی مشیت اور اس کے فیصلہ اور اس کی تقدیر سے ہوتی ہیں اور تمام معاصی اس کے علم و قضاء اور تقدیر و مشیت سے تو واقع ہوتے ہیں، مگر اس کی محبت اور رضا اور امر (تشریعی) سے واقع نہیں ہوتے۔

10 القَوْلُ فِي عصمَة الْأَنْبِيَاء

وَالْأَنْبِيَاء عَلَيْهِم الصَّلَاة وَالسَّلَام كلهم منزهون عَن الصَّغَائِر والكبائر وَالْكفْر والقبائح. وَقد كَانَت مِنْهُم زلات وخطايا.

ترجمہ: اور انبیاء کرام علیہم السلام صغائر اور کبائر اور کفر و قبائح سے بالکل منزہ اور پاک تھے۔ ہاں، البتہ لغزش اور خطا اور بھول چوک ان سے بھی سرزد ہوتی رہتی ہے۔

11 القَوْلُ فِي الرَّسُول صلی الله علیه وسلم

وَمُحَمّد علیه الصلاة والسلام حَبِيبه وَعَبده وَرَسُوله وَنَبِيه وصفيه ونقيه وَلم يعبد الصَّنَم وَلم يُشْرك بِاللَّه تَعَالَى طرفَة عين قطّ وَلم يرتكب صَغِيرَة وَلَا كَبِيرَة قطّ.

ترجمہ: اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے حبیب اور اس کے بندے اور اس کے رسول اور اس کے نبی اور اس کے مخلص، برگزیدہ اور منتخب بندے ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک لمحہ بھر بھی کبھی صنم پرستی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کیا، اور نہ آپ ﷺ نے بھی صغیرہ اور کبیرہ کا ارتکاب کیا ہے۔

نوٹ: امام ابو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة بن سلمة الأزديّ الطحاوی، (م:321ھ) لکھتے ہیں:

وَإِنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ الْمُصْطَفٰى وَنَبِيُّهُ الْمُجْتَبٰى وَرَسُولُهُ المرتضٰى۔ وأنه خاتم الأنبياء وإمام الأتقياء وسيد المرسلين۔ وحبيب رب العالمين۔ وكل دعوى النبوة بعده فغي وهوى۔ وَهُوَ الْمَبْعُوثُ إِلٰى عَامَّةِ الْجِنِّ وَكَافَّةِ الْوَرٰى بالحق والهدى وبالنور والضياء۔

(العقيدة الطحاوية لأبي جعفر الطحاوی (ت 321ھ) ص39 تا39 رقم29 تا32)

ترجمہ: حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے برگزید اور منتخب بندے ہیں اور اللہ کے پسندیدہ رسول ہیں۔ آپ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ ﷺ تمام اتقیاء کے امام اور تمام رسولوں کے سردار اور اللہ رب العالمین کے محبوب ہیں۔ آپ ﷺ کی نبوت کے بعد ہر قسم کی نبوت کا دعویٰ گمراہی اور خواہش نفس کی پیروی ہے۔ اور حضور اکرم ﷺ عام جنات اور تمام انسانوں کی طرف حق اور ہدایت کے ساتھ بھیجے گئے ہیں۔

12 المفاضلة بين الصَّحَابَة

وَأفضل النَّاس بعد النَّبِيين عَلَيْهِم الصَّلَاة وَالسَّلَام أَبُو بكر الصّديق ثمَّ عمر بن الْخطاب الْفَارُوق ثمَّ عُثْمَان بن عَفَّان ذُو النورين ثمَّ عَليّ بن أبي طَالب المرتضى رضوَان الله عَلَيْهِم أَجْمَعِين۔

ترجمہ: جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ترین حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر ان کے بعد حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ، پھر ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں، پھر ان کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ سب حضرات عبادت گزار

اور حق پر گامزن تھے اور ہم سب ان سے محبت کرتے ہیں اور ہم رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھلائی سے ہی یاد رکھتے ہیں۔

اضافہ از عقیدہ طحاویہ

وَنُحِبُّ أَصْحَابَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلمَ وَلَا نُفَرِّطُ فِي حُبِّ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَلَا نَتَبَرَّأُ مِنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنُبْغِضُ مَنْ يُبْغِضُهُمْ، وَبِغَيْرِ الْخَيْرِ يَذْكُرُهُمْ وَلَا نَذْكُرُهُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ وَحُبُّهُمْ دِينٌ وَإِيمَانٌ وَإِحْسَانٌ وَبُغْضُهُمْ كُفْرٌ وَنِفَاقٌ وطغيان۔ وَنُثْبِتُ الْخِلَافَةَ بَعْدَ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلمَ أَوَّلًا لِأَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رضى الله عنه تفضيلا له وتقديما على جميع الأمة، ثُمَّ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضى الله عنه، ثم لعثمان رضى الله عنه، ثُمَّ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضى الله عنه۔ وهم الخلفاء الراشدون والأئمة المهديون۔ وَأَنَّ الْعَشَرَةَ الَّذِينَ سَمَّاهُمْ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلمَ وَبَشَّرَهُمْ بِالْجَنَّةِ نَشْهَدُ لَهُمْ بِالْجَنَّةِ عَلٰى مَا شَهِدَ لَهُمْ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلمَ۔ وَقَوْلُهُ الْحَقُّ وَهُمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ على وطلحة والزبير وَسَعْدٌ وَسَعِيدٌ وَعَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ وَأَبُو عبيدة الْجَرَّاحِ وَهُوَ أَمِينُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ رضى الله عنهم أجمعين۔ وَمَنْ أَحْسَنَ الْقَوْلَ فِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلمَ وَأَزْوَاجِهِ الطَّاهِرَاتِ مِنْ كُلِّ دَنَسٍ وَذُرِّيَّاتِهِ الْمُقَدَّسِينَ مِنْ كُلِّ رِجْسٍ فَقَدْ بَرِيءَ مِنَ النِّفَاقِ۔

(العقيدة الطحاوية لأبي جعفر الطحاوی (ت 321ھ) ص81 تا82 رقم93 تا96)

ترجمہ: ہم جناب نبی کریم ﷺ کے سب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت کرتے ہیں اور کسی ایک کی محبت میں غلو اور زیادتی نہیں کرتے، اور نہ ان میں سے کسی سے بیزاری اور تبرا کرتے ہیں، اور ہم ان سب لوگوں سے بغض رکھتے ہیں، جو صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں اور ان کا برائی سے ذکر کرتے ہیں اور ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سوائے نیکی اور اچھائی کے ذکر نہیں کرتے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے محبت دین، ایمان اور احسان (یعنی اعلی

درجہ کی نیکی) ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بغض کفر نفاق اور سرکشی ہے اور ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام صحابہ رضی اللہ عنہم پر فضیلت دیتے ہوئے اور تمام امت پر مقدم سمجھتے ہوئے سب سے پہلے خلافت کا اثبات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے کرتے ہیں، پھر ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لئے۔ اور یہ چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہیں اور ہدایت یافتہ ائمہ اور پیشوا ہیں۔ اور بے شک وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دس صحابہ رضی اللہ عنہم جن کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام لے کر ان کو بشارت سنائی۔ ہم ان کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق جنت کی گواہی دیتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان برحق ہے اور وہ صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت سعید رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ امت کے امین ہیں۔ اور جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج رضی اللہ عنہن اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد پاک رضی اللہ عنہم کے بارہ میں اچھی بات کہی، تو ایسا شخص نفاق سے بری ہوگا۔ (عقیدہ طحاویہ)

13 لَا یکفر مُسلم بذنب مَا لم یستحله

عابدين ثابتين على الْحق وَمَعَ الْحق نتولاهم جَمِيعًا وَلَا نذْكر أحدا من أَصْحَاب رَسُول الله إِلَّا بِخَير وَلَا نكفر مُسلما بذنب من الذُّنُوب وَإِن كَانَت كَبِيرَة إِذا لم يستحلها وَلَا نزيل عَنهُ اسْم الْإِيمَان ونسميه مُؤمنا حَقِيقَة وَيجوز ان يكون مُؤمنا فَاسِقًا غير كَافِر۔

ترجمہ: اور ہم کسی مسلمان کو کسی گناہ کی وجہ سے اگرچہ وہ کبیرہ ہی کیوں نہ ہو، کافر نہیں کہتے جب تک کہ وہ اسے حلال نہ سمجھے، اور ہم اس کو ایمان کے وصف سے نہیں نکالتے، بلکہ اس کو حقیقت میں مؤمن ہی کہتے ہیں۔ اور یہ ہوسکتا ہے کہ مرتکب کبیرہ مؤمن ہوتے ہوئے بھی فاسق رہے اور کافر نہ ہو۔

اضافہ از عقیدہ طحاویہ

وَلَا نُكَفِّرُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ بِذَنْبٍ ما لم يستحله. وَلَا نَقُولُ لَا يَضُرُّ مَعَ الْإِيمَانِ ذَنْبٌ لمن عمله. وَنَرْجُو لِلْمُحْسِنِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ وَيُدْخِلَهُمُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ وَلَا نَأْمَنُ عَلَيْهِمْ وَلَا نشهد لهم بالجنة ونستغفر لمسيئهم ونخاف عليهم ولا نقنطهم. وَالْأَمْنُ وَالْإِيَاسُ يَنْقُلَانِ عَنْ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ وَسَبِيلُ الحق بينهما لأهل القبلة. وَلَا يَخْرُجُ الْعَبْدُ مِنَ الْإِيمَانِ إِلَّا بِجُحُودِ ما أدخله فيه.

(العقيدة الطحاوية لأبي جعفر الطحاوی (ت 321ھ) ص 60 تا 61 رقم 57 تا 61)

ترجمہ: اور ہم مسلمانوں کی جماعت کی مخالفت نہیں کرتے اور اہلِ قبلہ میں سے کسی کی گناہ کی وجہ سے تکفیر نہیں کرتے، جب تک کہ وہ اس گناہ کو حلال اور جائز نہ سمجھے، اور ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا (جیسا کہ مرجئہ فرقہ کا عقیدہ ہے)، اور ہم نیک کام کرنے والوں کے حق میں امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے درگزر فرمائیں گے، لیکن ان کے متعلق بالکل بے فکر نہیں ہوتے، اور نہ ان کے لئے قطعی طور پر جنت کی گواہی دیتے ہیں، اور ہم مسلمانوں میں سے جو لوگ کسی برائی میں مبتلا ہیں، ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتے ہیں، اور ان پر اللہ کی گرفت کا خوف کھاتے ہیں، لیکن ہم ان کو رحمتِ خداوندی سے مایوس نہیں کرتے۔ اللہ کی پکڑ سے بالکل بے فکر ہونا اور اس کی رحمت سے مایوس ہوجانا، یہ دونوں باتیں ملت سے خارج کر دیتی ہیں۔ اہلِ قبلہ کے لئے حق کا راستہ ان دونوں باتوں کے درمیان ہے۔ اور ہم کسی بندہ کو ایمان سے خارج نہیں قرار دیتے، سوائے اس کے کہ وہ اس بات کا انکار کردے جس بات نے اس کو ایمان میں داخل کیا ہے۔

14 ذکر بعض من عقائد اهل السّنة

وَالمسح على الْخُفَّيْنِ سنة والتراويح فِي لَيَالِي شهر رَمَضَان سنة وَالصَّلَاة خلف كل بر وَفَاجِر جَائِزَة وَلَا نقُول إِن الْمُؤمن لَا تضره الذُّنُوب وَلَا نقُول إِنَّه لَا يدْخل النَّار وَلَا نقُول إِنَّه يخلد فِيهَا، وَإِن كَانَ

فَاسِقًا بعد ان یخرج من الدُّنْیَا مُؤمنا وَلَا نقُول إِن حَسَنَاتنَا مَقْبُولَة وسیئاتنا مغفورة کَقَوْل المرجئة وَلکِن نقُول من عمل حَسَنَة بِجَمِیع شرائطها خَالِیَة عَن الْعُیُوب الْمفْسدَة وَلم یُبْطِلهَا بِالْکفْر وَالرِّدَّة والأخلاق السَّیئَة حَتَّی خرج من الدُّنْیَا مُؤمنا فَإِن الله تَعَالَی لَا یضیعها بل یقبلهَا مِنْهُ ویثیبه عَلَیْهَا.

وَمَا کَانَ من السَّیِّئَات دون الشّرك وَالْکفْر وَلم یتب عَنْهَا صَاحبهَا حَتَّی مَاتَ مُؤمنا فَإِنَّهُ مُؤمن فِي مَشِیئَة الله تَعَالَی إِن شَاءَ عذبه بالنَّار وَإِن شَاءَ عَفا عَنهُ وَلم یعذب بالنَّار أصلا والریاء إِذا وَقع فِي عمل من الْأَعْمَال فَإِنَّهُ یبطل أجره وَکَذَلِكَ الْعجب.

ترجمہ: اور موزوں پر مسح کرنا سنت ہے، اور اسی طرح رمضان المبارک کی راتوں میں نماز تراویح پڑھنا بھی سنت ہے، اور مؤمنین میں سے ہر ایک نیک و بد کے پیچھے اس کی اقتداء میں نماز جائز ہے۔

اور ہم یہ نہیں کہتے کہ مومن کو کسی گناہ کی وجہ سے نقصان نہیں پہنچتا، اور نہ یہ کہتے ہیں کہ مؤمن کبھی دوزخ میں داخل ہی نہ ہوگا، اور نہ یہ کہتے ہیں کہ مؤمن اگرچہ فاسق ہو، ہمیشہ دوزخ میں رہے گا، جبکہ وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ متصف ہوکر آخرت کو گیا ہو۔

اور ہم یہ نہیں کہتے کہ ہماری سب نیکیاں مقبول اور سب بدیاں بخشی ہوئی ہیں، جیسا کہ فرقہ مرجیہ کا اعتقاد ہے، لیکن ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جس نے تمام شرائط کو ملحوظ رکھ کر نیکی کی، اور عمل کو برباد دینے والے تمام عیوب سے خالی رہا، اور کفر وارتداد سے عمل کو باطل نہ کر دیا، اور وہ ایمان ہی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوا، تو اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو ضائع نہ کرے گا، بلکہ وہ اس کو قبول فرما کر اس پر اجر دے گا۔

اور جو گناہ کفر وشرک سے کم درجہ کے ہیں اور اس کے مرتکب نے توبہ بھی نہ کی ہو، اور اسی حالت میں فوت ہو گیا، تو وہ اللہ کے اختیار میں ہے، اگر وہ چاہے تو اس کو دوزخ میں سزا دے، اور اگر چاہے تو اس کو معاف کر دے، اور دوزخ میں بالکل داخل نہ

کرے، اور جب کسی عمل میں ریا کا دخل ہوتا ہے، تو اس سے ثواب واجر بالکل باطل ہو جاتا ہے، اور اسی طرح تکبر اور خود پسندی سے بھی عمل باطل ہو جاتا ہے۔

15 آیَات الْأَنْبِیَاء وکرامات الْأَوْلِیَاء حق

والآیات ثَابِتَة للأنبیاء والکرامات للأولیاء حق وأما الَّتِي تکون لأعدائه مثل ابلیس وَفرْعَوْن والدجال فِیمَا رُوِيَ الْأَخْبَار أَنه کَانَ وَیکون لَهُم لَا نسمیها آیَات وَلَا کرامات وَلکِن نسمیها قَضَاء حاجاتهم وَذَلِكَ لِأَن الله تَعَالَی یقْضِي حاجات اعدائه استدراجا لَهُم وعقوبة لَهُم فیغترون بِهِ ویزدادون طغیانا وَکفرا وَکله جَائِز مُمکن.

ترجمہ: اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات اور اولیاء کرام کی کرامات حق اور ثابت ہیں اور جو خارقِ عادات امور ابلیس، فرعون اور دجال وغیرہ خدا تعالیٰ کے دشمنوں کے ہاتھوں پر صادر ہوئے، یا آئندہ ہوں گے، جو (صحیح) احادیث سے ثابت ہیں، تو ہم ان کو نہ معجزات کہتے ہیں اور نہ کرامات، بلکہ یہ استدراجات ہیں جن کے بارے میں یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی حاجتیں پوری کر دی ہیں، کیونکہ وہ دشمنوں کی حاجتوں کو بھی پورا کرتا ہے، محض ان کو ڈھیل اور سزا دینے کے لئے۔ مگر وہ لوگ اور زیادہ مغرور ہو کر سرکشی اور کفر پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ ممکن ہے اور ہو سکتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ مخلوق کی پیدائش سے قبل خالق تھا، اور اسی طرح ان کو روزی دینے سے قبل وہ رازق بھی تھا۔

16 رُؤْیَة الله فِي الْآخِرَة

وَکَانَ الله تَعَالَی خَالِقًا قبل ان یخلق ورازقا قبل ان یرْزق وَالله تَعَالَی یرى فِي الْآخِرَة وَیَرَاهُ الْمُؤْمِنُونَ وهم فِي الْجنَّة بأعین رؤوسهم بِلَا تَشْبِیه وَلَا کَیْفیَّة وَلَا یکون بَینه وَبَین خلقه مَسَافَة.

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی آخرت میں زیارت ہوگی اور مؤمن اسے دیکھیں گے جنت میں اپنی

سر کی آنکھوں سے لیکن بلا تشبیہ اور بلا کیفیت کے۔

اضافہ از عقیدہ طحاویہ

وَالرُّؤْيَةُ حَقٌّ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ بِغَيْرِ إِحَاطَةٍ وَلَا كَيْفِيَّةٍ كَمَا نَطَقَ بِهِ كِتَابُ رَبِّنَا (وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ) [القِيَامَة: 22-23]. وَتَفْسِيرُهُ على ما أراده الله تَعَالَى وَعَلِمَهُ. وَكُلُّ مَا جَاءَ فِي ذلك من الحديث الصحيح عن الرسول صلى الله عليه وسلم فَهُوَ كَمَا قَالَ. وَمَعْنَاهُ عَلَى مَا أَرَادَ لا ندخل في ذلك متأولين بآرائنا۔

(العقيدة الطحاوية لأبي جعفر الطحاوي (ت 321ھ) ص 43 تا رقم 35)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کا دیدار اہلِ جنت کے لئے بغیر احاطہ کرنے کے اور بغیر کیفیت کے برحق ہے، جیسا کہ ہمارے پروردگار کی کتاب نے اس کو بیان کیا ہے کہ اس دن کئی چہرے تروتازہ ہوں گے اور اپنے پروردگار کی طرف دیکھنے والے ہوں گے، اور دیدار اور رؤیت کی تفسیر وتشریح اسی طرح درست ہوگی جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے اور اس بارہ میں رسول اللہ ﷺ سے صحیح حدیث آئی ہے، تو وہ اسی طرح برحق ہے اور اس کا معنی وہی ہے جو آپ ﷺ نے ارادہ کیا۔ ہم اس سلسلہ میں اپنی رائے کے ساتھ تاویل نہیں کرتے اور نہ اپنی خواہشات کے ساتھ کسی وہم میں پڑتے ہیں کیونکہ دین میں وہی آدمی بچا ہے جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے سرِ تعلیم خم کیا ہے۔ (عقیدہ طحاویہ)

اور اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان کوئی مسافت (دوری اور بعد) نہیں ہوگی۔

17 تَعْرِيفُ الْإِيمَان

وَالْإِيمَانُ هُوَ الْإِقْرَارُ والتصديق وإيمان أهل السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يزيد وَلَا ينقص من جِهَة الْمُؤمن بهَا وَيزيد وَيَنْقص من جِهَة الْيَقِين والتصديق والمؤمنون مستوون فِي الْإِيمَان والتوحيد متفاضلون فِي الْأَعْمَال۔

ترجمہ: اور ایمان زبان سے اقرار اور دل سے یقین کرنے کا نام ہے۔ اہل سماء اور اہل زمین (ملائکہ انسان جنات) کا ایمان کم وبیش نہیں ہوتا مؤمن بہ کے اعتبار سے (یعنی ان چیزوں کے لحاظ سے جن پر ایمان لانا ضروری ہے۔ مثلاً: ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کی صفات، ملائکہ، انبیاء، کتبِ سماویہ، یومِ آخرت وغیرہ وغیرہ)۔ لیکن ایمان، یقین اور تصدیق کے لحاظ سے کم وبیش ہوتا ہے، اور سب مؤمن ایمان اور توحید میں مساوی ہیں۔ البتہ اعمال کے اندر ایک دوسرے سے کم وبیش ہیں۔

18 علاقة الْإِسْلَام وَالْإِيمَان

والاسلام هُوَ التَّسْلِيم والإنقياد لأوامر الله تَعَالَى فَمن طَرِيق اللُّغَة فرق بَين الْإِسْلَام وَالْإِيمَان وَلَكِن لَا يكون إِيمَان بِلَا اسلام وَلَا يُوجد إِسْلَام بِلَا إِيمَان وهما كالظهر مَعَ الْبَطن وَالدّين اسْم وَاقع على الْإِيمَان وَالْإِسْلَام والشرائع كلهَا

ترجمہ: اور اسلام اللہ تعالیٰ کے اوامر کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے اور اطاعت کرنے کا نام ہے۔ پس لغوی اعتبار سے ایمان اور اسلام کے درمیان فرق ہے لیکن ایمان بغیر اسلام کے اور اسلام بغیر ایمان کے نہیں پایا جاتا۔ ان کی مثال پشت اور پیٹ کی سی ہے (یعنی پشت بغیر پیٹ اور پیٹ بغیر پشت کے متصور نہیں ہوتا)۔ اور دین ایسا جامع نام ہے جو صادق آتا ہے ایمان اور اسلام اور تمام شرائع پر۔

19 معرفتنا بِاللَّه تَعَالَى

نَعْرِف الله تَعَالَى حق مَعْرفَته كَمَا وصف نَفسه فِي كِتَابه بِجَمِيع صِفَاته وَلَيْسَ يقدر أُحُد ان يعبد الله حق عِبَادَته كَمَا هُوَ أهل لَهُ وَلكنه يعبده بِأَمْرِهِ كَمَا أمره بكتابه وَسنة رَسُوله وَيَسْتَوِي الْمُؤمنُونَ كلهم فِي الْمعرفَة وَالْيَقِين والتوكل والمحبة والرضاء وَالْخَوْف والرجاء وَالْإِيمَان فِي ذَلِك ويتفاوتون فِيمَا دون الْإِيمَان فِي ذَلِك كُله۔

ترجمہ: ہم اللہ کو پہچانتے ہیں جیسا کہ اس کے پہچاننے کا حق ہے جیسا کہ اللہ نے خود اپنے

بارے میں اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔ لیکن کوئی شخص یہ طاقت نہیں رکھتا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکے، جیسا کہ حق ہے اس کی عبادت کرنے کا۔ اور جیسا کہ وہ اس کا حقدار ہے لیکن ہر ایک کو اس کی عبادت کرنی چاہیئے اس کے حکم کے مطابق جیسا کہ اس نے اپنی کتاب میں حکم دیا ہے اور اس کے رسول ملے کی سنت کے مطابق۔ اور سب مومن معرفت (خدا کو پہچاننے میں اور) یقین اور توکل اور محبت اور رضا اور خوف اور رجاء میں۔ اور ان سب پر ایمان لانے میں مساوی ہیں اور ایمان کے علاوہ ان سب چیزوں اعمال وفضائل وغیرہ کے اعتبار سے ان میں ضرور فرق ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فضل کرنے والا اور عادل ہے کبھی تو وہ اپنے فضل وکرم سے اس سے دگنا ثواب عطا فرما دیتا ہے جس کا بندہ مستحق ہوتا ہے اور کبھی اللہ تعالیٰ گناہ پر سزا دیتا ہے مگر یہ اس کے عدل کا تقاضا ہوتا ہے، اور کبھی محض اپنے فضل سے معاف بھی فرما دیتا ہے۔

20 شَفَاعَةُ الْأَنْبِيَاء وَالْمِيزَان والحوض

وَالله تَعَالٰى متفضل على عباده عَادل قد يُعْطى من الثَّوَاب أَضْعَاف مَا يستوجبه العَبْد تفضلا مِنْهُ وَقد يُعَاقب على الذَّنب عدلا مِنْهُ وَقد يعْفُو فضلا مِنْهُ۔ وشفاعة الْأَنْبِيَاء عليهم السلام حق۔ وشفاعة النَّبِي صلى الله عليه وسلم للْمُؤمنِينَ المذنبين وَلأهل الْكَبَائِر مِنْهُم المستوجبين الْعقَاب حق ثَابت وَوزن الْأَعْمَال بالميزان يَوْم الْقِيَامَة حق۔ وحوض النَّبِي عليه الصلاة والسلام حق۔

ترجمہ: اور انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی شفاعت حق ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت گنہ گار مؤمنین کے لئے اور اہل کبائر کے لئے جو سزا وار عذاب ہو چکے ہوں، حق اور ثابت ہے۔

اور قیامت کے دن اعمال کا ترازو میں تولا جانا برحق ہے اور حضور ﷺ کا حوض (یعنی حوضِ کوثر) حق ہے۔

اضافہ از عقیدہ طحاویہ

وَالْحَوْضُ الَّذِي أَكْرَمَهُ اللهُ تَعَالٰى بِهِ غِيَاثًا لأمته حق۔

(العقيدة الطحاوية لأبي جعفر الطحاوي (ت 321ھ) ص45 رقم 40)

ترجمہ: اور حوضِ کوثر، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو آپ ﷺ کی امت کی تکلیف دور کرنے اور پیاس بجھانے کے لئے عزت بخشی ہے (عقیدہ طحاویہ)

21 الْجنَّة وَالنَّار لَا تفنيان

وَالْقصاص فِيمَا بَين الْخُصُوم بِالْحَسَنَاتِ يَوْم الْقِيَامَة حق وَإِن لم تكن لَهُم الْحَسَنَات فطرح السَّيِّئَات عَلَيْهِم حق جَائِز۔ وَالْجنَّة وَالنَّار مخلوقتان لَا تفنيان أبدا۔ وَلَا يفنى عِقَاب الله تَعَالٰى وثوابه سرمدا۔ وَالله تَعَالٰى يهدي من يَشَاء فضلا مِنْهُ ويضل من يَشَاء عدلا مِنْهُ وإضلاله خذلانه وَتَفْسِير الخذلان ان لَا يوفق العَبْد إِلَى مَا يرضاه وَهُوَ عدل مِنْهُ وَكَذَا عُقُوبَة المخذول على الْمعْصِيَة۔

ترجمہ: اور مخاصمت کرنے والوں کے درمیان قیامت کے دن قصاص اور عوض معاوضہ لینا حق ہے، اور اگر ان کی نیکیاں نہ ہوں گی، تو دوسروں (یعنی مظلوموں) کے گناہ کا ان پر ڈالا جانا بھی حق اور جائز ہے، اور جنت اور دوزخ پیدا شدہ اور آج بھی موجود ہیں (یہ نہیں کہ آئندہ پیدا ہوں گی)، جو کبھی بھی فنا نہیں ہوں گی اور حورِعین بھی کبھی فنا نہیں ہوں گی اور نہ اللہ تعالیٰ کا عذاب اور ثواب ختم ہوگا بلکہ وہ ابدالآباد رہے گا۔

اور اللہ تعالیٰ رہنمائی کرتا ہے جس کو چاہے اپنے عدل سے اور اللہ تعالی کا کسی کو گمراہ کرنا بایں طور ہے کہ وہ اس کو رسوا کر دے اور (خذلان کا) معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو پسند کرتا ہے انسان کو اس کی توفیق دے۔ یہ بھی اس کی طرف سے عدل ہی ہوگا (کیونکہ جب انسان نے سوءِ استعداد سے غلط رویہ اختیار کیا ہے، تو اس کو نیکی کی توفیق ہی نہیں ملتی، اور اسی طرح مخذول کو گناہ پر سزا دینا بھی اس کی طرف سے عدل ہے۔

22 عَذَاب الْقَبْر

وَلَا يجوز ان نقُول إِن الشَّيْطَان يسلب الْإِيمَان من العَبْد الْمُؤمن قهرا

وجبرا۔ وَلٰکِن نقُول العَبۡد یدع الۡإِیمَان فَحِینَئِذٍ یسلبه مِنۡهُ الشَّیۡطَان۔
وسؤال مُنکر وَنکِیر حق کَائِن فِي الۡقَبۡر وإعادة الرّوح إِلَی الۡجَسَد فِي قَبره
حق وضغطة الۡقَبۡر وعذابه حق کَائِن للۡکفَّار کلهم ولبعض عصاة
الۡمُؤمنِینَ حق جَائِز۔

وکل شَيۡء ذکره الۡعلمَاء بِالۡفَارِسِیَّةِ من صِفَات الله عز اسۡمه فَجَائِز
الۡقَوۡل بِهِ سوی الۡیَد بِالۡفَارِسِیَّةِ وَیجوز ان یُقَال (بروی خدا) أَي عز
وجل بِلَا تَشۡبِیه وَلَا کَیۡفِیَّة۔

ترجمہ اور یہ جائز نہیں کہ ہم یہ کہیں کہ شیطان، بندہ مومن سے جبراً ایمان سلب کر لیتا ہے، لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ بندہ جب خود ایمان کو ترک کر دیتا ہے، تو اس وقت شیطان اسے اغوا کر لیتا ہے اور ایمان کی دولت سے اس کو محروم کر دیتا ہے۔

اور قبر میں منکر نکیر کا سوال حق اور ثابت ہے اور قبر میں جسم کی طرف (جس کی کیفیت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے) روح کا لوٹایا جانا حق اور ثابت ہے، اور قبر کا دباؤ اور عذاب حق ہے جو تمام کافروں کے اور بعض گنہگار مومنوں کے لئے واقع ہوگا، یہ بھی ٹھیک اور جائز ہے۔

اور ہر وہ صفت جس کو علماء نے فارسی زبان میں ذکر کیا ہے اللہ تعالیٰ صفات میں سے تو اس کا اطلاق درست ہے سوائے یہ (یعنی ہاتھ) کے کہ اس کا تلفظ فارسی زبان میں درست نہیں (مثلا یہ کہا جائے کہ دستِ خدائے)، اور یہ جائز ہے کہ یوں کہے کہ بروئے خدا لیکن بغیر تشبیہ اور بغیر کیفیت کے۔

23 معنی الۡقرب والبعد

وَلَیۡسَ قرب الله تَعَالَی وَلَا بعده من طَرِیق طول الۡمسَافَة وقصرها
وَلٰکِن علی معنی الۡکَرَامَة والهوان والمطیع قریب مِنۡهُ بِلَا کَیۡف
والعاصي بعید مِنۡهُ بِلَا کَیۡف. والقرب والبعد والإقبال یَقع علی
المناجي وَکَذٰلِكَ جواره فِي الۡجنَّة وَالۡوُقُوف بین یَدَیۡهِ بِلَا کَیۡفِیَّة۔

ترجمہ اور اللہ تعالیٰ کا قرب و بعد مسافت کی درازی اور کوتاہی کے طریق پر نہیں ہے لیکن وہ بایں معنی ہے کہ اس کا قرب عزت پانے اور معزز ہونے اور اس کا بُعد (دوری) ذلیل اور خوار ہونے کے لحاظ سے ہے، اور قرب و بعد اور اقبال مناجات کرنے والے کے لیے ہوتا ہے۔ (یعنی جو بندہ اللہ کے آگے تضرع و عاجزی کرتا ہے) اور ایسا ہی اس کا جوار جنت میں اور اس کے سامنے کھڑا ہونا بلا کیفیت کے حق ہے۔

24 الۡقَوۡل فِي تفاضل آیَات الۡقُرۡآن

وَالۡقُرۡآن منزل علی رَسُول الله صلی الله علیه وسلم وَهُوَ فِي الۡمَصَاحِف
مَکۡتُوب وآیات الۡقُرۡآن فِي معنی الۡکَلَام کلهَا مستویة فِي الۡفَضِیلَة
وَالۡعَظَمَة الا ان لبعضها فَضِیلَة الذّکر وفضیلة الۡمَذۡکُور مثل آیَة
الۡکُرۡسِيّ لِأَن الۡمَذۡکُور فِیهَا جلال الله تَعَالَی وعظمته وَصِفَاته
فاجتمعت فِیهَا فضیلتان فَضِیلَة الذّکر وفضیلة الۡمَذۡکُور ولبعضها
فَضِیلَة الذّکر فَحسب مثل قصَّة الۡکفَّار وَلَیۡسَ للمذکور فِیهَا فضل
وهم الۡکفَّار وَکَذٰلِكَ الۡأَسۡمَاء وَالصِّفَات کلهَا مستویة فِي العظمة
وَالۡفضل لَا تفَاوت بَینهَا۔

ترجمہ اور قرآن نازل کیا گیا ہے، جناب رسول اللہ ﷺ پر اور وہ صحیفوں میں لکھا ہوا ہے، اور قرآن کی آیات اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے کی حیثیت سے فضیلت اور عظمت میں سب مساوی ہیں۔ لیکن بعض آیات کے لئے ذکر اور مذکور دونوں کی وجہ سے خاص فضیلت ہے جیسا کہ آیت الکرسی، کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا جلال اس کی عظمت اور اس کی صفات کا ذکر ہے، تو اس میں دو فضیلتیں جمع ہوگئی ہیں: ایک ذکر کی فضیلت اور دوسرے مذکور کی فضیلت۔ اور بعض آیات کے لئے فقط ذکر کی فضیات ہے نہ کہ مذکور کی۔ مثلاً: وہ آیات جن میں کفار کا قصہ بیان کیا گیا ہے، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء اور اس کی صفات سب کی سب عظمت اور فضیلت میں مساوی ہیں۔ ان میں کوئی تفاوت نہیں ہے۔

25 أَبنَاء رَسُول الله وَبنَاته

وقاسم وطاهر وَإِبْرَاهِيم كَانُوا بنى رَسُول الله صلى الله عليه وسلم وَفَاطِمَة ورقية وَزَيْنَب وَأم كُلْثُوم كن جَمِيعًا بَنَات رَسُول الله صلى الله عليه وسلم۔

وَإِذا أشكل على الْإِنْسَان شَيْء من دقائق علم التَّوْحِيد فَإِنَّهُ يَنْبَغِي لَهُ ان يعْتَقد فِي الْحَال مَا هُوَ الصَّوَاب عِنْد الله تَعَالَى الى ان يجد عَالما فيسأله وَلَا يَسعهُ تاخير الطّلب وَلَا يعْذر بِالْوُقُوفِ فِيهِ وَيكفر إِن وقف وَخير الْمِعْرَاج حق من رده فَهُوَ مُبْتَدع ضال۔

ترجمہ اورحضرت قاسم رضی اللہ عنہ، حضرت طاہر رضی اللہ عنہ، حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند تھے، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا۔ یہ سب کی سب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادیاں تھیں۔ اور جب کسی انسان پر علمِ توحید (یعنی ذات اور صفات باری تعالیٰ) میں سے کسی مسئلہ میں دشواری پیش آجائے، اور اس سے فیصلہ نہ ہوسکے، تو اس کے بارہ میں اسے یوں کہنا چاہیئے کہ جو کچھ عنداللہ صحیح اور درست ہے اس پر میرا اعتقاد ہے یہاں تک کہ جب کوئی عالم اسے مل جائے، تو اس سے دریافت کرے، اور یہ جائز نہیں کہ وہ اس مشکل کا حل تلاش کرنے میں تاخیر کرے، بلکہ تلاش میں لگا رہے اور اس کو اس بارہ میں توقف کرنے سے بھی معذور نہیں سمجھا جائے گا، اور اس نے اس بارہ میں توقف کیا تو اس کی تکفیر کی جائے گی

اورمعراج کا واقعہ صحیح اور برحق ہے جس نے اس کا انکار کیا وہ بدعتی اور گمراہ ہوگا۔

اضافہ ازعقیدہ طحاویہ

وَالْمِعْرَاجُ حَقٌّ وَقَدْ أُسْرِىَ بِالنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، وَعُرِجَ بِشَخْصِهِ فِي الْيَقَظَةِ إِلَى السَّمَاءِ۔ ثُمَّ إِلَى حَيْثُ شَاءَ اللهُ مِنَ الْعُلَا وَأَكْرَمَهُ اللهُ بِمَا شَاءَ وَأَوْحَى إِلَيْهِ مَا أَوْحَى (ما كذب الفؤاد ما رأى) [النجم: 11]۔

ترجمہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کورات کے وقت سیر کرائی بیداری کی حالت میں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو یعنی جسدِ مبارک آسمانِ دنیا تک اوپر لے جایا گیا۔ پھر وہاں سے آگے جہاں تک اللہ نے چاہا، بلندیوں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے جایا گیا اور جس چیز کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بزرگی بخشی اور اللہ تعالیٰ نے (وہاں) اپنے بندہ پر جو چاہا وحی نازل فرمائی۔ (ترجمہ عقیدہ طحاویہ)

26 أَشْرَاط السَّاعَة

وَخُرُوج الدَّجَّال ويأجوج وماجوج وطلوع الشَّمْس من مغْرِبهَا ونزول عِيسَى عليه السلام من السَّمَاء وَسَائِر عَلَامَات يَوْم الْقِيَامَة على مَا وَردت بِهِ الْأَخْبَار الصَّحِيحَة حق كَائِن۔ وَالله تَعَالَى يهدى من يَشَاء إِلَى صِرَاط مُسْتَقِيم۔

اور دجال کا خروج اور یاجوج ماجوج کا نکلنا اور سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے نازل ہونا اور دیگر وہ تمام علاماتِ قیامت جیسا کہ صحیح احادیث میں وارد ہوئی ہیں یہ سب حق ہیں اور لامحالہ ہونے والی ہیں۔
اور اللہ تعالیٰ رہنمائی فرماتا ہے جس کی چاہے سیدھی راہ کی۔

وصلى الله تعالى وسلم على خير خلقه سيدنا ومولانا محمد وعلى آله وأصحابه وذرياته واهل بيته اجمعين آمين يارب العالمين۔

(الفقه الأكبر، ص 5 تا 73۔ المؤلف: أبو حنيفة النعمان (ت 150هـ)۔ الناشر: مكتبة الفرقان-الإمارات العربية۔ الطبعة: الأولى، 1419هـ-1999م)

باب 3

وصیت کا مفہوم اور اہمیت

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصایا شریف کی تحقیق پیش تر لفظ ''وصیت'' کی لغوی تحقیق اور اصطلاحی معنی ملاحظہ کرلیں تا کہ افہام وتفہیم میں سہولت ہو۔

1 وصیت کے لغوی اور اصطلاحی معنٰی

''وصیت'' عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا معنی وصیت، نصیحت اور حکم ہے اور اس کی جمع ''وصایا'' آتی ہے، باب افعال: ''اَوْصٰی ایصاء'' وصیت کرنا، مقرر کرنا اور حکم دینا کے معنی میں آتا ہے۔ ''الوصیۃ'' حکم اور وصیت کو بھی کہتے ہیں اور جس چیز کی وصیت کی جائے اس پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے: ھٰذہٖ وصیتہٗ، یہ اس کی وصیت ہے۔ اسی طرح لفظ ''الوصی'' وصیت کرنے والے اور جس کو وصیت کی جائے دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اس لفظ کو جب اسم جلالت کی طرف مضاف کریں گے مثلاً: ''وصایا اللہ''، تو اس کا مطلب ہوگا: اللہ عزوجل کے وہ احکام جو اس نے اپنے بندوں پر واجب کیے ہیں۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے مثلاً آیۂ کریمہ:

آیت 1:۔ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ط (الاحقاف:15)

ترجمہ اور ہم نے آدمی کو حکم کیا کہ اپنے ماں باپ سے بھلائی کرے۔

آیت 2:۔ يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ (النساء:11)

ترجمہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں برابر۔

اصطلاح میں وصیت اسے کہتے ہیں کہ سفر کو جاتے وقت یا زندگی کے آخری لمحوں میں کسی کام کو کرنے یا نہ کرنے کا حکم دینا۔ (فیروز اللغات)

2 وصیت کی قسمیں

اس تعریف کے مدِ نظر وصیت کی دو قسمیں ہوں گی: وصیت شرعیہ، وصیت مطلقہ۔

وصیتِ شرعیہ: مرنے والے کا وارث حقیقی کے علاوہ کسی کے لیے تہائی مال یا اس سے کم کی وصیت کرنا، حدیث مبارکہ ''لاوصیۃ لوارث'' (وارث حقیقی جس کا حصہ شریعت مطہرہ نے متعین فرما دیا ہے اس کے حق میں وصیت جائز نہیں) اسی معنی میں استعمال ہوئی ہے۔

وصیتِ مطلقہ: سفر کو جاتے وقت یا انتقال سے قبل اپنے کسی دوست یا رشتہ دار سے کسی کام کی وصیت کر جانا۔

یہ سب وصایا بھی دو طرح کے ہوتے ہیں ایک: ملفوظ وصایا۔ دوم: مکتوب وصایا۔

ملفوظ وصایا: زبانی کہی گئی وصیت۔

مکتوبِ وصایا: تحریری شکل میں پیش کی گئی وصیت۔

اہلِ علم کے عرف میں لفظ وصیت اور وصایا پند ونصیحت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور ہمیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصایا کا جو متن دریافت ہوا ہے ان سب کا تعلق وصیت کی اسی قسم سے ہے، جس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے چند خاص تلامذہ کو نصیحت وموعظت کا یہ خزانہ عطا فرمایا تھا جو زندگی کے مختلف معاملات اور اخلاق وعمل سے متعلق ہے اور سوانح امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں جنہیں جلی حرفوں میں جگہ دی گئی ہے۔

3 امام اعظم حضرت نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کی عظمتِ شان

امام اعظم حضرت نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ بیک وقت ایک جلیل القدر تابعی، بے مثال

فقیہ، مایۂ ناز محدث، کلامی، اصولی، امام، محقق، مصنف، شاعر، عاشقِ رسول، زاہد، صوفی، مربی، استاد، تاجر، ثروت مند، سخی، ذہین، حاضر جواب، ولی کامل، علم دوست اور علماء نواز تھے۔ حد درجہ منکسر المزاج، متواضع خلیق، ملنسار، عمدہ اخلاق والے، پاکیزہ کردار والے اور بھی بہت کچھ۔

4 امام اعظم حضرت نعمان بن ثابتؒ کے تلامذہ

جس طرح امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اساتذہ اور شیوخ کی تعداد زیادہ ہے، اسی طرح آپؒ کے تلامذہ اور صحبت یافتہ لوگوں کی تعداد بھی حد شمار سے باہر ہے۔ ان میں قاضی ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام زفرؒ وغیرہ کو غیر معمولی شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی اور ان حضرات کے ذریعہ مذہبِ حنفی دنیا کے گوشے گوشے میں عام ہوا۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے وقتاً فوقتاً اپنے جن شاگردوں کو گراں قدر نصیحتوں سے نوازا اور انہیں دنیا وآخرت میں کامیابی، فروغِ علم، اشاعتِ مذہبِ حق اور تبلیغِ مسلکِ حنفی کا جذبۂ صادق عطا فرمایا۔ ان میں قاضی ابو یوسفؒ اور یوسف بن خالد سمتیؒ کے نام نمایاں ہیں۔ چند دوسرے نام بھی ہیں لیکن ان کو کی گئی وصیتوں کا اصل متن بہت کم محفوظ رہ سکا ہے، یہ گفتگو ہم اپنے ناقص علم اور تشنہ تحقیق کی بنیاد پر کر رہے ہیں۔

5 امام اعظم حضرت نعمان بن ثابتؒ کے وصایا کی اہمیت

یہ وصایا اس لائق ہیں کہ انھیں حرزِ جاں بنایا جائے اور دنیا وآخرت کی ہر طرح کی کامیابیاں اور سرفرازیاں حاصل کی جائیں۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے امام ابو یوسفؒ کے نام وصیت نامے کے اخیر میں جو جملے تحریر فرمائے ہیں ان کا مطالعہ اس حقیقت کی نقاب کشائی کرتا ہے کہ حضرت امامؒ کس قدر دردمند اور دور اندیش تھے، ان کے قلبِ صافی کی سچی عکاسی اس کی سطر سطر میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ فرماتے ہیں:

وَلَا تَنْسَنِيْ مِنْ صالحِ دُعائِكَ وَاقبَلْ هٰذهِ الموعظةَ مِنِّيْ وانما أُوْصِيكَ

لِمَصْلِحَتِكَ وَمَصْلِحَةِ المسلمين۔

ترجمہ: اپنی نیک دعاؤں میں مجھے مت بھولنا، میری ان نصیحتوں کو یاد رکھنا، میں نے صرف اس لیے تمہیں یہ نصیحت اور وصیت کی ہے کہ اس میں تمہارا فائدہ ہے اور تمام مسلمانوں کا فائدہ ہے۔ (الاشباہ)

اور مجموعی طور پر سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے جملہ تلامذہ کو جو چند نصیحتیں فرمائی ہیں وہ ظاہری اصلاح اور باطنی تربیت میں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں اور جن کا مطالعہ ہر ذمہ دار استاذ عالم وقاضی کے لیے بے حد ضروری ہے۔ اور ہر استاذ اپنے تلامذہ کو ایسی مفید اور جامع نصیحتیں کر سکتا ہے، فرماتے ہیں:

"تم سب میرے دل کا سرور اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہو اور میرا حزن وملال دور کرنے والے ہو، میں نے تمہارے لیے فقہ کی سواری تیار کی، اس کی زین کس دی اور اس کی لگام تمہارے ہاتھ میں پکڑا دی۔ ایک وقت آنے والا ہے کہ بڑے بڑے اہلِ علم تمہارے فیصلے سنا کریں گے اور تمہارے نقشِ قدم پر چلیں گے۔ تم میں سے ہر ایک قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا ہے، میں تم کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر چند نصیحتیں کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جو علم تمہیں عطا فرمایا اس علم کو محکوم ہونے کی ذلت سے بچانا۔ جب تم میں سے کوئی قاضی بن جائے تو لوگوں کے مسائل حل کرے، ان کا حاکم نہ بنے۔ لوگوں کو انصاف مہیا کرنا اور اگر کوئی خرابی محسوس ہو، تو فوراً منصبِ قضا سے علاحدہ ہو جانا، تنخواہ اور دولت کے لالچ میں اس سے چمٹے نہ رہنا، ہاں اگر ظاہر وباطن ایک ہوں تو پھر قضا کے منصب پر قائم رہ کر خلقِ خدا کی امداد کرنا"۔

(سید شاہ تراب الحق قادری، امام اعظمؒ ص:138، بحوالہ مناقب للموفق ص:477، ملخصاً)

اس وصیت میں موجودہ ذخائرِ معانی اور ان کے دوررس اثرات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظمؒ ایک مشفق باپ، مہربان استاد، عظیم دانش ور اور ماہرِ نفسیات ہیں اور یہ وصایا آپؒ کے عمر بھر کے تجربات کا نچوڑ، اسلامی تعلیمات کا خلاصہ اور دینی و دنیاوی امور میں فلاح اور کامیابی کی ضمانت ہیں، عوام وخواص دونوں کے

لیے یکساں مفید اور قابلِ استفادہ ہیں اور ان میں ہر طرح کی کامیابیوں کا راز پوشیدہ ہے۔

امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ارشد تلمیذ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نام اس وقت وصیت قلم بند فرمائی جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے رُشد وہدایت اور حسنِ سیرت وکردار کے آثار ظاہر ہوئے اور وہ میدانِ عمل میں اُتر کر لوگوں کے معاملات کی جانب ملتفت ہوئے۔

اب تک کی بحث میں ہم نے جن وصایا کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے وہ اپنے کیف وکم ہر دو اعتبار سے بڑے قیمتی اور نفع بخش ہیں، ان میں غور کرنے سے نہ صرف امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی علوم وفنون میں مہارت، معاشرتی آداب سے واقفیت، اخلاقی کمالات میں ماہرانہ نگاہ اور نفسیاتی رموز سے آگاہی کا پتہ چلتا ہے بلکہ خود امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت واخلاق پر بھرپور روشنی پڑتی ہے، جو اُمور ان وصایا کے عناصر ترکیبی بن کر اُبھرتے ہیں، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ مبارکہ میں ان کا عکس بہ خوبی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ شریعت پر عمل، سنتِ نبوی پر مواظبت، صوفیاء اور صلحاء کے نقش قدم کی پیروی، حیاتِ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم استعارہ بن کر سامنے آتے ہیں۔ استقامت علی الدین، استحکام عزائم، علوم وفنون میں کمال، سماجی وخانگی نظام کی درستی کا جذبۂ صادق ان وصایا میں جگہ جگہ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، تعلیمِ اخلاق، تدریسِ علوم، تشکیلِ فنون، اقدارِ انسانی کا تحفظ، حقوق کی پاسداری، دینی اور دنیوی سرفرازیوں کے حصول کے لیے یہ وصایا ایک کلید ثابت ہوسکتے ہیں۔ ان میں دنیا جہان کی تمام تر عزتوں اور کامیابیوں کا راز پوشیدہ ہے۔ ضرورت ہے کہ ہر استاذ، ہر باپ، ہر سرپرست، ہر شاگرد، ہر بیٹا اور ہر وضع دار شخص انھیں پڑھے اور ان کے اسرار ورموز سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد ان کو اپنی زندگی میں سمیٹنے کی کوشش کرے، ان شاء اللہ عزوجل ضرور ان کے اثرات ونتائج ایک ناقابلِ انکار مشاہدہ بن جائیں گے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، امام یوسف بن خالد سمتی رحمۃ اللہ علیہ، صاحبزادہ

امام حماد رحمۃ اللہ علیہ، امام ابو عصمہ نوح بن مریم رحمۃ اللہ علیہ اور متفرق شاگردوں کو جو وصیتیں ارشاد فرمائیں، بلاشبہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شفیق ومہربان استاد، عظیم دانشور اور ماہر نفسیات ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عمر بھر کے تجربات کا نچوڑ، اسلامی تعلیمات کا عطر اور دینی ودنیاوی امور میں فلاح اور کامیابی کی ضمانت ہیں۔ یہ وصیتیں عوام اور خواص دونوں طبقوں کے حضرات کے لیے یکساں نصیحت آموز ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کی یہ وصیتیں آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔

6 وصایا کی ترتیب

وصایا کی ترتیب اس طرح ہے:

1. پہلے نمبر پر وصیت بنام امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ
2. دوسرے نمبر پر وصیت بنام امام یوسف بن خالد سمتی رحمۃ اللہ علیہ
3. تیسرے نمبر پر وصیت بنام امام حماد بن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ
4. چوتھے نمبر پر وصیت بنام ابو عصمہ نوح ابن ابی مریم رحمۃ اللہ علیہ
5. پانچویں نمبر پر وصیت بنام اکابر تلامذہ
6. چھٹے نمبر پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توحید کے بارے میں وصیت (اہل السنت والجماعت کی 12 اہم علامات)

باب 4

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نام

وَصِيَّةُ الْإِمَامِ الْأَعْظَمِ لِأَبِي يُوسُفَ رحمه الله

بَعْدَ أَنْ ظَهَرَ لَهُ مِنْهُ الرُّشْدُ وَحُسْنُ السِّيرَةِ وَالْإِقْبَالُ عَلَى النَّاسِ. فَقَالَ لَهُ:

يَا يَعْقُوبُ! وَقِّرِ السُّلْطَانَ وَعَظِّمْ مَنْزِلَتَهُ، وَإِيَّاكَ وَالْكَذِبَ بَيْنَ يَدَيْهِ، وَالدُّخُولَ عَلَيْهِ فِي كُلِّ وَقْتٍ مَا لَمْ يَدْعُكَ لِحَاجَةٍ عَلَيْهِ، فَإِنَّكَ إِذَا أَكْثَرْتَ إِلَيْهِ الِاخْتِلَافَ تَهَاوَنَ بِكَ وَصَغُرَتْ مَنْزِلَتُكَ عِنْدَهُ، فَكُنْ مِنْهُ كَمَا أَنْتَ مِنَ النَّارِ تَنْتَفِعُ وَتَتَبَاعَدُ وَلَا تَدْنُ مِنْهَا، فَإِنَّ السُّلْطَانَ لَا يَرَى لِأَحَدٍ مَا يَرَى لِنَفْسِهِ.

وَإِيَّاكَ وَكَثْرَةَ الْكَلَامِ بَيْنَ يَدَيْهِ، فَإِنَّهُ يَأْخُذُ عَلَيْكَ مَا قُلْته لِيُرِيَ مِنْ نَفْسِهِ بَيْنَ يَدَيْ حَاشِيَتِهِ أَنَّهُ أَعْلَمُ مِنْكَ وَأَنَّهُ يُخَطِّئُكَ فَتَصْغُرَ فِي أَعْيُنِ قَوْمِهِ، وَلْتَكُنْ إِذَا دَخَلْتَ عَلَيْهِ تَعْرِفُ قَدْرَكَ وَقَدْرَ غَيْرِكَ.

وَلَا تَدْخُلْ عَلَيْهِ وَعِنْدَهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مَنْ لَا تَعْرِفُهُ فَإِنَّكَ إِنْ كُنْتَ أَدْوَنَ حَالًا مِنْهُ لَعَلَّكَ تَتَرَفَّعُ عَلَيْهِ فَيَضُرُّكَ، وَإِنْ كُنْتَ أَعْلَمَ مِنْهُ لَعَلَّكَ تَحُطُّ عَنْهُ فَتَسْقُطُ بِذَلِكَ مِنْ عَيْنِ السُّلْطَانِ.

وَإِذَا عَرَضَ عَلَيْكَ شَيْئًا مِنْ أَعْمَالِهِ فَلَا تَقْبَلْ مِنْهُ إِلَّا بَعْدَ أَنْ تَعْلَمَ أَنَّهُ

يَرْضَاكَ وَيَرْضَى مَذْهَبَكَ فِي الْعِلْمِ وَالْقَضَايَا، كَيْ لَا تَحْتَاجَ إِلَى ارْتِكَابِ مَذْهَبِ غَيْرِكَ فِي الْحُكُومَاتِ وَلَا تُوَاصِلْ أَوْلِيَاءَ السُّلْطَانِ وَحَاشِيَتَهُ بَلْ تَقَرَّبْ إِلَيْهِ فَقَطْ، وَتَبَاعَدْ عَنْ حَاشِيَتِهِ لِيَكُونَ مَجْدُكَ وَجَاهُكَ بَاقِيًا.

وَلَا تَتَكَلَّمْ بَيْنَ يَدَيِ الْعَامَّةِ إِلَّا بِمَا تُسْأَلُ عَنْهُ، وَإِيَّاكَ وَالْكَلَامَ فِي الْعَامَّةِ وَالتِّجَارَةِ إِلَّا بِمَا يَرْجِعُ إِلَى الْعِلْمِ، كَيْ لَا يُوقَفَ عَلَى حُبِّكَ رَغْبَتُكَ فِي الْمَالِ، فَإِنَّهُمْ يُسِيئُونَ الظَّنَّ بِكَ وَيَعْتَقِدُونَ مَيْلَكَ إِلَى أَخْذِ الرِّشْوَةِ مِنْهُمْ.

وَلَا تَضْحَكْ وَلَا تَتَبَسَّمْ بَيْنَ يَدَيِ الْعَامَّةِ، وَلَا تُكْثِرِ الْخُرُوجَ إِلَى الْأَسْوَاقِ وَلَا تُكَلِّمِ الْمُرَاهِقِينَ؛ فَإِنَّهُمْ فِتْنَةٌ، وَلَا بَأْسَ أَنْ تُكَلِّمَ الْأَطْفَالَ وَتَمْسَحَ رُءُوسَهُمْ.

وَلَا تَمْشِ فِي قَارِعَةِ الطَّرِيقِ مَعَ الْمَشَايِخِ وَالْعَامَّةِ، فَإِنَّكَ إِنْ قَدَّمْتَهُمْ، ازْدَرَى ذَلِكَ بِعِلْمِكَ وَإِنْ أَخَّرْتَهُمْ ازْدَرَى بِكَ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ أَسَنُّ مِنْكَ، فَإِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ: {مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا}.

وَلَا تَقْعُدْ عَلَى قَوَارِعِ الطَّرِيقِ، فَإِذَا دَعَاكَ ذَلِكَ فَاقْعُدْ فِي الْمَسْجِدِ، وَلَا تَأْكُلْ فِي الْأَسْوَاقِ وَالْمَسَاجِدِ.

وَلَا تَشْرَبْ مِنَ السِّقَايَاتِ وَلَا مِنْ أَيْدِي السَّقَّائِينَ وَلَا تَقْعُدْ عَلَى الْحَوَانِيتِ وَلَا تَلْبَسِ الدِّيبَاجَ وَالْحُلِيَّ وَأَنْوَاعَ الْإِبْرِيسَمِ، فَإِنَّ ذَلِكَ يُفْضِي إِلَى الرُّعُونَةِ.

وَلَا تُكْثِرِ الْكَلَامَ فِي بَيْتِكَ مَعَ امْرَأَتِكَ فِي الْفِرَاشِ إِلَّا وَقْتَ حَاجَتِكَ إِلَيْهَا بِقَدْرِ ذَلِكَ، وَلَا تُكْثِرْ لَمْسَهَا وَمَسَّهَا وَلَا تَقْرَبْهَا إِلَّا بِذِكْرِ اللهِ تَعَالَى.

وَلَا تَتَكَلَّمْ بِأَمْرِ نِسَاءِ الْغَيْرِ بَيْنَ يَدَيْهَا وَلَا بِأَمْرِ الْجَوَارِي، فَإِنَّهَا تَنْبَسِطُ إِلَيْكَ فِي كَلَامِكَ وَلَعَلَّكَ إِذَا تَكَلَّمْتَ عَنْ غَيْرِهَا تَكَلَّمَتْ عَنِ الرِّجَالِ

الْأَجَانِبِ.

وَلَا تَتَزَوَّجِ امْرَأَةً كَانَ لَهَا بَعْلٌ أَوْ أَبٌ أَوْ أُمٌّ أَوْ بِنْتٌ إِنْ قَدَرْتَ إِلَّا بِشَرْطِ أَنْ لَا يَدْخُلَ عَلَيْهَا أَحَدٌ مِنْ أَقَارِبِكَ. فَإِنَّ الْمَرْأَةَ إِذَا كَانَتْ ذَاتَ مَالٍ يَدَّعِي أَبُوهَا أَنَّ جَمِيعَ مَالِهَا لَهُ وَأَنَّهُ عَارِيَّةٌ فِي يَدِهَا. وَلَا تَدْخُلْ بَيْتَ أَبِيهَا مَا قَدَرْتَ.

وَإِيَّاكَ أَنْ تَرْضَى أَنْ تُزَفَّ فِي بَيْتِ أَبَوَيْهَا؛ فَإِنَّهُمْ يَأْخُذُونَ أَمْوَالَكَ وَيَطْمَعُونَ فِيهَا غَايَةَ الطَّمَعِ.

وَإِيَّاكَ وَأَنْ تَتَزَوَّجَ بِذَاتِ الْبَنِينَ وَالْبَنَاتِ، فَإِنَّهَا تَدَّخِرُ جَمِيعَ الْمَالِ لَهُمْ وَتَسْرِقُ مِنْ مَالِكَ وَتُنْفِقُ عَلَيْهِمْ، فَإِنَّ الْوَلَدَ أَعَزُّ عَلَيْهَا مِنْكَ.

وَلَا تَجْمَعْ بَيْنَ امْرَأَتَيْنِ فِي دَارٍ وَاحِدَةٍ. وَلَا تَتَزَوَّجْ إِلَّا بَعْدَ أَنْ تَعْلَمَ أَنَّكَ تَقْدِرُ عَلَى الْقِيَامِ بِجَمِيعِ حَوَائِجِهَا.

وَاطْلُبِ الْعِلْمَ أَوَّلًا ثُمَّ اجْمَعِ الْمَالَ مِنَ الْحَلَالِ. ثُمَّ تَزَوَّجْ؛ فَإِنَّكَ إِنْ طَلَبْتَ الْمَالَ فِي وَقْتِ التَّعَلُّمِ عَجَزْتَ عَنْ طَلَبِ الْعِلْمِ وَدَعَاكَ الْمَالُ إِلَى شِرَاءِ الْجَوَارِي وَالْغِلْمَانِ وَتَشْتَغِلُ بِالدُّنْيَا وَالنِّسَاءِ قَبْلَ تَحْصِيلِ الْعِلْمِ؛ فَيَضِيعُ وَقْتُكَ وَيَجْتَمِعُ عَلَيْكَ الْوَلَدُ وَيَكْثُرُ عِيَالُكَ فَتَحْتَاجُ إِلَى الْقِيَامِ بِمَصَالِحِهِمْ وَتَتْرُكُ الْعِلْمَ.

وَاشْتَغِلْ بِالْعِلْمِ فِي عُنْفُوَانِ شَبَابِكَ وَوَقْتِ فَرَاغِ قَلْبِكَ وَخَاطِرِكَ ثُمَّ اشْتَغِلْ بِالْمَالِ لِيَجْتَمِعَ عِنْدَكَ؛ فَإِنَّ كَثْرَةَ الْوَلَدِ وَالْعِيَالِ يُشَوِّشُ الْبَالَ؛ فَإِذَا جَمَعْتَ الْمَالَ فَتَزَوَّجْ.

وَعَلَيْكَ بِتَقْوَى اللهِ تَعَالَى وَأَدَاءِ الْأَمَانَةِ وَالنَّصِيحَةِ لِجَمِيعِ الْخَاصَّةِ وَالْعَامَّةِ، وَلَا تَسْتَخِفَّ بِالنَّاسِ، وَوَقِّرْ نَفْسَكَ وَوَقِّرْهُمْ وَلَا تُكْثِرْ مُعَاشَرَتَهُمْ إِلَّا بَعْدَ أَنْ يُعَاشِرُوكَ، وَقَابِلْ مُعَاشَرَتَهُمْ بِذِكْرِ الْمَسَائِلِ، فَإِنَّهُ إِنْ كَانَ مِنْ أَهْلِهِ اشْتَغَلَ بِالْعِلْمِ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ مِنْ أَهْلِهِ أَحَبَّكَ.

وَإِيَّاكَ وَأَنْ تُكَلِّمَ الْعَامَّةَ بِأَمْرِ الدِّينِ فِي الْكَلَامِ؛ فَإِنَّهُمْ قَوْمٌ يُقَلِّدُونَكَ فَيَشْتَغِلُونَ بِذٰلِكَ وَمَنْ جَاءَكَ يَسْتَفْتِيكَ فِي الْمَسَائِلِ، فَلَا تُجِبْ إِلَّا عَنْ سُؤَالِهِ وَلَا تَضُمَّ إِلَيْهِ غَيْرَهُ، فَإِنَّهُ يُشَوِّشُ عَلَيْكَ جَوَابَ سُؤَالِهِ.

وَإِنْ بَقِيتَ عَشْرَ سِنِينَ بِلَا كَسْبٍ وَلَا قُوتٍ فَلَا تُعْرِضْ عَنِ الْعِلْمِ؛ فَإِنَّكَ إِذَا أَعْرَضْتَ عَنْهُ كَانَتْ مَعِيشَتُكَ ضَنْكًا.

وَأَقْبِلْ عَلَى مُتَفَقِّهِيكَ كَأَنَّكَ اتَّخَذْتَ كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمُ ابْنًا وَوَلَدًا لِتَزِيدَهُمْ رَغْبَةً فِي الْعِلْمِ. وَمَنْ نَاقَشَكَ مِنَ الْعَامَّةِ وَالسُّوقَةِ فَلَا تُنَاقِشْهُ، فَإِنَّهُ يُذْهِبُ مَاءَ وَجْهِكَ.

وَلَا تَحْتَشِمْ مِنْ أَحَدٍ عِنْدَ ذِكْرِ الْحَقِّ وَإِنْ كَانَ سُلْطَانًا.

وَلَا تَرْضَ لِنَفْسِكَ مِنَ الْعِبَادَاتِ إِلَّا بِأَكْثَرَ مِمَّا يَفْعَلُهُ غَيْرُكَ وَيَتَعَاطَاهَا. فَالْعَامَّةُ إِذَا لَمْ يَرَوْا مِنْكَ الْإِقْبَالَ عَلَيْهَا بِأَكْثَرَ مِمَّا يَفْعَلُونَ اعْتَقَدُوا فِيكَ قِلَّةَ الرَّغْبَةِ وَاعْتَقَدُوا أَنَّ عِلْمَكَ لَا يَنْفَعُكَ إِلَّا مَا نَفَعَهُمُ الْجَهْلُ الَّذِي هُمْ فِيهِ.

وَإِذَا دَخَلْتَ بَلْدَةً فِيهَا أَهْلُ الْعِلْمِ، فَلَا تَتَّخِذْهَا لِنَفْسِكَ، بَلْ كُنْ كَوَاحِدٍ مِنْ أَهْلِهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّكَ لَا تَقْصِدُ جَاهَهُمْ، وَإِلَّا يَخْرُجُونَ عَلَيْكَ بِأَجْمَعِهِمْ وَيَطْعَنُونَ فِي مَذْهَبِكَ. وَالْعَامَّةُ يَخْرُجُونَ عَلَيْكَ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْكَ بِأَعْيُنِهِمْ فَتَصِيرُ مَطْعُونًا عِنْدَهُمْ بِلَا فَائِدَةٍ.

وَإِنِ اسْتَفْتَوْكَ الْمَسَائِلَ فَلَا تُنَاقِشْهُمْ فِي الْمُنَاظَرَةِ وَالْمُطَارَحَاتِ، وَلَا تَذْكُرْ لَهُمْ شَيْئًا إِلَّا عَنْ دَلِيلٍ وَاضِحٍ، وَلَا تَطْعَنْ فِي أَسَاتِذَتِهِمْ، فَإِنَّهُمْ يَطْعَنُونَ فِيكَ.

وَكُنْ مِنَ النَّاسِ عَلَى حَذَرٍ، وَكُنْ لِلّٰهِ تَعَالَى فِي سِرِّكَ كَمَا أَنْتَ لَهُ فِي عَلَانِيَتِكَ، وَلَا تُصْلِحُ أَمْرَ الْعِلْمِ إِلَّا بَعْدَ أَنْ تَجْعَلَ سِرَّهُ كَعَلَانِيَتِهِ.

وَإِذَا أَوْلَاكَ السُّلْطَانُ عَمَلًا لَا يَصْلُحُ لَكَ فَلَا تَقْبَلْ ذٰلِكَ مِنْهُ إِلَّا بَعْدَ أَنْ

تَعْلَمَ أَنَّهُ إِنَّمَا يُوَلِّيكَ ذٰلِكَ إِلَّا لِعِلْمِكَ.

وَإِيَّاكَ وَأَنْ تَتَكَلَّمَ فِي مَجْلِسِ النَّظَرِ عَلَى خَوْفٍ، فَإِنَّ ذٰلِكَ يُوَرِّثُ الْخَلَلَ فِي الْإِحَاطَةِ وَالْكَلَّ فِي اللِّسَانِ وَإِيَّاكَ أَنْ تُكْثِرَ الضَّحِكَ، فَإِنَّهُ يُمِيتُ الْقَلْبَ، وَلَا تَمْشِ إِلَّا عَلَى طُمَأْنِينَةٍ وَلَا تَكُنْ عَجُولًا فِي الْأُمُورِ، وَمَنْ دَعَاكَ مِنْ خَلْفِكَ فَلَا تُجِبْهُ، فَإِنَّ الْبَهَائِمَ تُنَادَى مِنْ خَلْفِهَا.

وَإِذَا تَكَلَّمْتَ فَلَا تُكْثِرْ صِيَاحَكَ وَلَا تَرْفَعْ صَوْتَكَ وَاتَّخِذْ لِنَفْسِكَ السُّكُونَ وَقِلَّةَ الْحَرَكَةِ عَادَةً كَيْ يَتَحَقَّقَ عِنْدَ النَّاسِ ثَبَاتُكَ.

وَأَكْثِرْ ذِكْرَ اللهِ تَعَالَى فِيمَا بَيْنَ النَّاسِ لِيَتَعَلَّمُوا ذٰلِكَ مِنْكَ، وَاتَّخِذْ لِنَفْسِكَ وِرْدًا خَلْفَ الصَّلَاةِ، تَقْرَأُ فِيهَا الْقُرْآنَ وَتَذْكُرُ اللهَ تَعَالَى وَتَشْكُرُهُ عَلَى مَا أَوْدَعَكَ مِنَ الصَّبْرِ وَأَوْلَاكَ مِنَ النِّعَمِ.

وَاتَّخِذْ لِنَفْسِكَ أَيَّامًا مَعْدُودَةً مِنْ كُلِّ شَهْرٍ تَصُومُ فِيهَا لِيَقْتَدِيَ بِهِ غَيْرُكَ بِكَ.

وَرَاقِبْ نَفْسَكَ وَحَافِظْ عَلَى الْغَيْرِ تَنْتَفِعُ مِنْ دُنْيَاكَ وَآخِرَتِكَ بِعِلْمِكَ.

وَلَا تَشْتَرِ بِنَفْسِكَ وَلَا تَبِعْ، بَلِ اتَّخِذْ لَكَ غُلَامًا مُصْلِحًا يَقُومُ بِأَشْغَالِكَ وَتَعْتَمِدُ عَلَيْهِ فِي أُمُورِكَ.

وَلَا تَطْمَئِنَّ إِلَى دُنْيَاكَ وَإِلَى مَا أَنْتَ فِيهِ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى سَائِلُكَ عَنْ جَمِيعِ ذٰلِكَ. وَلَا تَشْتَرِ الْغِلْمَانَ الْمُرْدَانَ، وَلَا تُظْهِرْ مِنْ نَفْسِكَ التَّقَرُّبَ إِلَى السُّلْطَانِ وَإِنْ قَرَّبَكَ فَإِنَّهُ تُرْفَعُ إِلَيْكَ الْحَوَائِجُ فَإِنْ قُمْتَ أَهَانَكَ وَإِنْ لَمْ تَقُمْ أَعَابَكَ.

وَلَا تَتَّبِعِ النَّاسَ فِي خَطَايَاهُمْ بَلِ اتَّبِعْ فِي صَوَابِهِمْ، وَإِذَا عَرَفْتَ إِنْسَانًا بِالشَّرِّ فَلَا تَذْكُرْهُ بِهِ بَلْ اُطْلُبْ مِنْهُ خَيْرًا فَاذْكُرْهُ بِهِ، إِلَّا فِي بَابِ الدِّينِ، فَإِنَّكَ إِنْ عَرَفْتَ فِي دِينِهِ ذٰلِكَ فَاذْكُرْهُ لِلنَّاسِ كَيْ لَا يَتَّبِعُوهُ وَيَحْذَرُوهُ، وَقَالَ عليه السلام {اُذْكُرُوا الْفَاجِرَ بِمَا فِيهِ، حَتّٰى يَحْذَرَهُ النَّاسُ وَإِنْ

كَانَ ذَا جَاهٍ وَمَنْزِلَةٍ}.

وَالَّذِي تَرَى مِنْهُ الْخَلَلَ فِي الدِّينِ فَاذْكُرْ ذٰلِكَ وَلَا تُبَالِ مِنْ جَاهِهِ، فَإِنَّ اللهَ تَعَالَى مُعِينُكَ وَنَاصِرُكَ وَنَاصِرُ الدِّينِ، فَإِذَا فَعَلْتَ ذٰلِكَ مَرَّةً هَابُوكَ وَلَمْ يَتَجَاسَرْ أَحَدٌ عَلَى إِظْهَارِ الْبِدْعَةِ فِي الدِّينِ.

وَإِذَا رَأَيْتَ مِنْ سُلْطَانِكَ مَا يُوَافِقُ الْعِلْمَ، فَاذْكُرْ ذٰلِكَ مَعَ طَاعَتِكَ إِيَّاهُ فَإِنَّ يَدَهُ أَقْوَى مِنْ يَدِكَ، تَقُولُ لَهُ: أَنَا مُطِيعٌ لَكَ فِي الَّذِي أَنْتَ فِيهِ سُلْطَانٌ وَمُسَلَّطٌ عَلَيَّ، غَيْرَ أَنِّي أَذْكُرُ مِنْ سِيرَتِكَ مَا لَا يُوَافِقُ الْعِلْمَ. فَإِذَا فَعَلْتَ مَعَ السُّلْطَانِ مَرَّةً كَفَاكَ لِأَنَّكَ إِذَا وَاظَبْتَ عَلَيْهِ وَدُمْتَ لَعَلَّهُمْ يَقْهَرُونَكَ فَيَكُونُ فِي ذٰلِكَ قَمْعٌ لِلدِّينِ، فَإِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ مَرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ لِيَعْرِفَ مِنْكَ الْجَهْدَ فِي الدِّينِ وَالْحِرْصَ فِي الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوفِ فَإِذَا فَعَلَ ذٰلِكَ مَرَّةً أُخْرَى، فَادْخُلْ عَلَيْهِ وَحْدَكَ فِي دَارِهِ وَانْصَحْهُ فِي الدِّينِ وَنَاظِرْهُ إِنْ كَانَ مُبْتَدِعًا، وَإِنْ كَانَ سُلْطَانًا فَاذْكُرْ لَهُ مَا يَحْضُرُكَ مِنْ كِتَابِ اللهِ تَعَالَى وَسُنَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنْ قَبِلَ مِنْكَ وَإِلَّا فَاسْأَلِ اللهَ تَعَالَى أَنْ يَحْفَظَكَ مِنْهُ.

وَاذْكُرِ الْمَوْتَ وَاسْتَغْفِرْ لِلْأُسْتَاذِ وَمَنْ أَخَذْتَ عَنْهُمُ الْعِلْمَ وَدَاوِمْ عَلَى التِّلَاوَةِ وَأَكْثِرْ مِنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ وَالْمَشَايِخِ وَالْمَوَاضِعِ الْمُبَارَكَةِ.

وَاقْبَلْ مِنَ الْعَامَّةِ مَا يَعْرِضُونَ عَلَيْكَ مِنْ رُؤْيَاهُمْ فِي النَّبِيِّ صلى الله عليه وآله وسلم وَفِي رُؤْيَا الصَّالِحِينَ فِي الْمَسَاجِدِ وَالْمَنَازِلِ وَالْمَقَابِرِ.

وَلَا تُجَالِسْ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْأَهْوَاءِ إِلَّا عَلَى سَبِيلِ الدَّعْوَةِ إِلَى الدِّينِ.

وَلَا تُكْثِرِ اللَّعِبَ وَالشَّتْمَ.

وَإِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَتَأَهَّبْ لِدُخُولِ الْمَسْجِدِ كَيْ لَا تَتَقَدَّمَ عَلَيْكَ الْعَامَّةُ، وَلَا تَتَّخِذْ دَارَكَ فِي جِوَارِ السُّلْطَانِ، وَمَا رَأَيْتَ عَلَى جَارِكَ فَاسْتُرْهُ عَلَيْهِ فَإِنَّهُ أَمَانَةٌ وَلَا تُظْهِرْ أَسْرَارَ النَّاسِ

وَمَنِ اسْتَشَارَكَ فِي شَيْءٍ فَأَشِرْ عَلَيْهِ بِمَا تَعْلَمُ أَنَّهُ يُقَرِّبُكَ إِلَى اللهِ تَعَالَى.

وَاقْبَلْ وَصِيَّتِي هٰذِهِ، فَإِنَّكَ تَنْتَفِعُ بِهَا فِي أُولَاكَ وَآخِرِكَ. إِنْ شَاءَ اللهُ تَعَالَى.

وَإِيَّاكَ وَالْبُخْلَ فَإِنَّهُ يُبْغَضُ بِهِ الْمَرْءُ وَلَا تَكُ طَمَّاعًا وَلَا كَذَّابًا وَلَا صَاحِبَ تَخْلِيطٍ، بَلِ احْفَظْ مُرُوءَتَكَ فِي الْأُمُورِ كُلِّهَا.

وَالْبَسْ مِنَ الثِّيَابِ الْبِيضَ فِي الْأَحْوَالِ كُلِّهَا، وَأَظْهِرْ غِنَى الْقَلْبِ مُظْهِرًا مِنْ نَفْسِكَ قِلَّةَ الْحِرْصِ وَالرَّغْبَةِ فِي الدُّنْيَا، وَأَظْهِرْ مِنْ نَفْسِكَ الْغَنَاءَ، وَلَا تُظْهِرِ الْفَقْرَ وَإِنْ كُنْتَ فَقِيرًا، وَكُنْ ذَا هِمَّةٍ، فَإِنَّ مَنْ ضَعُفَتْ هِمَّتُهُ ضَعُفَتْ مَنْزِلَتُهُ.

وَإِذَا مَشَيْتَ فِي الطَّرِيقِ، فَلَا تَلْتَفِتْ يَمِينًا وَلَا شِمَالًا، بَلْ دَاوِمِ النَّظَرَ إِلَى الْأَرْضِ.

وَإِذَا دَخَلْتَ الْحَمَّامَ فَلَا تُسَاوِ النَّاسَ فِي أُجْرَةِ الْحَمَّامِ وَالْمَجْلِسِ بَلْ أَرْجِحْ عَلَى مَا تُعْطِي الْعَامَّةَ لِتَظْهَرَ مُرُوءَتُكَ بَيْنَهُمْ فَيُعَظِّمُونَكَ.

وَلَا تُسَلِّمِ الْأَمْتِعَةَ إِلَى الْحَائِكِ وَسَائِرِ الصُّنَّاعِ بَلِ اتَّخِذْ لِنَفْسِكَ ثِقَةً يَفْعَلُ ذٰلِكَ.

وَلَا تُمَاكِسْ بِالْحَبَّاتِ وَالدَّوَانِيقِ وَلَا تَزِنِ الدَّرَاهِمَ بَلِ اعْتَمِدْ عَلَى غَيْرِكَ.

وَحَقِّرِ الدُّنْيَا الْمُحَقَّرَةَ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ، فَإِنَّ مَا عِنْدَ اللهِ خَيْرٌ مِنْهَا.

وَوَلِّ أُمُورَكَ غَيْرَكَ لِيُمْكِنَكَ الْإِقْبَالُ عَلَى الْعِلْمِ فَإِنَّ ذٰلِكَ أَحْفَظُ لِحَاجَتِكَ.

وَإِيَّاكَ أَنْ تُكَلِّمَ الْمَجَانِينَ وَمَنْ لَا يَعْرِفُ الْمُنَاظَرَةَ وَالْحُجَّةَ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ. وَالَّذِينَ يَطْلُبُونَ الْجَاهَ وَيَسْتَغْرِبُونَ بِذِكْرِ الْمَسَائِلِ فِيمَا بَيْنَ النَّاسِ، فَإِنَّهُمْ يَطْلُبُونَ تَخْجِيلَكَ وَلَا يُبَالُونَ مِنْكَ، وَإِنْ عَرَفُوكَ عَلَى

الْحَقِّ.

وَإِذَا دَخَلْتَ عَلَى قَوْمٍ كِبَارٍ فَلَا تَرْفَعْ عَلَيْهِمْ مَا لَمْ يَرْفَعُوكَ، كَيْ لَا يَلْحَقَ بِكَ مِنْهُمْ أَذِيَّةٌ وَإِذَا كُنْتَ فِي قَوْمٍ فَلَا تَتَقَدَّمْ عَلَيْهِمْ فِي الصَّلَاةِ مَا لَمْ يُقَدِّمُوكَ عَلَى وَجْهِ التَّعْظِيمِ.

وَلَا تَدْخُلِ الْحَمَّامَ وَقْتَ الظَّهِيرَةِ وَالْغَدَاةِ، وَلَا تَخْرُجْ إِلَى النَّظَّارَاتِ وَلَا تَحْضُرْ مَظَالِمَ السَّلَاطِينِ، وَإِلَّا إِذَا عَرَفْتَ أَنَّكَ إِذَا قُلْتَ شَيْئًا يَنْزِلُونَ عَلَى قَوْلِكَ بِالْحَقِّ، فَإِنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا مَا لَا يَحِلُّ وَأَنْتَ عِنْدَهُمْ رُبَّمَا لَا تَمْلِكُ مَنْعَهُمْ وَيَظُنُّ النَّاسُ أَنَّ ذٰلِكَ حَقٌّ لِسُكُوتِكَ فِيمَا بَيْنَهُمْ وَقْتَ الْإِقْدَامِ عَلَيْهِ.

وَإِيَّاكَ وَالْغَضَبَ فِي مَجْلِسِ الْعِلْمِ، وَلَا تَقُصَّ عَلَى الْعَامَّةِ فَإِنَّ الْقَاصَّ لَا بُدَّ لَهُ أَنْ يَكْذِبَ وَإِذَا أَرَدْتَ اتِّخَاذَ مَجْلِسٍ لِأَحَدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ، فَإِنْ كَانَ مَجْلِسَ فِقْهٍ فَاحْضُرْ بِنَفْسِكَ وَاذْكُرْ فِيهِ مَا تَعْلَمُهُ وَإِلَّا فَلَا، كَيْ لَا يَغْتَرَّ النَّاسُ بِحُضُورِكَ فَيَظُنُّونَ أَنَّهُ عَلَى صِفَةٍ مِنَ الْعِلْمِ وَلَيْسَ هُوَ عَلَى تِلْكَ الصِّفَةِ، وَإِنْ كَانَ يَصْلُحُ لِلْفَتْوَى فَاذْكُرْ مِنْهُ ذٰلِكَ وَإِلَّا فَلَا.

وَلَا تَقْعُدْ لِيُدَرِّسَ الْآخَرُ بَيْنَ يَدَيْكَ بَلِ اتْرُكْ عِنْدَهُ مِنْ أَصْحَابِكَ لِيُخْبِرَكَ بِكَيْفِيَّةِ كَلَامِهِ وَكَمِّيَّةِ عِلْمِهِ.

وَلَا تَحْضُرْ مَجَالِسَ الذِّكْرِ أَوْ مَنْ يَتَّخِذُ مَجْلِسَ عِظَةٍ بِجَاهِكَ وَتَزْكِيَتِكَ لَهُ، بَلْ وَجِّهْ أَهْلَ مَحَلَّتِكَ وَعَامَّتَكَ الَّذِينَ تَعْتَمِدُ عَلَيْهِمْ مَعَ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِكَ.

وَفَوِّضْ أَمْرَ الْمَنَاكِحِ إِلَى خَطِيبِ نَاحِيَتِكَ، وَكَذَا صَلَاةُ الْجَنَازَةِ وَالْعِيدَيْنِ.

وَلَا تَنْسَنِي مِنْ صَالِحِ دُعَائِكَ، وَاقْبَلْ هٰذِهِ الْمَوْعِظَةَ مِنِّي، وَإِنَّمَا أُوصِيكَ لِمَصْلَحَتِكَ وَمَصْلَحَةِ الْمُسْلِمِينَ.

(الْأَشْبَاهُ وَالنَّظَائِرُ عَلَى مَذْهَبِ أَبِي حَنِيفَةَ النُّعْمَانِ، ص367 تا372. المؤلف: زين الدين بن إبراهيم بن محمد، الشهير بابن نجيم (ت 970ھ). وضع حواشيه وخرج أحاديثه: الشيخ زكريا عميرات. الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت - لبنان. الطبعة: الأولى، 1419ھ-1999م. عدد الصفحات: 373)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو وصیت

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے رشد و ہدایت اور حسنِ سیرت و کردار کے آثار ظاہر ہوئے اور وہ لوگوں کے معاملات کی جانب متوجہ ہوئے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو یہ وصیتیں فرمائیں:

1 سلطان وقت کے ساتھ طرزِ عمل

اے یعقوب! سلطانِ وقت کی عزت کرو، اس کے مقام کا خیال رکھو اور اس کے سامنے دروغ گوئی سے خاص طور پر پرہیز کرو۔ ہر وقت اس کے پاس حاضر نہ رہو، جب تک کہ تمہیں کوئی علمی ضرورت مجبور نہ کرے، کیونکہ جب تم کثرت سے اس کے ساتھ ملو گے، تو وہ تمہیں حقارت کی نظر سے دیکھے گا اور تمہارا مقام اس کی نظروں سے گر جائے گا۔ پس تم اس کے ساتھ ایسا معاملہ رکھو جیسا کہ آگ کے ساتھ رکھتے ہو کہ تم اس سے نفع بھی اٹھاتے ہو اور دور بھی رہتے ہو، اس کے قریب تک بھی نہیں جاتے۔ کیونکہ اکثر حاکم اپنی ذات اور اپنے مفاد کے علاوہ کچھ اور دیکھنا پسند نہیں کرتا ہے۔

تم حاکم کے قریب کثرتِ کلام سے بچو کہ وہ تمہاری گرفت کرے گا، تا کہ اپنے حاشیہ نشینوں کو یہ دکھلا سکے کہ وہ تم سے زیادہ علم رکھتا ہے اور تمہارا محاسبہ کرے گا، تا کہ تم اس کے حواریوں کی نظر میں گر جاؤ، حقیر ہو جاؤ، بلکہ ایسا طرزِ عمل اختیار کرو کہ جب اس کے دربار میں جاؤ تو وہ دوسروں کے مقابلے میں تمہارے رتبے کا خیال رکھے۔

سلطان کے دربار میں کسی ایسے وقت میں مت جاؤ جب وہاں دیگر ایسے اہلِ علم موجود ہوں، جن کو تم جانتے نہ ہو۔ اس لیے کہ تمہارا علمی رتبہ ان سے کم ہو گا تو ممکن ہے کہ تم

ان پر برتری ثابت کرنے کی کوشش کرو، مگر یہ جذبہ تمہارے لیے نقصان دہ ہوگا۔ اگر تم ان سے زیادہ صاحبِ علم ہو، تو شاید تم ان کو کسی بات میں جھڑک دو، اور اس وجہ سے تم حاکمِ وقت کی نظروں سے گر جاؤ۔

جب سلطانِ وقت تمہیں کوئی منصب عطا کرے تو اس وقت تک قبول نہ کرنا جب تک یہ علم نہ ہو جائے کہ تم سے یا تمہارے مسلک سے علم و قضایا کے بارے میں مطمئن ہے، تا کہ فیصلوں میں دوسرے مسلک پر عمل کی حاجت نہ ہو۔

سلطان کے مقربین اور اس کے حاشیہ نشینوں سے میل جول مت رکھنا، صرف سلطانِ وقت سے رابطہ رکھنا اور اس کے حاشیہ برداروں سے الگ رہنا، تا کہ تمہارا وقار اور عزت برقرار رہے۔

2 عوام کے ساتھ طرزِ عمل

عوام کے پوچھے گئے مسائل کے علاوہ ان سے بلا ضرورت بات چیت نہ کیا کرو، تا کہ ان کو تمہارے اندر مال کا لالچ نظر نہ آئے، ورنہ لوگ تم سے بدظن ہوں گے اور یقین کر لیں گے کہ تم ان سے رشوت لینے کا ارادہ رکھتے ہو۔

عام لوگوں کے سامنے ہنسنے اور زیادہ مسکرانے سے باز رہو، اور بازار میں بکثرت نہ جایا کرو۔ بے ریش لڑکوں سے زیادہ بات چیت نہ کیا کرو، کیونکہ وہ فتنہ ہیں۔ البتہ چھوٹے بچوں سے بات کرنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ ان کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرا کرو۔

عام لوگوں اور بوڑھوں کے ساتھ شاہراہ پر مت چلو، اس لیے کہ اگر تم ان کو آگے بڑھنے دو گے تو ان سے علمِ دین کی بے توقیری ظاہر ہوگی، اور اگر تم ان سے آگے چلو گے، تو یہ بات بھی معیوب ہوگی، کیونکہ وہ عمر میں تم سے بڑے ہوں گے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيرَنَا. (ترمذی رقم 1919)

ترجمہ جو شخص چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا اور بزرگوں کی عزت نہیں کرتا، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

کسی راہ گزر پر نہ بیٹھا کرو اور اگر بیٹھنے کا دل چاہے تو مسجد میں بیٹھا کرو۔ بازار اور مساجد میں کوئی چیز نہ کھایا کرو۔ پانی کی سبیل اور وہاں پانی پلانے والوں کے ہاتھوں سے پانی نہ پیو۔ مخمل، زیور اور انواع واقسام کے ریشمی ملبوسات نہ پہنو، کیونکہ اس سے غرور پیدا ہوتا ہے اور رعونت جھلکتی ہے۔

3 ازدواجی زندگی کے آداب

اپنی فطرت کی حاجت کے وقت بقدرِ ضرورت گفتگو کے سوا بستر پر اپنی بیوی سے زیادہ بات نہ کرو، اور اس کے ساتھ کثرت سے لمس ومس اختیار نہ کرو، اور جب بھی اس کے پاس جاؤ تو اللہ کے ذکر کے ساتھ جاؤ، اور اپنی بیوی سے دوسری عورتوں کے بارے میں بات نہ کرو کہ وہ تم سے بے تکلف ہو جائیں گی اور بہت ممکن ہے کہ جب تم دوسری عورتوں کا ذکر کرو گے، تو وہ تم سے دوسرے مردوں کے متعلق بات کریں گی۔

اگر تمہارے لیے ممکن ہو تو کسی ایسی عورت سے نکاح نہ کرو جس کے شوہر نے اس کو طلاق دی ہو، اور والد، ماں یا سابقہ خاوند سے لڑکی موجود ہو، لیکن صرف اس شرط پر کہ تمہارے گھر اس کا کوئی رشتہ دار نہیں آئے گا۔ اس لیے کہ جب عورت مال دار ہو جاتی ہے، تو اس کا والد دعویٰ کرتا ہے کہ اس عورت کے پاس جو بھی مال ہے وہ سب اس کا ہے اور اس عورت کے پاس بطورِ امانت رکھا ہے اور جہاں تک ممکن ہو تم بھی اپنی بیوی کے والدین کے گھر نہ جانا۔ (شرعی ضرورتیں مستثنیٰ ہیں)۔

نکاح کے بعد تم اس بات پر نہ راضی ہو جانا کہ تم شبِ زفاف سسرال میں گزارو گے، ورنہ وہ لوگ تمہارا مال لے لیں گے اور اپنی بیٹی کے سلسلہ میں انتہائی لالچ سے کام لیں گے۔ صاحبِ اولاد خاتون سے شادی نہ کرنا کہ وہ تمہارا مال اپنی اولاد کے لیے جمع کرے گی اور ان پر ہی خرچ کرے گی، اس لیے کہ اس کو اپنی اولاد تمہاری اولاد

سے زیادہ پیاری ہوگی۔ تم اپنی دو بیویوں کو ایک ہی مکان میں نہ رکھنا اور جب تک دو بیویوں کی تمام ضروریات کو پورا کرنے کی قدرت نہ ہو، دوسرا نکاح نہ کرنا۔

4 امورِ زندگی کی بہترین ترتیب

پہلے علم حاصل کرو، پھر حلال ذرائع سے مال جمع کرو اور پھر ازدواجی رشتہ اختیار کرو۔ (کیونکہ یہ امورِ زندگی کی بہترین ترتیب ہے)۔

علم حاصل کرنے کے زمانے میں اگر تم مال کمانے کی جدوجہد کرو گے، تو تم حصولِ علم سے قاصر رہو گے اور یہ مال تمہیں باندیوں اور غلاموں کی خریداری پر اکسائے گا اور تحصیلِ علم سے قبل ہی تمہیں دنیا کی لذتوں اور عورتوں کے ساتھ مشغول کر دے گا، اس طرح تمہارا وقت ضائع ہو جائے گا اور جب تمہارے اہل وعیال کی کثرت ہو جائے گی، تو تمہیں ان کی ضروریات پوری کرنے کی فکر ہو جائے گی اور تم علم سیکھنا چھوڑ دو گے۔ اس لیے علم حاصل کرو آغازِ شباب میں، جب تمہارا دل ودماغ دنیا کے بکھیڑوں سے فارغ ہو، پھر مال کمانے کا مشغلہ اختیار کرو، تاکہ شادی سے قبل تمہارے پاس بقدرِ ضرورت مال ہو، اس کے بغیر اہل وعیال کی ضروریات دل کو تشویش میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ لہٰذا کچھ مال جمع کرنے کے بعد ہی ازدواجی تعلق قائم کرنا چاہیے۔

5 سیرت وکردار کی تعمیر

اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ ادائے امانت اور ہر خاص وعام کی خیر خواہی کا خاص خیال رکھو اور لوگوں کو عزت دو، تاکہ وہ تمہاری عزت کریں۔ ان کی ملنساری سے پہلے ان سے زیادہ میل جول نہ رکھو اور ان سے میل جول میں مسائل کا تذکرہ بھی کرو کہ اگر مخاطب اس کا اہل ہوگا تو جواب دے گا۔ عام لوگوں سے دینی امور میں علم کلام (عقائد کے عقلی دلائل) پر گفتگو سے پرہیز کرو کہ وہ لوگ تمہاری تقلید کریں گے اور علمِ کلام میں مشغول ہو جائیں گے۔

جو لوگ تمہارے پاس استفتاء کے لیے آئیں، ان کو صرف ان کے سوال کا جواب دو

اور دوسری کسی بات کا اضافہ نہ کرو، ورنہ اس کے سوال کا غیر محتاط جواب تمہیں تشویش میں مبتلا کر سکتا ہے۔ علم سکھانے میں کسی حالت میں اعراض نہ کرنا، اگرچہ تم دس سال اس طرح رہو کہ تمہارا کوئی ذریعہ معاش نہ ہو، نہ کوئی اکتسابی طاقت، کیونکہ اگر تم علم سے اعراض کرو گے تو تمہاری معیشت (گزر بسر) تنگ ہو جائے گی۔

تم اپنے ہر فقہ سیکھنے والے طالب علم پر ایسی توجہ رکھو کہ گویا تم نے ان کو اپنا بیٹا اور اولاد بنالیا ہے، تاکہ تم ان میں علم کی رغبت کے فروغ کا باعث بنو۔ اگر کوئی عام شخص اور بازاری آدمی تم سے جھگڑا کرے، تو اس سے جھگڑا نہ کرنا، ورنہ تمہاری عزت چلی جائے گی۔ اظہارِ حق کے موقع پر کسی شخص کی جاہ وحشمت کا خیال نہ کرو، اگرچہ وہ سلطانِ وقت ہو۔ جتنی عبادات دوسرے لوگوں کی ہیں، اس سے زیادہ عبادت کرو، کیونکہ عوام جب کسی عبادت کو بکثرت کر رہے ہوں اور پھر وہ دیکھیں کہ تمہاری توجہ اس عبادت پر نہیں ہے تو وہ تمہارے متعلق عبادت میں کم رغبت ہونے کا گمان کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ تمہارے علم نے تمہیں کوئی نفع نہیں پہنچایا۔ سوائے اس نفع کے جو ان کو ان کی جہالت نے بخشا ہے، جس میں وہ مبتلا ہیں۔

6 معاشرتی آداب

جب تم کسی ایسے شہر میں قیام کرو، جس میں اہلِ علم بھی ہوں تو وہاں اپنی ذات کے لیے کسی امتیازی حیثیت کو اختیار نہ کرو، بلکہ اس طرح رہو کہ گویا تم بھی ایک عام سے شہری ہو، تاکہ ان کو یقین ہو جائے کہ تمہیں ان کی جاہ ومنزلت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ ورنہ اگر انہوں نے تم سے اپنی عزت کو خطرے میں محسوس کیا تو وہ سب تمہارے خلاف کام کریں گے اور تمہارے مسلک پر کیچڑ اچھالیں گے اور (شریر) عوام بھی تمہارے خلاف ہو جائیں گے اور تمہیں بری نظر سے دیکھیں گے، جس کی وجہ سے تم ان کی نظروں میں کسی قصور کے بغیر مجرم بن جاؤ گے۔ اگر وہ تم سے مسائل دریافت کریں تو ان سے مناظرہ، جلسہ گاہوں میں بحث وتکرار سے باز رہو اور جو بات ان

سے کرو، واضح دلیل کے ساتھ کرو اور ان کے اساتذہ کو طعنہ نہ دو، ورنہ تمہارے اندر بھی کیڑے نکالیں گے۔ تمہیں چاہیے کہ لوگوں سے ہوشیار رہو، اور اپنے باطنی احوال کو اللہ تعالیٰ کے لیے ایسا خالص بنالو جیسا کہ تمہارے ظاہری احوال ہیں اور علم کا معاملہ احوال پذیر نہیں ہوتا، تاوقتیکہ تم اس کے باطن کو اس کے ظاہر کے مطابق بنالو۔

7 آدابِ زندگی

جب سلطانِ وقت تمہیں کوئی ایسا منصب دینا چاہے جو تمہارے لیے مناسب نہیں ہے تو اسے اس وقت تک قبول نہ کرو، جب تک کہ تمہیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس نے جو منصب تمہیں سونپا ہے، وہ محض تمہارے علم کی وجہ سے سونپا ہے۔

مجلسِ فکر ونظر میں ڈرتے ہوئے کلام مت کرو، کیونکہ یہ خوفزدگی کلام میں اثر انداز ہوگی اور زبان کو ناکارہ بنا دے گی۔ زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرو، کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ بنا دیتا ہے۔ چلنے کے دوران سکون واطمینان سے چلو اور اُمورِ زندگی میں زیادہ عجلت پسند نہ بنو اور جو تمہیں پیچھے سے آواز دے، اس کی آواز کا جواب مت دو کہ پیچھے سے آواز چوپایوں کو دی جاتی ہے۔ گفتگو کے وقت نہ چیخو اور نہ ہی اپنی آواز کو زیادہ بلند کرو۔ سکون اور قلتِ حرکت کو اپنی عادت میں شامل کرو، تاکہ لوگوں کو تمہاری ثابت قدمی کا یقین ہو جائے۔

لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرو، تاکہ لوگ تم سے اس خوبی کو حاصل کرلیں اور اپنے لیے نماز کے بعد ایک وظیفہ مقرر کرلو، جس میں تم قرآن کریم کی تلاوت کرو اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ صبر واستقامت کی دولت جو ربِ کریم نے تم کو بخشی ہے اور دیگر جو نعمتیں عطا کی ہیں، ان پر اس کا شکریہ ادا کرو اور اپنے لیے ہر ماہ کے چند ایام روزہ کے لیے مقرر کرلو، تاکہ دوسرے لوگ اس میں بھی تمہاری پیروی کریں۔ اپنے نفس کی دیکھ بھال رکھو اور دوسروں کے رویہ پر بھی نظر رکھو، تاکہ تم اپنے علم کے ذریعہ سے دنیا وآخرت میں نفع اٹھاؤ۔ تمہیں چاہیے کہ بذاتِ خود خرید وفروخت

مت کرو، بلکہ اس کے لیے ایک ایسا خدمت گار رکھو جو تمہاری ایسی حاجتوں کو بحسن و خوبی پورا کرے اور تم اس پر اپنے دنیاوی معاملات میں اعتماد کرو۔ اپنے دنیاوی معاملات اور خود کو درپیش صورتِ حال کے بارے میں بے فکر مت رہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ تم سے ان تمام چیزوں کے بارے میں سوال کرے گا۔ سلطانِ وقت سے اپنے خصوصی تعلق کو لوگوں پر ظاہر نہ ہونے دو، اگرچہ تمہیں اس کا قرب حاصل ہو، ورنہ لوگ تمہارے سامنے اپنی حاجتیں پیش کریں گے اور اگر تم نے لوگوں کی حاجتوں کو اس کے دربار میں پیش کرنا شروع کر دیا، تو وہ تمہیں تمہارے مقام سے گرا دے گا، اور اگر تم نے ان کی حاجتوں کی تکمیل کے لیے کوشش نہ کی، تو حاجت مند تمہیں الزام دیں گے۔

8 آدابِ وعظ و نصیحت

غلط باتوں میں لوگوں کی پیروی نہ کرو، بلکہ صحیح باتوں میں ان کی پیروی کرو۔ جب تم کسی شخص میں برائی دیکھو تو اس شخص کا تذکرہ برائی کے ساتھ نہ کرو، بلکہ اس سے بھلائی کی امید رکھو اور جب وہ بھلائی کرے تو اس کی بھلائی کا ذکر کرو۔ البتہ اگر تم کو اس کے دین میں خرابی معلوم ہو تو لوگوں کو اس سے ضرور آگاہ کرو، تاکہ لوگ اس کا اعتبار نہ کریں اور اس سے دور رہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے:

اُذْكُرُوا الْفَاجِرَ بِمَا فِيهِ حَتّٰى يَحْذَرَهُ النَّاسُ وَاِنْ كَانَ ذَا جَاهٍ وَمَنْزِلَةٍ۔

ترجمہ: فاسق و فاجر آدمی جس برائی میں مبتلا ہے اسے بیان کرو تاکہ لوگ اس سے بچیں اگرچہ وہ شخص صاحبِ جاہ و منزلت ہو۔

اس طرح جس شخص کے دین میں تم خلل دیکھو، اسے بھی بیان کرو اور اس کے عزت و مرتبہ کی پروا نہ کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارا اور اپنے دین کا معین اور مددگار ہے۔ اگر تم ایک مرتبہ ایسا کر دو گے تو وہ لوگ تم سے ڈریں گے اور کوئی شخص دین میں نئے گمراہ کن افکار و اعمال کے اظہار کی جسارت نہیں کر سکے گا۔

جب تم سلطانِ وقت سے خلافِ دین کوئی بات دیکھو، تو اس کو اپنی اطاعت اور وفاداری کا یقین دلاتے ہوئے آگاہ کر دو۔ یہ اظہارِ وفاداری اس وجہ سے ہے کہ اس کا ہاتھ تمہارے ہاتھ سے زیادہ قوی ہے۔ چنانچہ تم اس طرح اظہارِ خیال کرو کہ جہاں تک آپ کے اقتدار اور غلبہ کا تعلق ہے، میں آپ کا فرماں بردار ہوں، بجز اس کے کہ میں آپ کی فلاں عادت کے سلسلہ میں جو دین کے مطابق نہیں ہے، آپ کی توجہ مبذول کرتا ہوں۔ اگر تم نے ایک بار سلطان و حاکم کے ساتھ اس جرات سے کام لیا تو وہ تمہارے لیے کافی ہوگی۔ اس لیے کہ تم اگر اس سے بار بار کہو گے تو وہ شاید تم پر سختی کرے اور اس میں دین کی ذلت ہوگی۔ اگر وہ ایک بار یا دو بار سختی سے پیش آئے اور تمہاری دینی جدوجہد کا اور امر بالمعروف میں تمہاری رغبت کا اندازہ کرے اور اس وجہ سے وہ دوسری مرتبہ خلافِ دین حرکت کرے، تو اس سے اس کے گھر پر تنہائی میں ملاقات کرو اور دین کی رو سے نصیحت کا فریضہ ادا کرو۔ اگر حاکمِ وقت مبتدع ہے تو اس سے دُو بدُو (آمنے سامنے) بحث کرو۔ اگر وہ سلطان ہے اور اس سلسلہ میں کتاب و سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے جو تمہیں یاد ہو، اسے یاد دلاؤ۔ اگر وہ ان باتوں کو قبول کرے تو ٹھیک ہے ورنہ اللہ سے دعا کرو کہ وہ اس سے تمہاری حفاظت فرمائے۔

تم یاد رکھو اپنے ان اساتذہ کو جن سے تم نے علم حاصل کیا ہے، اور ان کے لیے استغفار کیا کرو، اور قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہو۔ قبرستان، مشائخ اور بابرکت مقامات کی کثرت سے زیارت کیا کرو۔

عام مسلمانوں کے ان خوابوں کو جو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صالحین سے متعلق تمہیں سنائے جائیں، خواہ مسجد ہو یا قبرستان، ہر جگہ توجہ سے سنو، اور نفس پرستوں میں سے کسی کے پاس نہ بیٹھو، سوائے اس کے کہ کسی کو دین کی طرف بلانا ہو۔ کھیل کود اور گالم گلوچ سے اجتناب کرو، اور جب مؤذن اذان دے تو عوام سے قبل مسجد میں داخل ہونے کی تیاری کرو، تاکہ عام لوگ اس بات میں تم سے آگے نہ نکل جائیں۔

سلطانِ وقت کے قرب وجوار میں رہائش اختیار نہ کرو۔ اگر اپنے ہمسائے میں کوئی بری بات دیکھو تو پوشیدہ رکھو کہ یہ بھی امانت داری ہے اور لوگوں کے بھید ظاہر نہ کرو، اور جو شخص تم سے کسی معاملہ میں مشورہ لے، تو اس کو اپنے علم کے مطابق صحیح مشورہ دو کہ یہ بات تم کو اللہ کے قریب کرنے والی ہے اور میری اس وصیت کو اچھی طرح یاد رکھنا کہ یہ وصیت تمہیں ان شاء اللہ! دنیا اور آخرت میں نفع دے گی۔

9 اخلاقِ حسنہ

بخل سے اجتناب کرو کہ اس کی وجہ سے انسان دوسروں کی نظروں میں گر جاتا ہے۔ لالچی اور دروغ گو نہ بنو۔ حق و باطل (یا مذاق وسنجیدگی) کو آپس میں خلط ملط نہ کیا کرو، بلکہ تمام اُمور میں اپنی غیرت وحمیت کی حفاظت کرو۔ ہر حال میں سفید لباس زیب تن کرو۔ اپنی طرف سے حرص سے دوری اور دنیا سے بے رغبتی ظاہر کرتے ہوئے دل کا غنی ہونا ظاہر کرو۔ اپنے آپ کو مال دار ظاہر کرو اور تنگ دستی ظاہر نہ ہونے دو، اگرچہ حقیقت میں تم تنگ دست ہو۔

باہمت بنو اور جس شخص کی ہمت کم ہوگی، اس کا درجہ بھی کم ہوگا۔ راہ چلتے دائیں بائیں توجہ نہ کرو، بلکہ ہمیشہ زمین کی جانب نظر رکھو اور جب تم حمام میں داخل ہو، تو حمام اور نشست گاہ کی اُجرت دوسرے لوگوں سے زیادہ دو، تاکہ ان پر تمہاری اعلیٰ ہمتی ظاہر ہو، اور وہ تمہیں باعظمت انسان خیال کریں۔

اپنا سامانِ تجارت کاری گروں کے پاس جا کر خود ان کے حوالے نہ کیا کرو، بلکہ اس کے لیے ایک با اعتماد ملازم رکھو جو یہ امور انجام دیا کرے اور درہم و دینار کی خرید وفروخت میں ذہانت سے کام لو، یعنی لین دین میں چوکس رہو اور اپنے حق کے لیے کوشش کرو۔

نیز درہموں کا وزن خود نہ کیا کرو، بلکہ اس معاملہ میں بھی کسی با اعتماد شخص سے کام لو۔ متاعِ دنیا جس کی اہلِ علم کے نزدیک کوئی قدر نہیں ہے، اسے حقیر جانو کہ اللہ کے پاس

جو نعمتیں ہیں وہ دنیا سے بہتر ہیں۔ غرض یہ کہ اپنے دنیاوی معاملات کسی دوسرے شخص کے سپرد کر دو، تاکہ تمہاری توجہ علمِ دین پر پوری طرح مرکوز رہے۔ یہ طرزِ عمل تمہاری ضروریات کی تکمیل کا زیادہ محافظ ہے۔

پاگلوں سے اور ان اہلِ علم سے جو حجت اور مناظرہ کے اُسلوب سے بے بہرہ ہیں، کلام نہ کرو اور وہ لوگ جو جاہ پرست ہیں اور لوگوں کے معاملات میں عجیب وغریب مسائل کا ذکر کرتے رہتے ہیں وہ تمہیں کسی طرح نیچا دکھانے کے خواہش مند ہوں گے اور اپنی انا کے مقابلہ میں وہ تمہاری کوئی پروا نہیں کریں گے، اگرچہ وہ سمجھ لیں گے کہ تم حق پر ہو۔ جب بھی کسی بڑے مرتبے والے کے پاس جاؤ تو ان پر برتری حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو، جب تک کہ وہ خود تمہیں بلند جگہ نہ عطا کر دیں، تاکہ ان کی طرف سے تم کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔

کسی قوم میں نماز کی امامت کے لیے پیش قدمی نہ کرو، جب تک کہ وہ خود تمہیں از راہِ تعظیم مقدم نہ کریں اور حمام میں دوپہر یا صبح کے وقت داخل نہ ہو اور سیر گاہوں میں بھی نہ جایا کرو (کہ وہ عوام کی جگہیں ہیں)۔

10 آدابِ مجلس

سلاطین کے مظالم کے وقت وہاں حاضر نہ رہا کرو، سوائے اس کے کہ تمہیں یقین ہو کہ اگر تم ان کو ٹوکو گے تو وہ انصاف کریں گے۔ بصورت دیگر وہ تمہاری موجودگی میں کوئی ناجائز کام کریں گے اور بسا اوقات انہیں ٹوکنے کی تمہیں قدرت و ہمت نہ ہوگی، تو لوگ تمہاری خاموشی کی بنا پر گمان کریں گے کہ سلاطین کا وہ ناجائز کام برحق ہے۔ علمی مجلس میں غصہ سے اجتناب کرو اور عام لوگوں کو قصہ کہانیاں سنانے کا مشغلہ اختیار نہ کرو، کہ قصہ گو کو جھوٹ بولے بغیر چارہ نہیں۔ جب تم کسی اہلِ علم کے ساتھ علمی نشست کا ارادہ کرو اور وہ فقہی مجلس ہے، تو اس میں بیٹھو، اور وہاں ان باتوں کو بیان کرو جو مخاطب کے لیے تعلیم کا حکم رکھتی ہوں، تاکہ تمہاری حاضری سے لوگوں کو یہ دھوکہ نہ ہو

کہ تمہارا ہم نشین کوئی عالم ہے، جب کہ در حقیقت عالم نہ ہو، اور اگر وہ شخص فتویٰ سمجھنے کا اہل ہے تو فتوی بیان کرو، ورنہ ضرورت نہیں ہے، اور اس مقصد کے لیے کہیں نہ بیٹھو کہ کوئی دوسرا شخص تمہاری موجودگی میں درس دیا کرے، بلکہ اس کے پاس اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو بٹھا دو، تا کہ وہ تمہیں اس کی گفتگو کی کیفیت اور اس کے علم کے بارے میں بتادے۔

ذکر کی مجالس میں یا اس شخص کی مجلس وعظ میں حاضری نہ دو، جو تمہاری جاہ و منزلت یا تمہاری جانب سے اپنے تزکیۂ نفس کی نسبت سے مجلس قائم کرے، بلکہ ان کی جانب اپنے شاگردوں میں سے کسی ایک شخص کی معیت میں اپنے اہلِ محلہ اور اپنے عوام کو ان پر تمہیں اعتماد ہے، متوجہ کرو (کہ وہ وہاں جایا کریں) اور نکاح خوانی کا کام کسی خطیب کے حوالے کردو، اس طرح نمازِ جنازہ اور عیدین کی امامت بھی کسی اور شخص کے حوالے کردو۔

10 آخری بات

(آخری بات یہ کہ) ہمیں اپنی نیک دعاؤں میں فراموش نہ کرنا اور ان نصیحتوں کو میری جانب سے قبول کرو کہ یہ تمہارے اور دوسرے مسلمانوں کے فائدے کے لیے ہیں۔

11 خلاصہ

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنے شاگرد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ محسوس فرمالیا کہ رشد و ہدایت سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نواز دیا ہے، اور ان کے اخلاق اور سیرت بہترین ہے اور وہ علم پر پوری توجہ دیتے ہیں۔ تو ان کو خصوصی نصیحتیں فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

(1) عوام کے سامنے نہ ہنسو، نہ مسکراؤ۔

(2) بازاروں میں نہ جاؤ۔

(3) جو لڑکے قریب البلوغ ہوں ان سے بات نہ کرو، کیونکہ یہ لوگ فتنہ ہیں۔ ہاں چھوٹے بچوں سے بات کرنے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(4) راستوں میں مت بیٹھنا اگر تم کو اس کی ضرورت ہو (کہ گھر کے علاوہ کسی جگہ بیٹھوں) تو مسجد میں بیٹھ جانا۔

(5) دوکانوں پر مت بیٹھنا۔

(6) بازاروں اور مسجدوں میں مت کھانا۔

(7) دیبا کے کپڑے اور زیور اور ریشم کے انواع و اقسام استعمال نہ کرنا، کیونکہ اس کا استعمال تجھ کو تکبر میں ڈال دے گا۔

(8) پہلے علم طلب کرو، اور اس کے بعد حلال مال جمع کرو، پھر شادی کرو، کیونکہ اگر تحصیل علم کے زمانہ میں مال طلب کرنے کے لئے لگ گئے تو طلب علم سے عاجز ہوجاؤ گے، اور مال تم کو لونڈی، غلام خریدنے کی دعوت دے گا، اور تم دنیا میں لگ جاؤ گے۔ نیز اس بات سے بھی پرہیز کرو کہ تحصیل علم سے پہلے عورتوں میں مشغول ہوجاؤ، اگر ایسا کروگے تو تمہارا وقت ضائع ہوگا، اور بچوں کی بہت ساری ذمہ داریاں جمع ہوجائیں گی، اور اہل وعیال کی کثرت ہوگی۔ لہذا تم انکی حاجتوں کے پورا کرنے میں لگے رہوگے، اور علم اور مال (دونوں) سے رہ جاؤ گے۔

(9) ایسے وقت طلب علم میں میں مشغول ہونا جبکہ تمہاری جوانی کا ابتدائی دور ہو اور تمہارا دل (علم کے علاوہ دوسرے کاموں سے) فارغ ہو۔

(10) تم اللہ تعالے سے ڈرنے کو اور تمام عوام، خواص کی خیر خواہی کو لازم پکڑو۔

(11) اگر دس سال بھی بغیر خوراک اور بغیر کسبِ معاش رہ جاؤ تب بھی علم سے روگردانی نہ کرنا۔ کیونکہ اگر تم (علم سے) اعراض کیا تو تمہاری روزی تنگ ہوجائے گی جیسا کہ اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا: "وَمَن أعرض عن ذِكرِی ف اِن ل ,, معیش ضن اً" "(اور جس نے اعراض کیا میرے ذکر سے بلاشبہ اسکے کیلئے تنگی کی زندگی ہے)

(12) حق بات بیان کرتے وقت کسی کی جاہ وحشمت کی پرواہ نہ کرنا اگرچہ بادشاہ ہو۔

(13) زیادہ ہنسنے سے پرہیز کرنا، کیونکہ یہ دل کو مردہ کردیتا ہے۔

(14) اپنے کاموں میں سکون اور اطمینان اختیار کرنا اور اپنے کاموں میں جلدی مت کرنا۔

(15) جب تم گفتگو کرو تو چیخ و پکار زیادہ نہ کرو اور اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔

(16) لوگوں کے درمیان ہوتے ہوئے اللہ تعالی کا ذکر زیادہ کیا کرو تا کہ لوگ تم سے ذکر سیکھیں۔

(17) اپنے نفس کی نگرانی کرو۔ (تا کہ وہ گناہوں اور لایعنی کاموں میں مشغول نہ ہو جائے)

(18) موت کو یاد کرو۔ استاذوں اور ان سب کیلئے مغفرت کی دعاء کرو جن سے تم نے دین حاصل کیا ہے۔

(19) ہمیشہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہو۔

(20) جب مؤذن اذان دے تو مسجد میں داخل ہونے کیلئے تیار ہو جاؤ تا کہ عوام تم سے پہلے نہ پہنچ جائیں۔

(21) تمام حالات میں سفید کپڑے پہننا۔

(22) جب راستہ چلو تو دائیں بائیں نہ دیکھو، بلکہ ہمیشہ نظر زمین کی طرف رکھو۔

(23) عوامی تفریح گاہوں میں مت جانا۔

باب 5

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت یوسف بن خالد سمتی رحمۃ اللہ علیہ کے نام

تمہید یوسف بن خالد سمتی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 189ھ) امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ علامہ حافظ عبدالقادر قرشی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''اَلْجَوَاھِرُ الْمُضِیْئَۃُ'' میں جن چالیس اراکینِ مجلسِ شوریٰ کے نام درج فرمائے ہیں، ان میں یوسف بن خالد سمتی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے آخری زمانے میں جو ائمہ کرام مجلس شوریٰ کے اراکین تھے ان کے ناموں کی فہرست اکثر تذکرہ نگاروں نے رقم کی ہے۔

یوسف بن خالد سمتی رحمۃ اللہ علیہ کے نام امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت وصیت تحریر فرمائی جب وہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی مجلسِ درس سے فارغ ہو کر بصرہ جا کر وہاں کے لوگوں کو فقہ پڑھانے کا ارادہ کیے ہوئے تھے تا کہ بصرہ والوں کو بھی کوفی فقہاء کے افکار و آراء سے آگاہ کریں۔ یہ وصایا بھی بڑے اہم اور کارآمد ہیں جن کا تعلق تادیبِ نفس سے بھی ہے، سیاسی اُمور سے بھی، عام لوگوں کے معاملات سے بھی متعلق ہے اور خواص اہلِ علم کی ذات سے بھی بحث کرتے ہیں۔ دینی اور دنیاوی زندگی کے ہر موڑ پر کام آنے والے احکامات بڑے قیمتی اور نفع بخش ہیں، اور ان میں ظاہری و باطنی اصلاح کا جوہر پوشیدہ ہے اور بھی بہت ساری خوبیوں کا مرقع اور گونا گوں مسائل کا نگارخانہ ہیں۔

وصية الإمام أبي حنيفة لتلميذه يوسف بن خالدٍ السمتي البصري

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

هذه وصيةُ الإمامِ أبي حنيفةَ رحمه الله عليه لتلميذه يوسفَ بنِ خالدٍ السَّمتيّ البصريّ.

وصَّى بها حين استأذنه الخروجَ إلى وطنهِ البصرةَ. فقال: لا، حتى أتقدمَ إليك بالوصيةِ فيما تحتاجُ إليه في معاشرةِ الناسِ، ومراتبِ أهلِ العلمِ، وتأديبِ النفسِ، وسياسةِ الرعيَّةِ، ورياضةِ الخاصَّةِ والعامَّةِ، وَتَفَقُّدِ أمرِ العامَّةِ. حتَّى إذا خرجتَ بعلمِكَ كان معكَ آلةٌ تَصۡلُحُ لك وتَزِينُكَ ولا تَشِينُكَ.

واعلم أنَّك متى أسأتَ عِشرةَ النَّاسِ صاروا لك أعداءً، ولو كانوا أمهاتٍ وآباءً، ومتى أحسنتَ عِشرةَ الناسِ من أقوامٍ ليسوا لك أقرباءَ صاروا لك أقرباءَ. ثم قال لي:

اصبر يوما حتى أفرِّغَ لك نفسي، وأجمعَ لك هِمَّتي، وأعرِّفك من الأمر ما تحمدُني، وتجعلَ نفسك عليه، ولا توفيقَ إلا باللهِ.

فلما مضى الميعادُ، قال:

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

أنا أكشِفُ لك عمَّا عزمتَ عليه.

كأني بكَ وقد دخلتَ بَصۡرةَ، وأقبلتَ على المناقضةِ مع مخالفيكَ، ورفعتَ نفسَك عليهم، وتطاولتَ بعلمِك لديهم، وانقبضتَ عن معاشرتهم ومخالطتِهم، وهَجَرۡتهم فَهَجروكَ، وشَتَمۡتَهُم فَشَتموكَ، وضلَّلتَهُم فضلَّلُوكَ، وبدّعتَهم فبدَّعوكَ، واتَّصَلَ ذلك الشَّيۡنُ بنا وبكَ، واحتجتَ الى الهربِ، والانتقالِ عنهم، وليس هذا برأيٍ! فإنَّه

ليس بعاقلٍ مَنۡ لم يدارِ من ليس له من مداراتِهِ بُدٌّ، حتى يجعلَ الله تعالى له مخرجًا، قال السَّمتيُّ: ولقد كنتُ مُزۡمِعًا على ما قال!.

ثم قال أبو حنيفةَ رحمه الله: إذا دخلتَ البصرةَ واستقبلَكَ الناسُ، وزاروكَ وعَرَفوا حقَّكَ، فأنزِلۡ كلَّ رجلٍ منهم مَنۡزِلَتَه، وأكۡرِمۡ أهلَ الشَّرفِ، وعظِّمۡ أهلَ العلمِ، ووقِّرِ الشيوخَ، ولاطفِ الأحداثَ، وتقرَّبۡ مِنَ العامَّةِ، ودارِ الفجارَ، واصۡحَبِ الأخۡيَارَ، ولا تتهاوَنۡ بالسُّلطانِ، ولا تحقِرنَّ أحدًا يقصِدُك، ولا تقصِّرنَّ في إقامةِ مودَّتِكَ إياهُم، ولا تخرجنَّ سِرَّك الى أحدٍ، ولا تثقنَّ بصحبةِ أحدٍ حتى تمتحنه، ولا تُخَادِمۡ خسيسًا، ولا وضيعًا، ولا تقولنَّ من الكلام ما يُنكَرُ عليك في ظاهرِهِ.

وإيَّاكَ والانبساطَ الى السفهاءِ، ولا تجيبنَّ دعوةً، ولا تَقۡبَلَنَّ هديةً، وعليك بالمداراةِ والصبرِ والاحتمالِ وحُسنِ الخُلُقِ وسَعةِ الصَّدرِ.

واستَجِدَّ ثيابَكَ، وأكثِرِ استعمالَ الطيبِ، وقرِّب مجلِسَك، وليكن ذلك في أوقاتٍ معلومةٍ.

واجعل لنفسك خَلوةً ترمُّ بها حوائجَكَ، وابحث عن أخبارِ حشَمِك، وتَقَدَّم في تقويمِهم وتأديبِهم، واستَعۡمِلۡ في ذلك الرِّفۡقَ ولا تُكۡثِرِ العَتَبَ فيهونَ العَذۡلُ ولا تلِ تأديبَهم بنفسِكَ، فإنَّه أبقى لمائِك، وأهۡيَبُ لك.

وحافِظۡ على صلواتِكَ، وابذُلۡ طعامك، فإنه ما سادَ بخيلٌ قطُّ، وليكنۡ لكَ بِطانةٌ تُعرِّفُكَ أخبارَ الناسِ، فمتى عَرَفۡتَ بفسادٍ بادرتَ إلى صلاحٍ، ومتى عرفۡتَ بصلاحٍ فازۡدَدۡ رغبةً وعنايةً في ذلك، واعمَدۡ في زيارةِ مَنۡ يَزورُك ومن لا يَزورُك، والإحسانِ الى من أحسن إليكَ أو أساءَ.

وخذِ العفوَ وأمُرۡ بالمعروفِ، وتَغافَلۡ عمَّا لا يَعۡنِيكَ، واتۡرُكۡ كلَّ من

يؤذيكَ، وبادِر في إقامةِ الحقوقِ.
ومن مَرِضَ من إخوانِكَ فَعُدْهُ بنفسِك، وتعاهَدْهُ برُسُلِك.
ومن غابَ منهم فتفقَّدْ أحوالَه.
ومنْ قعدَ منهم عنْك، فلا تقعُدْ أنت عنه.
وصِلْ مَنْ جفاكَ، وأكرِمْ مَن أتاك، واعفُ عمَّن أساءَ إليكَ. ومَن تكلَّمَ منهم بالقبيحِ فيك فتكلَّم فيه بالحَسَنِ الجميلِ. ومن ماتَ قضيتَ له حقَّهُ، ومن كانَتْ له فَرْحَةٌ هنَّيتَهُ بها ومن كانت له مصيبةٌ عزَّيتَهُ عنْهَا.
ومن أصابَهُ همٌّ فتوجَّعْ له بهِ.
ومَنِ استنْهضَكَ لأمرٍ من أمورِهِ نهضْتَ لهُ، ومن استغاثَكَ فأغِثْهُ.
ومَنِ استنْصَركَ فانصُرْهُ.
وأظهِرِ التودُّدَ الى الناسِ ما استطَعْتَ.
وأفشِ السلامَ، ولو على قومٍ لئامٍ.
ومتى جمعَكَ وغيرَكَ مجلسٌ، أو ضمَّك وإيَّاهم مسجِدٌ، وجرتِ المسائلُ، وخاضوا فيها بخلافِ ما عِنْدَك لم تُبْدِ لهم منك خلافًا.
فإن سُئِلْتَ عنها! أجبت بما يَعْرِفُهُ القومُ، ثم تقولُ (وفيها قولٌ ءاخر.. كذا، وحُجَّته كذا) فإذا سَمِعوا منْكَ عَرَفُوا قدْرَكَ ومِقْدارَك، وإن قالوا (هذا قول مَنْ؟) فقلْ (قولُ بعضِ الفقهاءِ).
وإن استقرُّوا على ذلك، وألِفوهُ، وعَرَفوا مِقدارَك وعظَّموا محلَّكَ، فأعطِ كلَّ مَنْ يختلِفُ إليك نوعا من العلمِ ينظرونَ فيهِ، ويأخذُ كلٌّ منهم بحظٍّ شيءٍ مِنْ ذلك. وخذْهُم بجليِّ العلمِ دونَ دَقيقِهِ.
وءانِسْهُمْ ومَازِحْهُم أحيانا، وحادِثْهُم، فإنَّها تجلُبُ المودَّةَ وتستديمُ به مواظبةَ العلمِ، وأطعِمْهُم أحيانًا، واقضِ حوائجَهُم، واعرِفْ مقدارَهم، وتغافلْ عن زلَّاتِهم، وارفِقْ بهم وسَامِحْهُم.

ولا تُبدِ لأحدٍ منهم ضيقَ صدرٍ أو ضَجَرًا، وكن كواحدٍ منهم.
وارضَ مِنْهُم ما ترضى لنفْسِكَ.
وعامِلِ الناسَ مُعَامَلتَك لنفسِكَ.
واستعِنْ على نفسِك بالصيانةِ لها، والمراقبةِ لأحوالها.
ولا تضجُر لمن لا يضجُرُ عليك.
ودعِ الشَّغَبَ، واستمِع لمنْ يستَمِعُ مِنْكَ، ولا تكلِّفِ الناسَ ما لا يكلِّفوكَ، وارضَ لهم ما رَضُوا لنفْسِهِم، وقدِّمْ حُسْنَ النيَّةِ، واستعملِ الصِّدْقَ، واطرحِ الكِبْرَ جانباً.
وإيَّاكَ والغَدْرَ، وإنْ غَدَروا بك، وأدِّ الأمانةَ، وإن خانوكَ.
وتمسَّكْ بالوفاءِ، واعتصِمْ بالتقوى.
وعاشِرْ أهلَ الأديانِ حسَبَ معاشرتِهم لكَ، فإنَّك إن تمسَّكْتَ بوصِيَّتي هذه رَجَوْتُ أن تَسْلَمَ، وتعيشَ سالماً إن شاءَ اللهُ تعالى.
ثمَّ إنَّه لَيَحْزُنُني مُفَارَقَتُك، وتؤنِسُني مَعْرِفَتُك، فَواصِلْني بِكُتُبِكَ، وعَرِّفْني بحوائجِك، وكنْ لي كابنٍ فإني لك كأبٍ.
قال يوسفُ بنُ خالدٍ السَّمْتيُّ:
ثم أخرجَ إليَّ دنانيرَ وكِسْوةً وزاداً وخَرَجَ معي، وحمَّلَ ذلك جمَّالاً، وجمعَ أصحابَهُ حتى شيَّعوني، وركِبَ مَعَهُم حتى بَلَغْنَا الى شطِّ الفراتِ، ثمَّ ودَّعوني وودَّعتُهم.
وكانت مِنَّةُ أبي حنيفةَ رحمهُ الله تعالى بوصيتِهِ إليَّ وبِرِّه أعظمَ من كلِّ مِنَّةٍ تقدَّمتْ عليَّ.
وقَدِمْتُ البصْرَةَ، فاستعلمتُ ما قالَ، فما مَرَّتْ عليَّ أيَّامٌ يسيرةٌ حتى صاروا كلُّهم لي أصدقاءَ، وانْتَقَضْتُ المجالسَ، وظهرَ بالبصرةِ مذهَبُ أبي حنيفةَ رحمه الله تعالى، كما ظهرَ بالكوفةِ، وسقطَ (يعني: انقرض)

مذھبُ الحسنِ، وابنِ سیرینَ رضی اللہ عنھما، فما زالتْ کتبُ أبی حنیفة تجیئُنی الی أنْ ماتَ رحمہ اللہ تعالی.

فھنیئا لكَ من معلّمٍ صالحٍ وأستاذٍ صالحٍ.

فمنْ لنا مِثْلُه رضیَ اللہ عنه.

یوسف بن خالد سمتی رحمۃ اللہ علیہ کے نام امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت

امام یوسف بن خالد سمتی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر جب علم حاصل کرلیا، تو اپنے شہر بصرہ کو واپس ہونے کا ارادہ کیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت چاہی تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں آپ سے چند باتیں کہنا چاہتا ہوں، یہ باتیں تمہیں ہر جگہ کام دیں گی، خواہ لوگوں کے ساتھ معاملات ہوں یا اہلِ علم کے مراتب کا سوال ہو، تادیبِ نفس کا مرحلہ ہو، یا سیاسی امور کا، خواص وعوام کی تربیت کا معاملہ ہو یا عام حالات کی تحقیق مقصود ہو، غرضیکہ یہ باتیں دینی اور دنیاوی زندگی کے ہر موڑ پر کام آئیں گی اور لوگوں کی اصلاح کا ذریعے ہوں گی۔

1 تعمیرِ انسانیت

اس نکتہ کو خوب سمجھ لو کہ جب تم انسانی معاشرے کو برا سمجھو گے تو لوگ تمہارے دشمن بن جائیں گے، چاہے وہ تمہارے والدین ہی کیوں نہ ہوں اور جب اس معاشرے کے ساتھ اچھا سلوک کرو گے، تو یہ معاشرہ تمہیں عزیز رکھے گا اور اس کے افراد تمہارے والدین بن جائیں گے۔

ذرا اطمینان سے مجھے چند باتیں کہنے دو۔ میں تمہارے لیے ایسے امور کی نشاندہی کر دیتا ہوں جن کا خود بخود شکریہ کے ساتھ اعتراف کرنے پر مجبور ہو گے۔

تھوڑی دیر بعد فرمایا: دیکھو! گویا میں تمہارے ساتھ ہوں اور تم بصرہ پہنچ گئے ہو، اور تم اپنے مخالفوں کی طرف متوجہ ہو گئے، اپنے آپ کو ان پر فوقیت دینے لگے، تم نے اپنے علم کی وجہ سے ان پر خود کو بڑا ثابت کیا، ان کے ساتھ میل جول کو برا سمجھا، ان کے

معاشرے سے جدا ہوئے اور ان کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ نتیجہ میں انہوں نے بھی تمہاری مخالفت کی، تم نے انہیں چھوڑ دیا تو انہوں نے بھی تمہیں منہ نہیں لگایا۔ تم نے انہیں گالی دی، ترکی بہ ترکی جواب ملا۔ تم نے انہیں گمراہ کہا، تو انہوں نے بھی تمہیں بدعتی اور گمراہ قرار دیا اور سب کا دامن آلودہ ہو گیا۔ اب تمہیں ضرورت ہوئی کہ تم ان سے کہیں دور بھاگ جاؤ اور یہ کھلی حماقت ہے۔ وہ شخص کبھی اچھی سوجھ بوجھ کا نہیں ہوسکتا کہ اسے کسی سے واسطہ پڑے اور وہ کوئی راہ پیدا ہونے تک نباہ نہ کر سکے۔

2 معاشرتی حقوق

جب تم بصرہ پہنچو گے تو لوگ تمہارا خیر مقدم کریں گے۔ تم سے ملنے کے لیے آئیں گے، کیونکہ یہ ان کا معاشرتی فریضہ ہے۔ اب تم ہر ایک کو اس کا مقام عطا کرو، بزرگوں کو عزت دو، علماء کی تعظیم کرو، بوڑھوں کی توقیر کرو، نوجوانوں سے نرمی کا برتاؤ کرو، عوام کے قریب رہو، نیک و بد کے پاس اُٹھنا بیٹھنا کرو، بادشاہِ وقت کی توہین نہ کرو، کسی کو کم تر نہ سمجھنا، اپنی مروت اور شرافت کو پس پشت نہ ڈالو۔

اپنا راز کسی پر فاش نہ کرو۔ بغیر پرکھے کسی پر اعتماد نہ کر بیٹھو۔ خسیس الطبع اور کمینوں سے میل جول نہ رکھو۔ اس شخص سے محبت کا اظہار نہ کرو جو تمہیں پسند نہ کرتا ہو۔ سنو کہ احمقوں سے مل کر خوشی کا اظہار نہ کرو اور ان کی دعوت قبول نہ کرو اور نہ ہی ان کا ہدیہ قبول کرو۔

نرم گفتاری، ضبط وتحمل، حسنِ اخلاق، کشادہ دلی اور اچھے لباس اور خوشبو کو اپنے لیے لازم رکھو۔ سواریوں میں ہمیشہ اچھی سواری استعمال کرو۔ حوائج ضروریہ کے لیے کوئی وقت مقرر کرلو، تاکہ ہر کام آسانی سے کرسکو۔ اپنے ساتھیوں سے غفلت نہ برتو۔ ان کی اصلاح کی سب سے پہلے فکر کرو، مگر اس میں نرمی کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دو۔ نرم لہجہ میں گفتگو کرو، عتاب وتوبیخ سے بچو کہ اس سے نصیحت کرنے والا ذلیل ہوتا ہے۔ انہیں اس بات کا موقع نہ دو کہ وہ تمہاری تادیب کریں۔ ایسا کرنے سے تمہارے

حالات درست رہیں گے۔

3 تعمیر سیرت

نماز کی پابندی کرو۔ سخاوت سے کام لو، کیونکہ بخیل آدمی کبھی بھی سردار نہیں بن سکتا۔ اپنا ایک مشیر کار رکھ لو، جو تمہیں لوگوں کے حالات سے باخبر کرتا رہے، اور جو تمہیں کوئی خراب بات نظر آئے تو اس کی اصلاح کرنے میں جلدی کرو اور جب اصلاح پائی جائے تو اپنی عنایت اور رغبت کو اور بڑھا دو۔ جو شخص تم سے ملے تم اس سے ملو اور اس سے نہ ملو، جو نہ ملے۔ جو شخص تمہارے ساتھ نیک سلوک کرے، تم اس کے ساتھ ایسا ہی کرو اور جو کوئی بدخلقی سے پیش آئے تو تم حسنِ اخلاق کا ثبوت دو اور عفو و کرم کو مضبوطی سے تھام لو۔ نیک کاموں کی طرف لوگوں کو متوجہ کرو۔ جو تم سے بیزار ہو، اس سے ترک تعلق کر لو۔ حقوق کی ادائیگی میں کوشاں رہو۔

4 حقوق العباد

اگر کوئی مسلمان بھائی بیمار ہو جائے، تو مزاج پرسی کرو، اور اگر کوئی آنا جانا چھوڑ دے، تو تم نہ چھوڑو۔ اگر کوئی تم پر ظلم کرے، تو صلہ رحمی سے پیش آؤ۔ جو شخص تمہارے پاس آئے، اس کی عزت کرو۔ اگر کسی نے تمہاری بُرائی کی، تو درگزر کرو۔ جو شخص تمہارے بارے میں غلط بات مشہور کرے تم اس کے بارے میں اچھی بات کہو۔ اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کے حقوق پورے کرو۔ اگر کسی کو خوشی کا موقع میسر آئے، تو اسے مبارک دو۔ اگر کسی پر مصیبت پڑ جائے تو اس کی غم خواری کرو۔ اگر کسی پر آفت ٹوٹ پڑے تو اس کے غم میں شریک رہو، اور اگر وہ تم سے کام لینا چاہے، تو کام کرو۔ اگر کوئی فریادی ہو، تو اس کی فریاد سن لو۔ اگر کوئی مدد کا طالب ہو، تو اس کی مدد کرو۔ جہاں تک تم سے ہو سکے، لوگوں کی مدد کرو۔ لوگوں سے محبت اور شفقت کا اظہار کرو۔ سلام کو رواج دو، خواہ وہ کمینوں کی جماعت ہی کیوں نہ ہو۔

5 تعلیم و تربیت

اگر مسجد میں تمہارے پاس کچھ لوگ بیٹھے مسائل پر گفتگو کر رہے ہوں تو ان سے اختلاف رائے نہ کرو۔ اگر تم سے کوئی بات پوچھی جائے تو پہلے وہ بتاؤ جو لوگوں میں رائج ہو، پھر بتاؤ کہ دوسرا قول بھی ہے اور وہ ایسے ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے۔ اس طرح ان کے دل میں تمہاری قدر و منزلت جاگزیں ہو جائے گی۔ جو شخص تمہاری مخالفت کرے، تو اسے کوئی ایسی راہ دکھا دو جس پر وہ غور کرے۔ لوگوں کو آسان باتیں بتایا کرو، مشکل اور گہرے مسائل بیان نہ کرو کہ کہیں وہ غلط مطلب نہ سمجھ لیں۔

لوگوں سے لطف و مہربانی کا سلوک کیا کرو، بلکہ کبھی کبھی ان سے مذاق بھی کر لیا کرو۔ کیونکہ تمہارا یہ عمل لوگوں میں تمہاری محبت پیدا کر دے گا۔ ہمیشہ علمی چرچا رکھو۔ کبھی کبھی ان کی دعوت کر دیا کرو۔ ان سے سخاوت سے پیش آؤ۔ چھوٹی چھوٹی غلطیوں سے درگزر کر دیا کرو، اور ان کی ضروریات کو بھی پورا کیا کرو۔ بہتر یہی ہے کہ لطف و کرم اور چشم پوشی کو اپنا خاصہ بنا لو۔ نہ تو کسی سے دل تنگ کرو اور نہ ہی ڈانٹ ڈپٹ سے پیش آؤ۔ آپس میں گھل مل کر اس طرح رہو کہ گویا تم ایک ہی ہو۔ لوگوں کے ساتھ وہی معاملہ کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، اور ان کے لیے وہی چیزیں پسند کرو، جو تمہیں پسند ہیں۔

6 تزکیۂ نفس

نفس کی حفاظت اور احوال کی دیکھ بھال کرو اور فتنہ اور جھگڑے سے دور رہو۔ اگر کوئی شخص تمہارے ساتھ بُری طرح بات کرتا ہے تو اس سے اچھی طرح بات کرو اور اس کو جھڑکو نہیں۔ اگر کوئی تمہاری باتیں غور سے سن رہا ہو، تو تم بھی اس کی طرف کان لگا لو۔ لوگوں کو ایسی چیزوں کا مکلف نہ بناؤ جس کی وہ تمہیں تکلیف دیتے ہیں۔ اخلاق، نیت سے لوگوں کا خیر مقدم کرو اور سچائی کو لازم کر لو۔

غرور و تکبر کو اپنے سے دور رکھو اور دھوکہ بازی سے دور رہو، خواہ لوگ تمہارے ساتھ ایسا

ہی معاملہ کرتے ہوں۔ امانت میں خیانت نہ کرو، خواہ لوگ تمہارے ساتھ خیانت ہی کیوں نہ کر رہے ہوں۔ وفاداری اور تقویٰ کو مضبوطی سے تھام لو۔ اہلِ کتاب سے وہی تعلق اور معاملہ رکھو جیسا وہ تمہارے ساتھ رکھتے ہوں۔

پس اگر تم نے میری اس وصیت پر عمل کیا، تو یقیناً ہر آفت سے بچتے رہو گے۔ دیکھو! اس وقت میں دو کیفیتوں سے دو چار ہوں۔ تم نظر سے دور ہو جاؤ گے، اس کا تو غم ہے اور اس پر مسرت ہے کہ تم نیک و بد کو پہچان لو گے۔

خط و کتابت جاری رکھنا اور اپنی ضرورت سے مطلع کرتے رہنا۔ تم میری اولاد ہو اور میں تمہارے لیے والد کی طرح ہوں۔

باب 6

وصية الإمام أبي حنيفة رحمة الله عليه لابنه حماد رحمة الله عليه

قال أبو حَنِيفَةَ رحمة الله عليه لابنه حمّاد رحمة الله عليه:

يَا بُنَيَّ! - أَرْشَدَكَ الله تعالىٰ وأَيَّدَكَ - أُوصِيكَ بوَصايا إن حفظْتَها وحافظتَ عليها رَجَوتُ لك السَّعادَةَ فى دينِكَ ودنيَاكَ، إن شاء الله تعالىٰ:

أوّلها مُراعَاةِ تَقْوى اللهِ العَظِيمِ، بِحفظِ جَوارِحِك عن المعاصِى خوفاً مِنَ الله تعالىٰ؛ والقِيَامِ بِأَوَامِرِهٖ، عبوديَّةً لهٗ تعالىٰ.

والثانى أنْ لا تَسْتَقِرَّ علىٰ جَهلِ ما تحتاجُ إلىٰ عِلْمِهٖ.

والثالث: أن لا تعاشر شخصاً إلَّا من تحتاج اليه من دينك أو دنياك۔

والرّابع: أَنْ تَنْصِفَ مِنْ نَّفْسِكَ، وَلَا تَنْتَصِفَ لَهَا اِلَّا لِضَرُوْرَةٍ۔

والخامسُ: أنْ لَا تُعَادِى مُسْلِماً وَلَا ذِمِّيّاً.

والسَّادِس: أنْ تَقْنَعَ مِنَ الله بما رَزَقَكَ مِنْ مالٍ وجاهٍ.

والسَابع: أَنْ تُحسِنَ التَّدْبِيْرَ فِيمَا فِي يَدَيْكَ اسْتِغْنَاءً بِه عنِ النَّاسِ.

والثامن: أنْ لَا تَسْتَهِينَ عَيْنَ النَّاسِ عَلَيْكَ۔

والتاسع: أنْ تَقْمَعَ نَفْسَكَ عَنِ الخَوْضِ فِي الفُضُوْلِ۔

والعاشر: أنْ تَلْقَى النَّاسَ مُبْتَدِئاً بِالسَّلَامِ، مُحْسِناً فِي الْكَلَامِ، مُتَحَبّباً الىٰ أهلِ الخَيْرِ، مُدَارِياً لِأَهْلِ الشَّرِّ۔

والحادی عشر : أَنْ تُكْثِرَ ذِكْرَ اللهِ تعالى، وَالصَّلَاةِ عَلٰى رَسُوْلِهِ ﷺ.

والثانی عشر : أَنْ تَشْتَغِلَ بِسَيِّدِ الْاِسْتِغْفَارِ، وهو قوله ﷺ:

أَللّٰهُمَّ! أَنْتَ رَبِّيْ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، خَلَقْتَنِيْ وَأَنَا عَبْدُكَ، وَأَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَأَبُوْءُ لَكَ بِذَنْبِيْ، فَاغْفِرْ لِيْ، فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ.

فَإِنَّ مَنْ قَالَهَا حِيْنَ يُمْسِيْ فَمَاتَ دَخَلَ الْجَنَّةَ، أَوْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ. وَاِذَا قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ فَمَاتَ مِنْ يَوْمِهِ مِثْلَهُ.

فَإِنَّ مَنْ قالها حِيْنَ يُمْسِيْ فَمَاتَ مِنْ لَيْلَتِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ. وَمَنْ قالها حِيْنَ يُصْبِحُ فمات من يومه دَخَلَ الْجَنَّةَ.

وعن أَبِي الدَّرْدَاءِ، حِيْنَ قِيْلَ لَهُ: "يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ! احْتَرَقَ بَيْتُكَ". فَقَالَ: "مَا احْتَرَقَ بيتي، بِكَلِمَاتٍ سَمِعْتُهُنَّ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ صلى الله عليه وسلم، مَنْ قَالَهَا أَوَّلَ النَّهَارِ لَمْ تُصِبْهُ مُصِيْبَةٌ حَتّٰى يُمْسِيَ. وَمَنْ قَالَهَا آخِرَ النَّهَارِ لَمْ تُصِبْهُ مُصِيْبَةٌ حَتّٰى يُصْبِحَ: "اللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّيْ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَأَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، مَا شَاءَ اللهُ كَانَ، وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ، أَعْلَمُ أَنَّ اللهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، وَأَنَّ اللهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا، اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ، وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا، إِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيْمٍ".

والثالث عشر : أَنْ تُوَاظِبَ عَلٰى قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ كُلَّ يومٍ، وَتُهْدِيَ ثَوَابَهَا إِلٰى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ، وَوَالِدَيْكَ، وأُسْتَاذِكَ وَسَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ.

والرابع عشر : أَنْ تَحْتَرِزَ مِنْ أَصْحَابِكَ، أَكْثَرَ مِنْ أَعْدَائِكَ، إِذْ قَدْ كَثُرَ فِي النَّاسِ الْفَسَادُ، فَعَدُوُّكَ مِنْ صَدِيْقِكَ مُسْتَفَادٌ.

والخامس عشر : أَنْ تَكْتُمَ سِرَّكَ وَذَهَبَكَ وَذَهَابَكَ ومَذْهَبَكَ.

والسادس عشر : أن تُحْسِنَ الجوارَ، وتصبرَ على أَذَى الجارِ.

والسابع عشر : أَنْ تَتَمَسَّكَ بمذهبِ أهلِ السُّنَّةِ والْجَمَاعَةِ، و تَتَجَنَّبَ عَنْ أَهْلِ الجَهَالَةِ، وذَوِي الضَّلَالَةِ.

والثامن عشر : أن تُخْلِصَ النِّيَّةَ في جميعِ أُمُوْرِكَ، وَتَجْتَهِدَ في أَكْلِ الحَلَالِ عَلٰى كُلِّ حالٍ.

والتاسع عشر : أَنْ تَعْمَلَ بِخَمْسَةِ أحاديثٍ انتخبتُها مِنْ خَمْسِمائةِ ألفِ حديْثٍ.

الأول إِنَّمَا الأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ.

والثانی مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيْهِ.

والثالث لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ.

والرابع إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ، وَالْحَرَامَ بَيِّنٌ، وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ، لَا يَعْلَمُهَا كَثِيْرٌ مِنَ النَّاسِ. فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِيْنِهِ وَعِرْضِهِ. وَمَنْ وَاقَعَهَا، وَاقَعَ فِي الْحَرَامِ. كَالرَّاعِيْ يَرْعٰى حَوْلَ الْحِمٰى. يُوْشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيْهِ. أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى. أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللهِ مَا حَرَّمَ. أَلَا وَإِنَّ فِي الْانسان مُضْغَةً، إِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ. أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ.

والخامس: الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ. وَالْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ السَّيِّئَاتِ، وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ لِلّٰهِ.

والعشرون: أَنْ تَكونَ بينَ الخَوْفِ والرَّجاءِ في حالِ صِحَّتِكَ، و تموتَ بِحُسْنِ الظَّنِّ بِاللهِ تعالى، و غلبةِ الرَّجاءِ وبقلبٍ سليمٍ، إنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ.

تَمَّتْ بعونِ اللهِ الملكِ الوَهَّابِ.

(مجموع کتب ورسائل ووصایا الإمام الأعظم ص503-508۔ الناشر: مكتبة الغانم، اردن)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت حماد بن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نام

ترجمہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وہ وصیت جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادے امام حماد رحمۃ اللہ علیہ کو فرمائی:

اے میرے پیارے بیٹے! اللہ آپ کو ہدایت پر ثابت قدم رکھے اور (امور خیر میں) آپ کی تائید فرمائے۔ میں آپ کو چند وصیتیں کرتا ہوں، اگر آپ نے ان کو یاد رکھا اور ان پر پابندی سے عمل پیرا ہوئے، تو مجھے امید ہے کہ ان شاء اللہ! دنیا اور آخرت میں سعادت مند رہو گے۔

1. تقویٰ اختیار کرو (یعنی:) اللہ سے ڈرتے ہوئے اپنے اعضاء وجوارح کو گناہوں سے محفوظ رکھو اور اللہ کے احکام پر پوری طرح قائم رہو، اور ان اسباب سے آپ کا مقصود اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت ہو۔
2. جس چیز کے جاننے کی ضرورت ہو، اس کے جاننے سے جاہل مت رہنا۔ (یعنی جاننے کی فکر کرنا اور جہالت پر مت ٹھہر جانا)۔
3. جب تک دینی یا دنیاوی حاجت نہ ہو، کسی شخص کے ساتھ میل جول مت رکھنا۔
4. دوسروں کے لیے اپنے سے انصاف کرنا اور بغیر مجبوری کے اپنے نفس کے لیے انصاف کا خواہاں مت ہونا۔ (مطلب یہ ہے کہ دوسروں کے حقوق تو اپنے نفس سے پورے دلاؤ اور اس سلسلہ میں انصاف ہاتھ سے نہ جانے دو اور اگر اپنا کوئی حق کسی پر ہو، اور جس پر حق ہو، وہ بے انصافی کر رہا ہو کہ پورا حق دینے سے یا بالکل دینے سے منکر ہو تو اس بارے میں انصاف کی فکر میں مت لگنا، اپنا حق چھوڑ کر ذہن فارغ کر لینا، ہاں! اگر مجبوری ہو، تو دوسری بات ہے)۔
5. کسی مسلمان اور ذمی (جو کافر مسلمانوں کی عملداری میں رہتا ہو) سے دشمنی مت کرو۔
6. اللہ تعالیٰ نے جو تم کو مال دیا ہے اور جو (دنیاوی) مرتبہ عطا فرمایا ہے، اس پر قناعت کر لینا۔

7. جو کچھ مال وغیرہ تمہارے قبضے میں ہو، اس میں حسنِ تدبیر اختیار کرنا۔ (یعنی سوچ سمجھ کر چلنا) تاکہ لوگوں سے بے نیاز چل سکو۔
8. لوگوں کی نظروں میں اپنے کو بے وزن مت بنانا۔
9. فضول باتوں میں اور فضول کاموں میں پڑنے سے اپنے نفس کو علیحدہ رکھو۔
10. لوگوں سے ملاقات کرتے وقت خود پہلے سلام کرو اور بات کرنے میں خوبی اختیار کرو۔ اہل خیر سے محبت سے پیش آؤ، اور اہلِ شرک کی مدارات کرو (یعنی اس کی دلداری رکھو، تاکہ کوئی تکلیف نہ پہنچائیں)۔
11. اللہ تعالیٰ کے ذکر کی کثرت کرو اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت کے ساتھ درود بھیجو۔
12. سید الاستغفار میں مشغول رہو، یعنی اس کو پڑھا کرو۔

اللّٰهُمَّ! أَنْتَ رَبِّي، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ، وَأَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَأَبُوءُ لَكَ بِذَنْبِي، فَاغْفِرْ لِي، فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ.

(بخاری رقم 6306)

ترجمہ اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو نے مجھے پیدا فرمایا اور میں تیرا بندہ ہوں اور تیرے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں، جہاں تک مجھ سے ہو سکے۔ میں نے جو گناہ کیے، ان کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ تیری نعمتوں کا اقرار کرتا ہوں اور جو میں نے گناہ کیے، ان کا بھی اقراری ہوں۔ لہٰذا مجھے بخش دے، کیونکہ تیرے علاوہ کوئی گناہ کو نہیں بخش سکتا۔

اس کی فضیلت یہ ہے کہ جو شخص شام کو اسے پڑھ لے گا پھر اسی رات میں موت آ جائے تو جنت میں داخل ہوگا اور جو شخص اسے صبح کو پڑھ لے گا، پھر اسی دن مر جائے گا، تو جنت میں داخل ہوگا۔

☆ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا: آپ رضی اللہ عنہ کا گھر جل گیا ہے۔" انہوں نے فرمایا:

"نہیں جلا۔ ان کلمات کی وجہ سے جو میں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جو شخص ان کو دن کے شروع میں پڑھ لے، اس کو شام ہونے تک کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی اور جو شخص دن کے آخری حصہ میں ان کو پڑھ لے، صبح ہونے تک اسے کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی"۔

چونکہ میں ان کلمات کو پڑھتا ہوں اور آج بھی پڑھے ہیں، اس لیے میرے گھر کو آگ نہیں لگ سکتی۔

اللّٰهُمَّ! أَنْتَ رَبِّي لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ، وَ أَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، مَا شَاءَ اللهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ، أَعْلَمُ أَنَّ اللهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. وَأَنَّ اللهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا. اللّٰهُمَّ! إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِي وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا، إِنَّ رَبِّي عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ.

(مکارم الأخلاق للخرائطي (الخرائطی) ص283 رقم 868؛ المنتقى من كتاب مكارم الأخلاق ومعاليها (الخرائطی) ص 194 رقم 461؛ عمل اليوم والليلة لابن السني ص54 رقم 57؛ دلائل النبوة للبیہقی ج7 ص89؛)

ترجمہ اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تجھ ہی پر میں نے بھروسہ کیا اور تو عرشِ عظیم کا رب ہے۔ جو اللہ نے چاہا وہی ہوا اور جو اس نے نہ چاہا، نہ ہوا۔ نیکی کرنے کی اور گناہ سے بچنے کی طاقت نہیں، مگر اللہ کے قوت دینے سے، جو برتر ہے۔ اور میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ ہی ہر چیز کو اپنے احاطہ علم میں لیے ہوئے ہے۔ اے اللہ! بلاشبہ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اپنے نفس کے شر سے اور ہر شر والے کے شر سے۔ اور ہر چوپائے کے شر سے جس کی پیشانی آپ کے قبضہ میں ہے۔ بے شک میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔

13 پابندی کے ساتھ روزانہ قرآن کریم پڑھا کرو اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور اپنے والدین کو اور اپنے استادوں کو اور تمام مسلمانوں کو اس کا ثواب پہنچایا کرو۔

14 جو لوگ تم سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے شر سے بچنے کا اس سے زیادہ اہتمام کرو، جتنا اپنے دشمن (کے شر) سے بچنے کا اہتمام کرتے ہو، کیونکہ لوگوں میں بگاڑ زیادہ ہو گیا ہے۔ جو تمہارے دشمن ہیں تمہارے دوستوں ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔

15 اپنے بھید کو اور اپنے زر یعنی مال کو (اور دنیاوی امور میں) اپنے اختیار کردہ انتظام کو اور کسی جگہ جانے کو پوشیدہ رکھو۔

16 پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو اور پڑوسیوں سے جو تکلیف پہنچے، اس پر صبر کرو۔

17 اہل السنت والجماعت کے مسلک کو مضبوطی سے پکڑو اور جہالت والوں اور گمراہوں سے پرہیز کرو۔

18 اپنے تمام کاموں میں نیت خالص رکھو اور ہر حال میں حلال کھانے کی فکر کرو۔

19 پانچ حدیثوں پر عمل کرو، جن کو میں نے پانچ لاکھ حدیثوں سے جمع کیا ہے۔ (وہ پانچ حدیثیں یہ ہیں) کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

1 إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوٰى. (صحیح بخاری، رقم:1)

ترجمہ سب اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور انسان کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی ہے۔

یعنی ثواب وعذاب نیتوں ہی سے متعلق ہے۔ عمل خالص اللہ کے لیے ہوگا تو ثواب ملے گا اور عمل ریاکاری کے طور پر ہوگا تو باعث عذاب ہوگا۔

2 مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ. (جامع ترمذی، رقم:2317)

ترجمہ انسان کے اسلام کی ایک خوبی یہ ہے کہ جو چیز (دنیا و آخرت میں) اس کے لیے فائدہ مند نہ ہو، اس کو چھوڑ دے۔

3 لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ. (صحیح بخاری، رقم:13)

ترجمہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک اپنے بھائی مسلمان کے لیے بھی وہی چیز پسند نہ کرے، جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

4 إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ، لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ

مِنَ النَّاسِ. فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ. وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ. كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى. يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ. أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى. أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُهُ. أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ، فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ. أَلا وَهِيَ الْقَلْبُ۔ (مسلم رقم 107-1599)

ترجمہ بلاشبہ حلال (بھی) ظاہر ہے اور بلاشبہ حرام (بھی) ظاہر ہے اور دونوں کے درمیان شبہ کی چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ سو جو شخص شبہات سے بچا، اس نے اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کر لیا، اور جو شخص شبہات میں پڑ گیا، (یعنی شبہ کی چیزوں کو چھوڑنے کی بجائے اپنے عمل میں لے آیا وہ حرام میں پڑ جائے گا۔ جیسا کہ چرواہا اپنا ریوڑ (کسی کھیت کی) باڑ کے قریب چرائے، تو عنقریب ایسا ہوگا کہ کھیت میں (بھی) اس کا ریوڑ چرنے لگے گا۔ (پھر فرمایا:) خبردار! بلاشبہ ہر بادشاہ نے (اپنے قانون وضع کر کے) باڑ لگا دی ہے (اور اپنی رعایا کے لیے حد بندی کر دی ہے) اور بے شک اللہ کی حد بندی وہ چیزیں ہیں، جن کو اس نے حرام قرار دیا ہے۔ (پھر فرمایا:) خبردار! انسان کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوگا تو سارا جسم درست ہوگا اور جب وہ ٹکڑا بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جائے گا۔ خبردار! وہ ٹکڑا دل ہے۔

5 الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَ يَدِهِ . وَالْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلَى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ السَّيِّئَاتِ، وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ لِلّٰهِ۔

(الزهد والرقائق - ابن المبارك - ت الأعظمی (ابن المبارك) رقم 826؛ مسند ابن المبارك (ابن المبارك) رقم 29؛ مسند احمد رقم 23958، 23967؛ المنتخب من مسند عبد بن حمید ت مصطفى العدوی (عبد بن حمید) رقم 236؛ مسند البزار = البحر الزخار (أبو بكر البزار) رقم 3752؛ تعظيم قدر الصلاة - محمد بن نصر المروزی رقم 630، 641؛ الإحسان فی تقريب صحيح ابن حبان (الأمير ابن بلبان الفارسی) رقم

4862؛ معجم کبیر طبرانی رقم 18 / (رقم 796)؛ الإيمان - ابن منده (ابن منده محمد بن إسحاق) رقم 315؛ مستدرک حاکم رقم 24؛ مسند الشهاب القضاعی رقم 131، 183؛ شعب الإيمان - ط الرشد (أبو بكر البيهقی) رقم 10611؛ شرح السنۃ للبغوی رقم 14)

ترجمہ کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں۔ کامل مؤمن وہ ہے جس سے لوگ اپنے خون (جانوں) اور مال سے امن میں رہیں۔ مہاجر وہ ہے جو برائیوں کو چھوڑ دے، اور مجاہد وہ ہے جو اللہ کی رضا کے لیے اپنے نفس سے جہاد کرے۔

20 تم اپنی صحت کے زمانے میں خوف اور رجاء یعنی امید و بیم کے درمیان اور جب موت آنے لگے، تو اس حال میں مرنا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسنِ ظن ہو، اور اُمید غالب ہو، اور یہ خوف اور امید قلبِ سلیم کے ساتھ ہو۔ بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔

یعنی فرائض اور احکام بجالاتے ہوئے اور گناہوں سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے بھی رہو کہ پکڑ نہ ہو جائے اور جو بھی نیک عمل کرو، اللہ تعالیٰ سے اس کے ثواب اور اس کے قبول ہونے کی اور آخرت میں نجات پانے کی امید بھی رکھو اور جب موت آئے تو نجات اور مغفرت کا پختہ یقین رکھو اور اُمید غالب ہو کہ اللہ تعالیٰ ضرور مغفرت کر دے گا۔

باب 7

وصیتِ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: پانچ احادیث پر عمل کرنا

یا بنی! أن تعمل بخمسة أحاديث جمعتها من خمس مائة ألف:

ترجمہ: اے میرے بیٹے (حماد بن نعمانؒ)! (زندگی بھر) ان پانچ احادیث پر عمل کرنے (کی کوشش) میں رہنا جن کو میں نے پانچ لاکھ احادیث کے ذخیرہ سے چنا ہے:

1 نتیجہ اعمال کا خلاصہ

حدیث 1:- إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَىٰ.

ترجمہ: تمام اعمال کا (آخرت میں ثواب کے اعتبار سے) دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر ایک کو (اس کے عمل کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے) وہی (مراد) ملے گی جس کی (عمل کے آغاز کے وقت) اس نے نیت کی ہوگی...(1)

تخریج: [حديث عمر: أخرجه مالك في رواية محمد بن الحسن: 983 (طبعة دار ابن خلدون)، أحمد: 168، البخاري: 1، مسلم: 1907، ترمذي: 1647، أبو داود: 2201، نسائي: 3437)، ابن ماجه: 4227. وأخرجه أيضاً: ابن المبارك (62/1، رقم 188)، والحميدي (16/1، رقم 28)، والبيهقي (41/1، رقم 181)، والطحاوي (96/3)، والطبراني في الأوسط (17/1، رقم 40)، والخطيب (244/4)، وابن عساكر (166/32)، وابن منده في الإيمان (363/1، رقم 201)، وتمام في الفوائد (205/1، رقم 483)، والصيداوي في معجم الشيوخ (117/1)، وابن خزيمة (73/1، رقم 142)، والدارقطني (50/1)، وأبو عوانة (487/4، رقم 7438)، والبزار (380/1، رقم 257)،

وهناد (440/2، رقم 871)، والبيهقي في الزهد (131/2، رقم 241)، والحسن بن سفيان في الأربعين (56/1، رقم 13)، وابن منده في مسند إبراهيم بن أدهم (ص 24، رقم 13)، وأبو أحمد الحاكم في شعار أصحاب الحديث (ص 35، رقم 20)، والحسن بن علي العامري في الأمالي والقراءة (ص 34، رقم 26)، والسلفي في مشيخة ابن الحطاب (ص 102 رقم 15)، والهروي في الأربعين في دلائل التوحيد (39/1، رقم 1)، والديلمي (118/1، رقم 401)، والقضاعي (35/1، رقم 1)، وابن حبان (113/2، رقم 388).

2 اسلامی تعلیمات کا حسین خلاصہ

حدیث 2:- مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ.

ترجمہ: کسی کے اسلام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی (بے ضرورت) کاموں کو ترک کردے (جس میں دنیا وآخرت کا کوئی فائدہ نہ ہو).(2)

یعنی: بدکاری تو چھوڑنی ہی ہے لیکن بے کاری بھی چھوڑ دے۔

تخریج: [حديث أبي هريرة: أخرجه الترمذي (558/4 رقم 2317) وقال: غريب. وابن ماجه (1315/2، رقم 3976)، والبيهقي في شعب الإيمان (255/4، رقم 4987). وأخرجه أيضًا: ابن حبان (466/1، رقم 229)، وابن عساكر (426/41).

حديث الحسين: أخرجه أحمد (201/1، رقم 1737)، والطبراني (128/3، رقم 2886) قال الهيثمي (18/8): رجالهما ثقات.

حديث علي بن الحسين: أخرجه مالك (903/2، رقم 1604)، والترمذي (558/4، رقم 2318)، والبيهقي في شعب الإيمان (416/7، رقم 10806).]

3 تمام حقوق واخلاق، معاشرت ومعاملات کا خلاصہ

حدیث 3:- لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ.

ترجمہ: تم میں سے کوئی بھی شخص (حقیقی) مومن نہیں بن سکتا جب تک (اس کی یہ عادت نہ بن

جائے کہ جو بھلائی) وہ اپنے لئے پسند کرے وہی اپنے (دوسرے مومن) بھائی کے لئے بھی پسند کیا کرے۔(3)

[أخرجه ابن المبارك (236/1، رقم 677)، والطيالسى (ص 268، رقم 2004)، وأحمد (272/3، رقم 13901)، وعبد بن حميد (ص 354، رقم 1174)، والبخارى (14/1، رقم 13)، ومسلم (67/1، رقم 45)، والترمذى (667/4 رقم 2515) وقال: صحيح. والنسائى (115/8، رقم 5016+5017)، وابن ماجه (26/1، رقم 66)، والدارمى (397/2، رقم 2740).

یعنی کسی کے ساتھ حسد (زوالِ نعمت کی تمنا) نہ کرو۔[امداد الباري: ٤/ ٣٦٤]
اور کسی کو مشورہ دینے میں اس کے ساتھ بھلائی کرو۔[فضل الباري: ١/ ٣٣٥]

4 دین کا خلاصہ

حدیث 4:۔إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ، لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ. فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ. وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى. يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ. أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى. أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُهُ. أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ، فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ. ألا وهى الْقَلْبُ۔ (مسلم رقم 107-1599)

ترجمہ بیشک (اللہ تعالیٰ کے احکام میں) حلال (اشیاء) بھی واضح ہیں اور حرام (اشیاء) بھی واضح ہیں، اور ان دونوں (حلال و حرام) کے درمیاں (ایسی اشیاء و باتیں ہیں جو) مشتبہات میں سے ہیں، جن (کی حقیقی صورت حال) کا علم اکثر لوگوں کو نہیں، پھر جس نے شبہات والی اشیاء سے تقویٰ (پرہیز) اختیار کی اس نے اپنے دین اور عزت کو محفوظ کرلیا، اور جو شخص ان شبہات (والی اشیاء) میں پڑ گیا تو وہ حرام میں جا پڑے گا، جیسے کوئی چرواہا (اپنے جانور) کسی دوسرے کی حدود میں چرا٭ تو خطرہ یہ ہے کہ وہ غیر

کی چراگاہ میں داخل ہوجا٭ گا۔ خبردار! ہر ایک مالک کے لئے چراگاہ کی حد ہوتی ہے اور اللہ کی چراگاہ کی حد اس کی حرام کردہ باتیں (اعمال و اشیاء) ہیں۔ خبردار! (اللہ تعالیٰ نے انسان کے) جسم میں ایک لوتھڑا (پیدا کیا) ہے، اور (وہ لوتھڑا اس قدر اہم ہے کہ) جب وہ سنور گیا تو سارا بدن سنور گیا اور جب وہ بگڑ گیا تو سارا ہی بدن بگڑ گیا، اور وہ (لوتھڑا) دل ہے۔

[أخرجه أحمد (270/4، رقم 18398)، والبخارى (28/1، رقم 52)، ومسلم (1219/3، رقم 107 - (1599)، وأبو داود (243/3، رقم 3329، رقم 3330)، والترمذى (511/3، رقم 1205) وقال: حسن صحيح. والنسائى (241/7، رقم 4453)، وابن ماجه (1318/2، رقم 3984)، وأخرجه أيضًا: الدارمى (319/2، رقم 2531)، والبيهقى (264/5، رقم 10180).]

5 حقوق المسلم اور اسلامی سلامتی کا خلاصہ

حدیث 5:۔ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدِهِ۔

ترجمہ (تم میں سے صحیح) مسلمان وہی (شخص) ہوسکتا ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان (ہر طرح سے) محفوظ ہوں۔(5)

[حديث جابر: أخرجه مسلم (65/1، رقم 65 - (41). وأخرجه أيضًا: البيهقى (187/10، رقم 20545).

حديث بلال بن الحارث: أخرجه الطبرانى (369/1، رقم 1137)، والحاكم (593/3، رقم 6200). وأخرجه أيضًا: الطبرانى فى الأوسط (113/4، رقم 3745). قال الهيثمى (56/1): رواه الطبرانى فى الكبير، والأوسط، ورجاله موثقون.

حديث معاذ بن أنس: أخرجه الطبرانى (197/20، رقم 444).

حديث أبى أمامة: أخرجه الطبرانى فى الكبير (263/8، رقم 8021). وأخرجه أيضًا: فى الأوسط (78/3، رقم 2543). قال الهيثمى (56/1): فيه فضال بن جبير لا يحل الاحتجاج به.

حديث فضالة: أخرجه الطبرانى (309/18، رقم 796)، قال الهيثمى (56/1):

إسناده حسن. والحاكم (54/1، رقم 24). وأخرجه أيضًا: أحمد (22/6، رقم 24013)، والبزار (206/9، رقم 3752).]

[ماخوذ: امام اعظم کی وصیتیں اور نصیحتیں: صفحہ # ۷۸-۸۱، وصیت بنام ابن امام حماد بن نعمان، نصیحت # ۱۹، ازمفتی رشید احمد العلوی]

6 وصیتِ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: پانچ احادیث کی تشریح

حدیث 1:- إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوىٰ.

7 نیت کی فضیلت اور حقیقت

اس حدیث میں دو چیزوں کا ذکر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک اعمال کا، دوسرے "نیت" کا، پہلے میں نیت کے متعلق عرض کروں گا اور اس کے بعد ان شاء اللہ اعمال کے متعلق بیان کروں گا۔

8 اخلاصِ نیت کی برکت

قرآن مجید اور احادیث میں جابجا ترغیبات موجود ہیں کہ اعمال کی قبولیت کا دارومدار نیت پر ہے اور نیت کے فضائل اور اس کا ثواب قرآن وحدیث میں اکثر جگہ موجود ہے۔ چناں چہ قرآن مجید میں ایک جگہ خدا تعالیٰ نے فقرائے مسلمین کے بارے میں آیت نازل فرمائی۔ جس کا شان نزول یہ ہے کہ مکہ کے سردار اور رؤساء نے نبی کریم ﷺ سے یہ درخواست کی کہ ہم آپ ﷺ کی بات اس شرط پر سننے کو تیار ہیں کہ جس وقت ہم لوگ آپ ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا کریں، تو آپ ﷺ ان غریب اور کم درجہ کے لوگوں کو اپنے پاس سے اٹھا دیا کریں، کیوں کہ ہمیں ان کے ہمراہ بیٹھنے میں سخت عار آتی ہے اور ہماری شان کے خلاف ہے کہ ہم اتنے بڑے بڑے لوگ ایسے کم درجہ کے لوگوں کے ساتھ بیٹھیں۔ جب ان لوگوں نے آپ

ﷺ سے یہ درخواست کی تو آپ ﷺ اس سلسلے میں متردد تھے، حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی:

آیت 1:- وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ (الانعام:52)

ترجمہ: اور جو لوگ اپنے رب کو رات دن پکارتے رہتے ہیں اور اس کی خوشنودی کی طلب میں لگے ہوئے ہیں انہیں اپنے سے دُور نہ پھینکو۔ اُن کے حساب میں سے کسی چیز کا بار تم پر نہیں ہے اور تمہارے حساب میں سے کسی چیز کا بار اُن پر نہیں۔ اس پر بھی اگر تم انہیں دُور پھینکو گے تو ظالموں میں شمار ہو گے۔

یعنی ان کی عبادت اور اللہ کو پکارنا محض اخلاص اور نیک نیتی سے ہے اور کوئی غرض ان کی اس میں شامل نہیں۔ یہی مطلب ہے لفظ: يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ کا، تو خدا تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ آپ ﷺ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ان سرداروں اور رؤساء کی خاطر نہ اٹھائیں، خواہ یہ سردار آپ ﷺ کے پاس آئیں یا نہ آئیں۔

اس آیت میں غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اخلاص اور نیک نیتی کی خدا تعالیٰ کے ہاں کتنی قدر ہے اور اس کا کتنا مرتبہ ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ یہ بات ناممکن ہے کہ نعوذ باللہ نبی کو امیروں سے ان کی امارت کی بنا پر محبت اور انس ہو اور غریبوں سے ان کے افلاس اور فقر کی وجہ سے نفرت ہو، بلکہ نبی کریم ﷺ جو اس امر میں متردد تھے، اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ﷺ کو یہ حرص تھی کہ اگر میں چند منٹ کے لیے ان سردارانِ مکہ کی اس بات کو مان لوں اور تھوڑی دیر کے لیے دعوتِ اسلام کی خاطر ان سے تخلیہ میں گفت گو کر لوں، تو ممکن ہے کہ یہ اسلام لے آئیں اور اس طرح ان کو ہدایت ہو جائے۔ پھر یہ امراء، امراء نہیں رہیں گے، بلکہ دل سے ویسے ہی درویش صفت ہو جائیں گے، جیسے کہ یہ فقرائے مسلمین ہیں۔ تو گویا آپ ﷺ کا خیال مبارک یہ تھا کہ یہ چند روز کی بات ہے، پھر جب خدا تعالیٰ ان کو اسلام لانے کی توفیق دے دے گا

تو پھر یہ معاملہ ہی نہیں رہے گا۔

غرض آں جناب ﷺ کو جو اس جانب میلان خاطر تھا وہ اس پر تھا کہ آپ ﷺ ان امراء کو فقراء صفت بنانا چاہتے تھے اور فقرائے مسلمین چوں کہ سرتاپا جاں نثار اور غلام تھے، اس لیے ان کو بھی گرانی کے ہونے کا کوئی خدشہ نہیں تھا۔ یہ مصالح تبلیغ ودعوت تھیں، جن کی بنا پر آپ ﷺ کا خیال مبارک اس بارے میں متردد تھا، مگر چوں کہ خدا تعالیٰ کی شان بے نیازی ہے اور اس کی بارگاہ میں کسی کی پروا نہیں۔ اس لیے فرمایا کہ خواہ یہ امراء اسلام لائیں یا نہ لائیں، آپ ﷺ پروا نہ کریں، لیکن ان مسلمانوں کو جو اخلاص اور نیک نیتی سے صبح وشام خدا کو پکارتے ہیں، اپنے دربار سے نہ ہٹائیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو یہ اتنا بڑا اعزاز واکرام ان فقرائے مسلمین کا فرمایا اور ان کو ان سرداروں کے مقابلہ میں اتنا بڑا مرتبہ عطا فرمایا، اس کی علت کیا ہے اور اس کی وجہ کیا ہے؟ سو اس کی جو علت خود حق تعالیٰ بیان فرمارہے ہیں، وہ یہ ہے کہ: يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ یعنی یہ مرتبہ ان کو اس لیے عطا کیا جارہا ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی عبادت محض اس لیے کرتے ہیں کہ ان کو اس کی رضا اور خوشنودی کی تلاش ہے، کوئی دنیوی غرض یا اپنی ذاتی خواہش نہیں ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے جو اپنی نیتوں کو خدا کی رضاجوئی کے لیے خالص کر لیا تھا، اس اخلاص اور نیک نیتی کی یہ برکت ہے کہ ان کو اس مرتبہ عظمیٰ پر فائز کیا گیا اور فقط اسی پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ یہ حکم دیا:

آیت 2:۔ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ ۙ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الانعام:54)

ترجمہ: جب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے کہو: ’’تم پر سلامتی ہے۔ تمہارے رب نے رحم وکرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔ (یہ

اس کا رحم وکرم ہی ہے کہ) اگر تم میں سے کوئی نادانی کے ساتھ کسی بُرائی کا ارتکاب کر بیٹھا ہو، پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرلے، تو وہ اُسے معاف کردیتا ہے اور نرمی سے کام لیتا ہے‘‘۔

تو یہ اعزاز بھی اسی نیک نیتی اور اخلاص کی بنا پر ہورہا ہے کہ جب نبی ﷺ کے پاس یہ لوگ آئیں تو نبی ﷺ ان کو سلام کریں اور خدا تعالیٰ کی درگاہ میں حاضر ہوں، تو وہ ان پر رحمت فرمائیں۔ اور تیسرا اعزاز یہ کہ امراء آئیں یا نہ آئیں، کوئی پروا نہیں، مگر ان لوگوں کو نبی ﷺ کے پاس سے ان رؤساء کی خاطر اٹھانا گوارا نہیں۔

9 اچھی نیت عمل خیر سے بہتر کیوں؟

اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے:

’’نیة المومن خیر من عمله‘‘۔

ترجمہ: مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔

اس حدیث کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے، جو درحقیقت اختلاف نہیں، بلکہ اس حدیث کی مختلف تفسیریں اور تعبیریں ہیں۔ دراصل بہ ظاہر اس حدیث میں یہ اشکال واقع ہوتا ہے کہ عمل کرنے سے نیت کا درجہ کیسے بڑھ سکتا ہے؟ کیوں کہ نیت تو عمل سے پہلے ہوتی ہے۔ پھر اس میں مشقت بھی کچھ نہیں اور عمل میں مشقت ہے؟ اس لیے بعض علماء نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ انسان کئی قسم کے ہیں: ایک وہ کہ انسان نیک نیتی کرے اور عمل نہ کرے، اور دوسرا وہ جو عمل تو کرتا ہے مگر نیت ٹھیک نہیں ہے۔ مثلاً: عمل میں ریا کا شائبہ ہے یا کسی دنیوی غرض کو حاصل کرنے کے لیے نیک کام کررہا ہے۔ تو چوں کہ اس دوسرے شخص کی نیت ٹھیک نہیں، اس لیے اس کے عمل کا بھی کوئی ثواب نہیں، بلکہ ریا وغیرہ کا گناہ ہوگا، بخلاف اس شخص کے کہ جس نے صرف نیت کی تھی، اس کو نیت کا ثواب تو مل گیا۔ گو وہ عمل نہ کرسکا اور پہلے شخص کو نہ نیت کا ثواب ملا اور نہ عمل کا۔ تو اس صورت میں نیت عمل سے بڑھ گئی، کیوں کہ بہر حال وہ

نیت ثواب کا باعث ہوئی اور یہ عمل کچھ بھی نہ ہوا۔

بعض علماء نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ چوں کہ عمل تو ہوتا ہے محدود اور نیت انسان غیر محدود کی بھی کرسکتا ہے۔تو اس صورت میں نیت عمل سے بڑھی ہوئی ہے، مثلاً: حدیث میں ہے کہ ایک تو ایسا شخص ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے مال بھی عطا فرمایا ہے اور علم بھی اور وہ اس مال کو اپنے علم کے مطابق صحیح جگہوں میں خرچ کرتا ہے، یعنی جہاں خرچ کرنے کا حکم ہے وہاں خرچ کرتا ہے اور جہاں خرچ کرنے کی ممانعت ہے، وہاں خرچ کرنے سے رک جاتا ہے۔تو ظاہر ہے کہ یہ شخص ایسا ہے کہ اس کو اجر اور ثواب بہت ملے گا، کیوں کہ جہاں جہاں اس کو خرچ کرنے کی ضرورت ہوگی، دل کھول کر خدا کی راہ میں خرچ کرے گا اور ایک دوسرا شخص ہے کہ اس کے پاس نہ مال ہے اور نہ علم ہے، وہ اس کو دیکھ دیکھ کر حسرت کھاتا اور رشک کرتا ہے کہ کاش! خدا تعالیٰ مجھے بھی اس طرح مال دیتا اور میں اس کو خدا کی راہ میں اس شخص کی طرح خرچ کرتا۔تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "هما في الأجر سواء" یعنی یہ دونوں اجر اور ثواب میں برابر ہیں۔وجہ یہ ہے کہ اس دوسرے کے پاس مال و دولت نہیں ہے، مگر اس کی نیت تو ہے کہ اگر ہوتا تو میں خرچ کرتا، تو چوں کہ یہاں اس کی نیت شامل ہوگئی، اس لیے اس کو اجر وثواب میں اس کے برابر کردیا گیا۔

تیسرا وہ شخص کہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کو مال دیا، مگر اس نے علم حاصل نہیں کیا، اس لیے اپنے مال کو اندھا دھند اور عیش پرستیوں اور فضول خرچیوں میں خرچ کر رہا ہے اور کسی مفلس آدمی نے اس کو دیکھ کر کہ یہ شخص تو خوب مزے اڑا رہا ہے اور عیش کر رہا ہے۔اس لیے اس نے بھی یہ حسرت کی کہ اگر مجھے مال ملے تو میں بھی یوں ہی عیش اڑاؤں اور دنیا کے مزے لوٹوں۔تو فرمایا کہ یہ دونوں گناہ میں برابر ہیں۔تو یہ برابری محض نیت کی وجہ سے ہوئی۔اس لیے انسان کو چاہیے کہ اگر کسی کو نیک کاموں میں خرچ کرتے دیکھے تو کہے کہ اگر مجھے بھی مال میسر ہوتا تو میں بھی خدا کی راہ میں خرچ کرتا اور کسی کو دیکھو کہ وہ اپنے مال کو بے جا خرچ کر کے گناہ میں مبتلا ہے۔تو یہ کہو کہ

خداوند! تیرا احسان ہے اور شکر ہے کہ تو نے مجھے دیا ہی نہیں کہ میں اس خرافات میں خرچ کرتا۔

بعض اولیائے کرام کے کلام میں دیکھا کہ دو چیزیں عجیب وغریب ہیں: ایک توبہ اور دوسری نیت، یہ دونوں عجیب وغریب اس لیے ہیں کہ نیت کا کام ہے کہ معدوم چیز کو موجود بنا دینا، مثلاً: ہم نے کوئی عمل نہیں کیا، مگر نیت کرلی تو ثواب ملے گا تو بغیر عمل کے ثواب ملنے کا یہی حاصل ہوا کہ عمل موجود نہیں، مگر نیت نے اس کو موجود کردیا اور دوسری چیز توبہ ہے جو موجود کو معدوم کردیتی ہے، کیوں کہ انسان خواہ ستر (70) برس تک گناہ کرتا رہے، بلکہ شرک وکفر میں بھی مبتلا رہے، جب بارگاہ الٰہی پر ایک سجدہ کیا اور معافی مانگی، سب یک قلم معاف اور گناہوں کا ایک بے شمار ذخیرہ جو موجود تھا اس کو ایک مخلصانہ توبہ نے معدوم کرڈالا۔یہ دونوں نعمتیں خدا تعالیٰ نے اہل ایمان کو عطا کی ہیں، عجیب نعمتیں ہیں"فللہ الحمد حمداً کثیراً"۔

جو حدیث ابتدا میں میں نے ذکر کی اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اعمال کا دارومدار نیت ہے، یعنی اعمال بمنزلہ جسم کے ہیں اور نیت بمنزلہ روح کے ہے۔جس درجہ کی نیت ہوگی اسی درجہ کا عمل ہوگا۔اگر نیت ٹھیک ہے تو عمل بھی اچھا ہوگا اور فاسد نیت ہے تو عمل بھی فاسد ہوگا۔اس سے بھی "نية المؤمن خير من عمله" کا نیا مطلب واضح ہوجاتا ہے کہ جب نیت بمنزلہ روح کے ہے اور عمل بمنزلہ جسم کے ہے، تو ظاہر ہے کہ روح کا درجہ جسم سے بڑھا ہوا ہے۔آج کل کے فلسفیوں کو اور مادہ پرستوں کو اس جگہ یہ اشکال پیش آتا ہے کہ یہ باتیں محض مولویوں کے ڈھکوسلے ہیں اور محض سنی سنائی باتیں ہیں اور اس کے لیے کوئی عقلی دلیل نہیں، کیوں کہ عقل اس بات کو تسلیم کرنے سے منکر ہے کہ عمل کا دارومدار نیت پر ہو، لیکن ان کا یہ خیال غلط ہے، اس کے لیے عقلی دلیل بلکہ مشاہدہ موجود ہے، دیکھیے، آپ باپ ہونے کی حیثیت سے اپنے بچے کو طمانچہ ماردیں تو اس سے اس بچے کے دل میں، جو آپ کی محبت ہے، اس میں کوئی فرق نہیں آئے گا، لیکن اگر آپ کسی محلے کے بچے کے طمانچہ ماردیں تو اس بچے

کو بھی ناگوار ہوگا اور اس کے والدین اور سرپرستوں کو بھی ناگوار گزرے گا۔ سوچنا چاہیے کہ آخر یہ فرق کیوں ہوا؟ وہی نیت کا فرق ہے کہ اپنے بچے کو مارنے میں اس کی اصلاح اور تربیت مدنظر ہے اور محلے کے بچے کو مارنے میں یہ چیز نہیں۔ اسی طرح اگر کسی شخص سے نادانستہ کسی کا نقصان ہو جائے کہ اس کی نیت اور ارادہ اس کا نقصان کرنے کا نہیں تھا، مگر لاعلمی اور غیر اختیاری طور پر وہ نقصان ہو گیا، تو اگر یہ دوسرا شخص عدالت میں دعویٰ دائر کرے اور عدالت میں یہ بات ثابت ہو جائے کہ یہ کام اس نے قصداً نہیں کیا، بلکہ نادانستہ ہو گیا ہے، تو عدالت اس کو سزا نہ دے گی اور اگر دے گی تو اس درجہ کی سزا نہ دے گی جیسی کہ قصداً کرنے میں دی جاتی۔ تو جب دنیا کے احکام نیت سے بدل جاتے ہیں تو آخرت کے احکام بطریق اولیٰ بدل جائیں گے۔

حدیث "نیة المومن خیر من عمله" کی ایک توجیہ علماء نے یہ کی ہے کہ نیت ایک ایسا فعل ہے کہ اس میں ریا کا احتمال نہیں۔ اس لیے یہ عمل سے بہتر ہے، کیوں کہ عمل میں ریا کا احتمال ہے اور ایک توجیہ اس کی امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھی ہے، وہ یہ کہ عمل کا تعلق تو اعضائے ظاہری سے ہے اور نیت کا تعلق باطن سے ہے، تو اس کی مثال ایسی ہے کہ اطباء جو مریضوں کو دوا دیتے ہیں، ان میں بعض تو اوپر لیپ کرنے کی ہوتی ہیں اور بعض دوائیں پلانے کی ہوتی ہیں۔ تو ظاہر ہے جو دواء جسم کے اندر پہنچ کر اپنا اثر کرے گی، وہ زیادہ موثر ہوگی بہ نسبت اس دوا کے جو اوپر سے لیپ کے طور پر لگا دی جائے، اس طرح نیت اور عمل کا حال ہے۔

10 نیت کی لغوی و شرعی تعریفیں

اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ لفظ "نیت" کے معنی کیا ہیں؟ نیت کے معنی لغت میں قصد کرنے اور ارادہ کرنے کے ہیں، مگر حقیقت اس کی قصد اور ارادہ کے سوا کچھ اور ہے۔ یوں سمجھیے کہ نیت کی حقیقت یہ ہے کہ نیت ایک قلبی صفت اور کیفیت کا نام ہے، جو علم اور عمل کے درمیان میں ہے۔ اس کو مثال سے سمجھیے کہ مثلاً: پہلے تو انسان کو علم حاصل

ہوتا ہے کہ فلاں کام میں نفع ہے یا نقصان ہے، جیسے تجارت میں نفع ہونے کا کسی کو علم ہوا کہ اگر تجارت کی جائے تو نفع ہوتا ہے یا کھیتی کرنے سے غلہ پیدا ہوگا۔ یہ تو سب سے پہلا درجہ ہے، جو علم کا درجہ کہلاتا ہے، دوسرا درجہ یہ ہے کہ انسان عمل ترویج کر دے، جیسے تجارت کا مال خرید کر دکان میں لگا کر بیٹھ جائے یا کھیتی کرنے کے لیے ہل وغیرہ چلانا شروع کر دے۔ یہ عمل کا درجہ ہے اور ان دونوں کے درمیان جو چیز ہے وہ نیت ہے، جس سے عمل اور کام کرنے کی ایک آمادگی پیدا ہوئی، بس یہی نیت کا درجہ ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تعریف اور حقیقت کو دو لفظوں میں بیان فرمایا ہے، فرماتے ہیں:

"انبعاث القلب إلى مايراه موافقا بغرضه من جلب منفعة أو دفع مضرة حالا أومآلا"۔

ترجمہ: کسی کام کے لیے دل کا کھڑا ہو جانا اور آمادہ ہو جانا کہ جس کو دل اپنی غرض کے موافق پاتا ہو، خواہ وہ غرض جلبِ منفعت ہو یا دفعِ مضرت ہو، عام ہے، اس سے کہ وہ غرض فی الحال ہو یا فی المال ہو۔

اسی لیے فرماتے ہیں کہ اعمال کا دارومدار دل کے کھڑے ہو جانے پر ہے۔ اگر دل خدا کے لیے کھڑا ہو گیا، تو وہی حکم ہوگا اور اگر دنیا کے لیے کھڑا ہوگا، تو وہی حکم ہوگا۔ غرض اعمال کی روح نیت ہے، اگر نیت اچھی ہے تو عمل بھی مقبول ہے ورنہ مردود۔

لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اعمال کی تین قسمیں ہیں: قسم اول تو وہ اعمال ہیں جو طاعت کہلاتے ہیں، مثلاً: نماز، روزہ، صدقہ، خیرات وغیرہ اور دوسری قسم وہ کہ جو مباحات کہلاتے ہیں، یعنی جن کے نہ تو کرنے سے کوئی گناہ ہے اور نہ ان کو ترک کرنے سے کوئی گناہ، جیسے کپڑا پہننا، کھانا کھانا، خوش بو لگانا وغیرہ اور تیسری قسم اعمال کی معاصی ہیں، یعنی وہ اعمال جن کے کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے اور ان کے کرنے میں گناہ ہے۔

11 کن اعمال کا مدار نیت پر ہے؟

اب اس حدیث میں جن اعمال کا ذکر ہے اس سے اعمالِ طاعت اور اعمالِ مباح مراد ہیں۔ معاصی یعنی اعمالِ معصیت اس سے مراد نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر طاعات اور مباحات میں نیت اچھی ہوئی تو نیت کے مطابق ان کی فضیلت بڑھ جائے گی، مگر گناہوں میں نیت خواہ کتنی بھی اچھی ہو وہ گناہ، گناہ ہی رہے گا۔ مثلاً: کوئی شخص چوری اس نیت سے کرے کہ میں اس سے غریبوں کو کھانا کھلاؤں گا یا کوئی رشوت اس نیت سے لے کہ میں مسجد بنواؤں گا۔ تو یہ چوری اور رشوت گناہ ہیں، گناہ رہیں گے اور اس پر کوئی ثواب مرتب نہ ہوگا۔ اس لیے معصیت میں حسنِ نیت کا کوئی اعتبار نہیں، بلکہ عمل معصیت کی بنا پر وہ اچھی نیت بھی فاسد ہو جائے گی۔ طاعت میں نیت خالص اللہ کے لیے کرنی چاہیے اور اس میں کوئی پابندی نہیں۔ ایک عمل میں جتنی نیتیں کر لو گے اتنا ہی ثواب ملتا چلا جائے گا، مثلاً: مسجد میں حاضر ہونا عبادت ہے، اگر کوئی شخص اس کے ساتھ یہ نیت بھی کر لے کہ خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لیے حاضر ہو رہا ہوں، تو اس کو دو ثواب ملیں گے اور اگر کسی نے اس کے ساتھ یہ نیت بھی کر لی کہ مسجد اللہ کا گھر ہے، میں اس میں جا رہا ہوں اور جو کوئی کسی کے گھر جاتا ہے وہ اس کی زیارت کرنے کو جاتا ہے اس لیے میں اللہ کی زیارت کرنے کے لیے جا رہا ہوں۔ تو ایک اجر اور مل جائے گا اور اگر کسی نے اس کے ساتھ یہ نیت بھی کر لی کہ کسی کے گھر جانے سے انسان اس کا مہمان ہوتا ہے تو میں خدا کا مہمان بننے کے لیے اور اس کی مہمانی کے مزے لوٹنے کو مسجد میں جا رہا ہوں۔ تو ایک اجر اور بڑھ گیا اور اگر کسی نے یہ نیت بھی کر لی کہ مسجد میں نیک لوگ اور فرشتے ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان سے برکت بھی حاصل ہوگی تو اس صورت میں ایک اجر اور بڑھ جائے گا اور اگر کسی نے یہ بھی نیت کر لی کہ میں تو روسیاہ اور گنہگار ہوں اور وہاں پر اللہ کے مقبول اور برگزیدہ بندے بھی ہوں گے اس لیے میری روسیاہی اور گنہگاری ان کی برکت سے دھل جائے گی۔ تو اس نیت کا ثواب بھی بڑھ

جائے گا اور اگر یہ نیت بھی ساتھ ملا لے کہ جتنی دیر مسجد میں بیٹھوں گا، گناہوں سے محفوظ رہوں گا تو ایک اور اجر بڑھ جائے گا۔ نیز فقہاء نے لکھا کہ اعتکاف نفل چند گھنٹوں بلکہ چند منٹ کا بھی ہو سکتا ہے۔ تو اگر مسجد میں آتے وقت اعتکاف کی بھی نیت کر لی تو اعتکاف کا ثواب بھی ملا۔

غرض اپنی عقل سے سوچ کر جتنی چیزوں کی نیت کرتے جاؤ گے اتنا ہی اجر بڑھتا جائے گا۔ آخرت کی تجارت میں انسان کو اپنی عقل خرچ کرنی چاہیے۔ غرض خدا تعالیٰ کا خزانہ کھلا ہوا ہے، وہاں ایک ہی نیت نہ کرو، بلکہ ایک ایک کام کی نیت کرو، تاکہ اجر بڑھتا چلا جائے، وہاں کوئی کمی نہیں اور نہ ہی دینے میں ان کو کوئی مشقت ہوتی ہے، جیسے صدقہ و خیرات کرنا ثواب کا کام ہے، مگر فقہاء نے لکھا ہے صدقہ کے مستحق سب سے زیادہ اپنے قریبی عزیز ہیں، تو اگر کوئی صدقہ کرتے وقت اپنے عزیزوں کو دے اور نیت کرے کہ چوں کہ یہ ضرورت مند ہیں، اس لیے ان کو اپنی حاجت رفع کرنے کے لیے دے رہا ہوں، تو دگنا ثواب ملے گا۔

12 صدقہ دینے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اصول

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اعزہ کو صدقہ دینے کے بارے میں ایک اصول اور ضابطہ بنا رکھا تھا، وہ یہ کہ بعض رشتہ دار تو انسان سے کسی وجہ سے ناخوش رہتے ہیں اور بعض خوش اور راضی ہوتے ہیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہ ان رشتہ داروں کو دینا زیادہ پسند کرتے تھے، جو ناخوش رہتے ہیں اور قرآن مجید میں عبادِ مخلصین کے متعلق ارشاد ہے کہ ان کا مسلک یہ ہے:

آیت 3: ۔ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ○ (الدہر: 9)

ترجمہ: ہم تمہیں صرف اللہ کی خاطر کھلا رہے ہیں، ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔

تو چوں کہ شکریہ کا طلب کرنا بھی ایک طرح کا بدلہ چاہنا ہے، اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ روٹھے ہوئے رشتہ داروں سے شکرگزاری کی توقع نہیں ہوتی۔ اس لیے

میں ان کو دینا پسند کرتا ہوں، یا مثلاً: کوئی شخص بے نمازی ہے، اس کو اس نیت سے صدقہ دیا کہ جب میں اس کو دوں گا، تو یہ مجھ سے مانوس ہو جائے گا اور پھر اس کو نماز کے لیے ترغیب دے دوں گا۔ تو اس کا اجر بھی بڑھ جائے گا، اسی طرح دکان کھولنا، خوش بو لگانا، مکان بنانا وغیرہ، یہ سب کام مباح ہیں، نہ ان کے کرنے میں کچھ گناہ ہے، نہ ثواب، لیکن اگر مثلاً: دکان اس نیت سے کھولی کہ اس کے ذریعے سے روپیہ کماؤں گا اور غربا اور مساکین کی مدد کروں گا اور مسلمانوں کو ضروریات مہیا کروں گا، تا کہ ان کو سہولت ہو اور کافروں سے خریدنے کی مسلمانوں کو ضرورت نہ رہے اور اس کی وجہ سے مجھے دنیا والوں سے استغنا ہو جائے گا اور روپیہ خدا کی راہ میں اور جہاد میں خرچ کروں گا، تو اب دکان تجارت گاہ نہیں، بلکہ عبادت گاہ بن گئی۔

تو دیکھیے کہ نیت کی برکت سے تجارت بھی عبادت بن گئی۔ اب اس کا ہر لحہ گویا عبادت میں گزر رہا ہے۔ پھر اگر خدا کسی کو تجارت میں نفع دے اور خدانخواستہ اس کے دل میں تکبر اور علو پیدا ہو جائے، تو یہ وبال ہے، مثلاً: آپ اپنی دکان پر بیٹھے ہیں، سامنے میز بچھی ہے، بجلی کا پنکھا چل رہا ہے، سامنے ٹیلی فون رکھا ہے اور سامنے سڑک پر کوئی گدا گر فقیر خستہ حال گزرا تو اس کو دیکھ کر اپنی حالت پر ناز نہیں کرنا چاہیے، بلکہ خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ اس کا لاکھ لاکھ احسان اور کرم ہے کہ اس نے اپنی رحمت سے مجھے اتنا دے رکھا ہے وہ اگر چاہتا تو اس کا برعکس بھی کر سکتا تھا۔ ایسے وقت میں بجائے تکبر اور فخر کے، شکر کرنا چاہیے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ میرا فرض ہے کہ ایسے ناداروں کی خبر گیری کروں اور مجھ پر جو خدا کی نعمتیں مبذول ہیں ان کا شکر کروں۔

13 ایک اشکال اور اس کا جواب

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے بعد جہنمی جہنم میں اور جنتی جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، جس کی کوئی مدت متعین نہیں، حالاں کہ جن لوگوں کو جہنم میں بھیجا جائے گا ان کے اعمال کفر محدود ہیں اور جن کو جنت میں بھیجا جائے گا ان کے

اعمالِ صالحہ بھی محدود ہیں تو اس محدود کی جزا لا محدود کیوں مقرر کی گئی؟ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اس اشکال کا بھی جواب دیا ہے کہ چوں کہ عمل کرنے والے کی نیت دوام کی تھی، اس لیے جزا بھی دائمی مقرر ہوئی، کافر کی نیت یہ تھی کہ اگر ایک کروڑ سال کے عمر ملے تو کفر ہی پر قائم رہوں گا، اسی طرح مؤمن کی بھی یہی نیت ہے کہ کتنی ہی عمر دراز کیوں نہ ہو، ایمان پر قائم رہوں گا، نیت چوں کہ دوام کی ہے، اس لیے جزا بھی دائمی ہے۔ آج کل زمانہ ایسا ہے کہ لوگ دین اور عمل کے نام سے گھبرانے لگے ہیں، کہتے ہیں کہ نیت خالص کیسے ہو سکتی ہے؟ سو انسان کو گھبرانا نہیں چاہیے، بلکہ عمل شروع کرنے سے قبل ایک دفعہ اپنی نیت درست کرے، پھر بار بار نیت کرنے کی ضرورت نہیں۔

14 حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ آدمی کو چاہیے کہ عمل شروع کرنے سے قبل اپنی نیت درست کر لے، بعد میں اگر نیت میں کچھ خلل آئے تو پروا نہ کرے، شیطان اگر وسوسہ ڈالے تو التفات نہ کرے، جواب جاہلاں باشد خموشی (عاقل جاہلوں کے منہ نہیں لگتے، سکوت کرتے ہیں)۔ ایک بزرگ تھے، انہوں نے اپنے شیخ سے عرض کیا کہ حضرت! عجیب کش مکش میں مبتلا ہوں، نفلیں پڑھنے کو دل چاہتا ہے مگر جب پڑھنے کھڑا ہوتا ہوں تو ریا ہوتی ہے اور اگر ریا کی وجہ سے نہ پڑھوں تو نفلوں سے محروم رہتا ہوں، ایسی صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ شیخ نے کہا کہ نفلیں تو ریا سے پڑھ لیا کرو اور بعد میں ریا سے توبہ کر لیا کرو، سو اس حکایت سے معلوم ہوا کہ انسان کو جو نیک کام کرنا ہو کر گزرے اور اگر بعد میں محسوس ہو کہ اس میں ریا و نمود کا شائبہ ہے، تو اس سے استغفار کر لے۔

15 شیطان سے بچنے کا راستہ

نیت کی ایک عجیب فضیلت قرآن مجید سے سمجھ میں آئی ہے، وہ یہ کہ قرآن مجید میں ہے کہ جب شیطان مردود ہوا اور وہاں سے نکالا گیا تو اس نے کہا:

آیت 4:۔قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ (ص:82،83)

ترجمہ شیطان نے کہا: ''تیری عزت کی قسم! میں اِن (اولادِ آدم کو) سب لوگوں کو بہکا کر رہوں گا، بجز تیرے اُن بندوں کے جنہیں تو نے خالص کر لیا ہے''۔

یعنی جو ان میں سے تیرے مخلص بندے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیطان سے بچنے کا راستہ سوائے حسنِ نیت اور اخلاص کے اور کوئی نہیں ہے اور اس میں کوئی مشقت نہیں کہ نیت کو کام کرنے کے وقت خالص کر لیا جائے اور اگر اس کے بعد بھی کسی کے دل کو تسلی نہ ہو، اور دل اس سے راضی نہ ہو تو سمجھ لے کہ یہ شیطان کا وسوسہ ہے، جو اس طرح مجھے نیک کام کرنے سے روک رہا ہے، ایسے وقت میں اس سے کہہ دے کہ مجھے تیری کچھ پروا نہیں تو کتنا ہی مجھے بہکا اور میرے پیچھے پڑ، میں یہ کام کر کے چھوڑوں گا اور اگر پھر بھی دل میں کچھ خلش رہ جائے تو خدا سے دعا کرے کہ اے اللہ! میں کمزور ہوں، میری دست گیری فرما۔

ایک بزرگ کا واقعہ یاد آیا کہ ان کو حکومت وقت نے جیل میں بند کر دیا تو جیل میں ان کا معمول تھا کہ جب جمعہ کا دن آتا تو غسل کرتے، کپڑے بدلتے اور جب اذان کی آواز آتی، تو جیل خانے کے دروازے تک تشریف لے جاتے، پھر لوٹ آتے، لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے؟ فرمایا کہ قرآن مجید میں ہے:

آیت 5:۔يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ (الجمعۃ:9)

ترجمہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب پکارا جائے نماز کے لیے جمعہ کے دن تو اللہ کے ذِکر

کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے اگر تم جانو۔

سو میں اس حکم کی تعمیل کرنے کے لیے تیاری کرتا ہوں اور جہاں تک جا سکتا ہوں چلا جاتا ہوں۔ تو اس طرح ان بزرگ کو جمعہ کی نماز پڑھنے کا ثواب مل جاتا تھا۔ لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ وہ شیطانی وساوس کی پروا نہ کریں اور کہہ دیں کہ میں تو اللہ کی لیے اس کام کو ضرور کروں گا، تو بلا سے راضی ہو یا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ ہماری نیتوں کو درست فرمائے اور حسن نیت اور اخلاص کے ساتھ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! یا رب العالمین۔

حدیث 2:۔مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهٗ مَا لَا يَعْنِيْهِ۔

تشریح مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے اسلام کے حسن و خوبی اور ایمان کے کامل ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ اس چیز سے اجتناب کرے جس کا اہتمام نہیں کیا جاتا جس کے ساتھ کوئی غرض متعلق نہیں ہوتی اور جس کی یہ شان نہیں ہوتی کہ کوئی شخص اس کا اہتمام کرے اور اس کے حصول میں مشغولیت اختیار کرے حاصل یہ کہ وہ چیز کوئی امر ضروری نہ ہو چنانچہ جس چیز کا امر لایعنی کہا جاتا ہے اس کی تعریف و وضاحت یہی ہے اس کے برخلاف جو چیز امر ضروری کہلاتی ہے اور کوئی شخص جا اہتمام کرتا ہے وہ ایسی چیز ہوتی ہے جس کے ساتھ دنیا میں ضروریات زندگی اور آخرت میں سلامتی و نجات وابستہ ہوتی ہے مثلاً دنیا کی ضروریات زندگی میں سے ایک تو غذا ہے جو بھوک کو مٹاتی ہے دوسرے پانی ہے جو پیاس کو رفع کرتا ہے تیسرے کپڑا ہے جو ستر کو چھپاتا ہے چوتھے بیوی ہے جو عفت و پاکدامنی پر قائم رکھتی ہے اور اسی طرح کی وہ چیزیں جو زندگی کی دوسری ضروریات کو پورا کریں نہ کہ وہ چیزیں جن سے محض نفس کی لذت حرص و ہوس کی بہرہ مندی اور دنیا کی محبت کا تعلق ہوتا ہے نیز ایسے افعال و اقوال اور تمام حرکات و سکنات بھی نہیں جو فضول و بے فائدہ ہوں، اسی طرح وہ چیز کہ جس سے آخرت کی سلامتی و نجات متعلق ہوتی ہے ایمان و اسلام اور احسان کی جس کی وضاحت

ابتداء کتاب میں حدیث جبرائیل میں ذکر ہو چکی ہے۔ حاصل یہ کہ جو چیزیں دنیا و آخرت میں ضروری ہیں اور جن پر دینی و دنیوی زندگی کا انحصار و مدار ہوتا ہے اور جو مولیٰ کی رضا و خوشنودی کا سبب و ذریعہ بنتی ہے وہ تو لایعنی نہیں ہیں ان کے علاوہ باقی تمام چیزیں لایعنی ہیں خواہ ان چیزوں کا تعلق عمل سے ہو یا قول سے۔ حضرت امام غزالی نے کہا کہ لایعنی (بے فائدہ بات) کا آخری درجہ یہ ہے کہ تم کوئی ایسی بات اپنی زبان سے نکالو کہ جس کو اپنی زبان سے نہ نکالتے تو گناہگار ہوتے اور اس کی وجہ سے تمہیں فوری طور پر کوئی نقصان پہنچتا اور نہ مال کے اعتبار سے اس کی مثال یہ ہے کہ فرض کرو، تم کچھ لوگ ساتھ بیٹھے ہوئے ہو، اب تم نے ان کے سامنے اپنے کسی سفر کے احوال بیان کئے اس بیان احوال کے دوران تم نے ہر اس چیز کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جو تم نے اپنے سفر کے دوران دیکھی مثلاً پہاڑ عمارت وغیرہ یا جو کچھ واقعات وحادثات پیش آئے تھے ان کے بارے میں بتایا، پھر تم نے ان اچھے کھانوں، عمدہ لباس و پوشاک اور دوسری چیزوں کا بھی ذکر کیا جو تمہیں ملی تھیں یا جن کو تم نے دیکھا تھا، ظاہر ہے کہ تم نے یہ جو ساری تفصیل بیان کی اور جن امور کا ذکر کیا وہ یقیناً ایسی چیزیں ہیں کہ اگر تم ان کو بیان نہ کرتے تو گناہگار ہوتے اور نہ تمہیں کوئی نقصان وضرر برداشت کرنا پڑتا جب کہ اس لمبی چوڑی تفصیل بیان کرنے کی صورت میں بہت ممکن ہے کہ کسی موقع پر تمہاری زبان لغزش کھائی ہو اور اس سے کوئی ایسی بات نکل گئی ہو جس سے تم گناہگار بن گئے ہو۔

16 وقت کی قدر کیجئے

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو بہت ساری نعمتیں عطا کی ہیں اور وہ تمام کی تمام نعمتیں بہت بڑی نعمتیں ہیں اور سب ہی کی قدر کرنے کی ضرورت ہے اور سب ہی کی قدر کرنے کی تاکید بھی ہے۔ لیکن بعض نعمتیں عظیم الشان ہیں، اُن کی طرف توجہ دینے کی زیادہ ضرورت ہے، اس لیے کہ لوگوں کو ان نعمتوں کا قیمتی ہونا معلوم نہیں ہے اور اگر

کسی کی کو تھوڑا بہت معلوم بھی ہے تو اس کو ان کی قدر کرنے کی طرف توجہ نہیں ہے اور اگر توجہ ہے تو پوری نہیں ہے۔

بہر حال، میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم سب کو ان نعمتوں کا قیمتی ہونا معلوم ہو جائے اور اگر ہم ان نعمتوں کی قدر نہیں کر رہے ہیں تو قدر کرنی شروع کر دیں اور احتیاط سے انہیں استعمال کریں، تاکہ وہ ہمارے لیے زیادہ سے زیادہ نافع اور مفید ہو جائیں اور اب تک اس سلسلہ میں ہم سے جو غفلت اور کوتاہی ہوئی ہے وہ دور ہو جائے۔

17 وقت عظیم نعمت ہے

اُن عظیم الشان نعمتوں میں سے ایک وقت کی نعمت ہے، جس کی اللہ پاک نے "سورۃ العصر" میں قسم کھائی ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ ﴿والعصر، ان الانسان لفی خسر.....﴾ اور قسم ہے زمانے کی! بلاشبہ انسان خسارے میں ہے، سوائے ان کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور ایک دوسرے کو نیکی کی نصیحت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر رکھنے کی نصیحت کرتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے زمانے کے عظیم الشان ہونے کی وجہ سے اس کی قسم کھائی ہے۔ دنیا میں آنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو زمانے اور وقت کی نعمت عطا فرمائی ہے، اب یہ نعمت یعنی زمانہ اور وقت اور عمر ہر ایک کی الگ الگ ہے، کسی کی کم، کسی کی زیادہ اور کسی کی بہت کم اور کسی کی بہت زیادہ۔ بہر حال دنیا میں جو بھی آیا ہے وہ وقت کی نعمت ضرور لے کر آیا ہے اور کامیاب شخص وہی ہے جو اس نعمت کو صحیح طریقے سے استعمال کر لے۔

18 وقت کے استعمال کی پہلی صورت

وقت کے استعمال کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وقت کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں، اطاعت میں اور عبادت میں صرف اور خرچ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کی یہ اطاعت

ویا دصرف چند عبادات کا ہی نام نہیں ہے، بلکہ سارے دین کا نام ہے اور مسلمان کو ساری زندگی عمل کے لیے دین کا کوئی نہ کوئی شعبہ اس کے سامنے آتا رہتا ہے۔ لہٰذا زندگی کے کسی بھی موڑ پر دین کا کوئی بھی شعبہ یا دین کا کوئی بھی حکم عمل کرنے کے لیے سامنے آجائے تو اس پر عمل کرنا یہ اپنے وقت کو عبادت واطاعت میں گزارنا اور اپنے وقت کو قیمتی بنانا ہے۔ مثال کے طور پر کبھی تبلیغ کا حکم ہے، کبھی جہاد کا حکم ہے، کبھی اصلاح لینے کا حکم ہے، کبھی نمازِ جنازہ پڑھنے کا حکم ہے، کبھی اچھے اخلاق سے پیش آنے کا حکم ہے، اسی طرح والدین کی خدمت اور نماز پڑھنے کا حکم ہے، اسی طرح جب روزہ رکھنے کا وقت آیا تو روزہ رکھ لیا، زکوٰۃ دینے کا وقت آگیا تو زکوٰۃ دے دی، صلہ رحمی کرنے کا وقت آگیا تو صلہ رحمی کر لی، سچ بولنے کا موقع آگیا تو سچ بول دیا، حلال کمانے کا موقع آیا تو حلال کمالیا، حرام سے بچنے کا وقت آیا تو حرام سے بچ گیا، ٹی وی دیکھنے کا وقع آیا تو اپنے آپ کو اس سے بچالیا، گانا سننے کا موقع آیا تو اپنے کانوں کو اس سے بچالیا، بدنگاہی کا موقع آیا تو بدنگاہی سے اپنے آپ کو بچالیا، لڑائی کا موقع آیا تو اپنے آپ کو بچالیا، بے صبری کا موقع آیا تو دامنِ صبر تھام لیا، شکر کرنے کا وقت آیا تو شکر کرنے لگا اور کسی عبادت کا وقت اور موقع آیا تو عبادت کرنے لگا۔ تو یہ تمام احکامات وقتاً فوقتاً انسان کو پیش آتے رہتے ہیں اور ان احکامات میں وقت لگانا اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں وقت لگانا ہے۔

بہر حال پہلی صورت یہ ہوئی کہ اپنے وقت کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں، اطاعت میں اور اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں گزارے اور جس وقت جو بھی دین کا حکم اور تقاضا ہو اس پر عمل کرے اور یہی صورت سب سے بہتر اور اعلیٰ ہے، کیوں کہ اطاعت خداوندی میں، اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری میں اور اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانے میں جو وقت گزر گیا، بس وہی وقت سب سے سنہری اور قیمتی ہے اور یہ زندگی کا مقصدِ اصلی بھی ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں اور جنات کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے کہ وہ اپنے اوقات کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گزاریں اور نافرمانی سے بچیں، کیوں کہ نافرمانی

سے بچنا یہ بھی اطاعت ہی ہے۔

19 وقت کے استعمال کی دوسری صورت

وقت کے استعمال کی دوسری صورت جس سے اللہ پاک ہمیشہ ہمیں محفوظ رکھیں، یہ ہے کہ وہ وقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، فسق وفجور اور گناہ کرنے میں گزر جائے، مثلاً بدنگاہی کرنے میں، جھوٹ بولنے میں، غیبت کرنے میں، الزام تراشی میں، لایعنی باتوں میں، فضول تبصروں میں، بے کار اور لایعنی خبریں پڑھنے میں ایسی کتابیں اور ایسے رسالے اور ایسے مضامین کے پڑھنے میں، جو بالکل فضول اور لایعنی ہوں، ایسے گندے ناول اور افسانے جن سے بے حیائی، بے غیرتی، عیاشی اور بدمعاشی کی تعلیم دی جاتی ہو اور ان کے پڑھنے والے پر بُرے اثرات پڑتے ہوں تو ایسے گندے ناول وغیرہ پڑھنے میں، ٹی وی دیکھنے میں، وی سی آر کے ذریعے فلمیں دیکھنے میں، انٹرنیٹ کے ذریعے حرام اور ناجائز پروگرام دیکھنے میں، کیبل کے ذریعے ننگی دنیا دیکھنے میں، نامحرم عورتوں کو شہوت کے ساتھ دیکھنے میں، بے ریش لڑکوں کو شہوت سے دیکھنے میں، چوری کرنے میں، ڈاکا ڈالنے میں، شراب پینے میں، جان بوجھ کر نماز چھوڑنے میں اور بلا عذر جماعت کی نماز چھوڑنے میں یا کسی اور گناہ میں اگر کسی نے اپنا وقت گزارا تو بس گویا اس نے اپنے وقت کا خون کرلیا اور اپنے کو تباہ وبرباد کرلیا۔

پس خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت کوئی بندہ گناہ میں مشغول ہوتا ہے تو اس وقت وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں انتہائی مبغوض اور ناپسندیدہ ہوتا ہے اور جس وقت کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی اخلاص کے ساتھ عبادت کر رہا ہوتا ہے، چاہے وہ سات کمروں میں چھپ کر اور بند ہو کر عبادت کرے تو اس وقت یہ بندہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی پسندیدہ اور محبوب ہوتا ہے۔ بہر حال، دوسری صورت یہ ہوئی کہ اگر ہم اپنے وقت کو اللہ کی نافرمانی میں اور گناہ میں گزار دیں تو جتنا وقت بھی گناہ میں گزرے، اس وقت کو گویا ہم نے ضائع کر دیا، برباد کر دیا، اس وقت کی ناشکری وناقدری کی اور اپنا قیمتی سرمایۂ حیات ہم نے

ضائع و برباد کر دیا۔

20 وقت کے استعمال کی تیسری صورت

وقت کے استعمال کی تیسری صورت یہ ہے کہ اس وقت کے اندر ہم نہ کوئی نیکی کا کام کریں اور نہ ہی کوئی گناہ کا کام کریں، بلکہ کوئی جائز اور مباح کام کریں۔ جائز او رمباح کام وہ ہوتا ہے جس کے کرنے میں کوئی ثواب نہیں اور چھوڑنے میں کوئی گناہ بھی نہیں، یعنی کرنے میں کوئی ثواب نہیں اور نہ کرنے میں کوئی عذاب نہیں تو ایسے کام کو جائز اور مباح کہتے ہیں۔ مباح اور جائز کاموں کی فہرست بہت طویل ہے۔

صبح وشام آدمی جتنے کام کرتا ہے، ان میں عموماً یہ تینوں صورتیں ہوتیں ہیں۔ صبح سے شام تک کا آدمی یہ جائزہ لے کہ آج کا یہ دن میں نے کس طرح گزارا ہے تو وہ خود یہ محسوس کرے گا کہ کچھ تو اس نے نیک کام کیے ہیں، کچھ برے کام بھی کیے ہیں اور کچھ ایسے کام کیے ہیں جنہیں نہ اچھا کہا جاسکتا ہے اور نہ برا کہا جاسکتا ہے، جو اچھے کام کیے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اسی کی توفیق سے میں نے یہ کام کیے، اس میں میرا کوئی کمال نہیں، اس پر فخر نہ کرے اور عجب میں مبتلا نہ ہو اور جو برے کام کیے ہیں، یعنی جو وقت کسی گناہ کے کام میں گزارا، مثلاً کسی کو کوئی ایک جملہ ایسا کہہ دیا جس سے اس کے دل کو تکلیف پہنچی، کسی کی برائی کر دی، کسی پر تہمت لگا دی، کسی کو ناجائز اور بلاوجہ ڈانٹ دیا، والدین کو ستایا، بہن بھائیوں کو پریشان کیا یا کوئی اور گناہ کیا، تو ان پر فوراً توبہ واستغفار کرے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے اور گڑگڑائے اور اس سے آئندہ بچنے کا اہتمام کرے۔

اور کچھ وقت پورے دن میں ایسا گزرا کہ جس میں ایسے کام کیے کہ ان پر نہ ثواب ہے اور نہ عتاب ہے، بلکہ جائز او مباح کام کیے، مثلاً سونا، کھانا، پینا، زائد از ضرورت پہننا، زیب وزینت اختیار کرنا، کسی سے ملنے کے لیے جانا، اب اگر اللہ کے لیے ملنے گیا تو یہ عبادت بن جائے گا اور اگر ویسے ہی گیا تو یہ جائز اور مباح ہوگا، اس کے علاوہ

اور بھی بہت سے مباح کام انسان دن بھر کرتا ہے، تو ان پر نہ ثواب ہے اور نہ عذاب ہے۔

21 حسنِ نیت سے مباح کام بھی عبادت بن جاتا ہے

البتہ جائز اور مباح کام بھی ایسے ہیں کہ انہیں بھی حسنِ نیت کی وجہ سے آسانی کے ساتھ عبادت بنایا جاسکتا ہے، ایک کام جو اپنی ذات کے اعتبار سے جائز ہے، اگر اس کو کرتے وقت ہم اچھی نیت کرلیں تو وہی جائز اور مباح کام آسانی سے عبادت بن جائے گا، وہ کام بذات خود تو جائز اور مباح ہی رہے گا، لیکن حسنِ نیت کی وجہ سے وہ عبادت بن جائے گا اور ہمارے لیے باعث اجر وثواب ہوجائے گا۔ تو جتنے بھی جائز اور مباح کام ہوں ان میں اچھی نیت کو ہم اپنے دامن میں باندھ لیں، یعنی ہر مباح کام کرتے ہوئے اس میں اچھی نیت کرلیں تو یہ ہمارے لیے عبادت بن کر اجر وثواب کا موجب ہوجائے گا، حسن نیت اتنا بہترین عمل ہے کہ اس میں نہ پیسہ خرچ ہوتا ہے، نہ طاقت خرچ ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی خاص وقت خرچ ہوتا ہے، ذرا سا دل کا رخ صحیح کرلیں تو وہ جائز اور مباح کام ہمارے لیے نیکی بن جائے گا۔

22 نیت کا دوسرا رخ

نیت کا دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ اگر خوانخواستہ کسی عبادت میں بری نیت کرلی تو عبادت بھی گناہ بن جاتی ہے، مثلاً: نفلی نماز پڑھتے وقت کوئی یہ نیت کرے کہ لوگ مجھے عابد وزاہد کہیں، حج اس لیے کرے کہ لوگ مجھے حاجی اور الحاج کہیں اور رشتہ داروں کے ساتھ اس لیے حسن سلوک کرے کہ برادری کے لوگ کہیں کہ اس کو تو بہت ہی زیادہ اپنے رشتہ داروں کا خیال رہتا ہے، یہ تو قوم کا بہت ہی ہمدرد اور بھی خواہ ہے، تو اب ان تینوں صورتوں میں پیسے بھی خرچ ہوئے، وقت بھی خرچ ہوا اور محنت ومشقت بھی برداشت کی، لیکن پھر بھی اس کے نامہ اعمال میں گناہ لکھا جائے گا کہ یہ نمائشی اور ریا

کار ہے اور اس کی ایسی کوئی عبادت قابلِ قبول نہیں اور اگر یہی تینوں کام اللہ کی رضا کے لیے کر لیے جائیں تو یہ سارے کام عبادت بن جائیں اور کندن بن جائیں اور تھوڑی سی عبادت بھی بہت ہو جائے اور مقبول ہو جائے۔

بہر حال، یہ نیت ایسی پیاری چیز ہے کہ اگر اس کو جائز اور مباح کاموں میں اچھے طریقے سے استعمال کیا جائے تو تمام جائز کام بھی باعثِ اجر وثواب ہو جائیں۔

چنانچہ مشہور صحابی رسول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں:

حدیث 1:۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی الله عنهما قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صلی الله علیه وسلم: "نِعْمَتَانِ مَغْبُونٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ الصِّحَّةُ وَالْفَرَاغُ".

(بخاری رقم 6412؛ مسند احمد رقم 3207؛ ابن ماجہ رقم 4170؛ ترمذی رقم 2304)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”دو نعمتیں ایسی ہیں جن میں بہت سے لوگ غبن کرتے ہیں: ۱......صحت، ۲......فرصت کے لمحات“۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ بدر الدین عینی المتوفی ۸۵۲ھ رقمطراز ہیں:

”فكأنه قال: هذان الامران اذا لم يستعملا فيما ينبغي فقد غبن صاحبهما اى باعهما ببخس لا تحمد عاقبته“۔ (عمدة القاری: 23/31)

ترجمہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں جب اپنے مصرف میں استعمال نہ کی جائیں تو گویا اس کے مالک نے غبن کیا، یعنی اس نے معمولی قیمت کے بدلہ میں اسے بیچا جس کے انجام کار تعریف نہیں کی جا سکتی۔

وقت کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں دن رات کے مختلف اوقات کی قسم کھائی ہے اور ایک جگہ زمانہ کی قسم کھائی فرمایا:

آیت 1:۔ وَالْعَصْرِ ○ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ○ (العصر: 1،2)

ترجمہ: زمانے کی قسم! (زمانہ شاہد ہے!)۔ انسان درحقیقت خسارے میں ہے۔

آیات بالا کی تفسیر کرتے ہوئے مشہور مفسر علامہ فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی

606ھ) لکھتے ہیں:

فَكَأَنَّ الدَّهْرَ وَالزَّمَانَ مِنْ جُمْلَةِ أُصُولِ النِّعَمِ، فَلِذَلِكَ أَقْسَمَ بِهِ وَنَبَّهَ عَلَى أَنَّ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ فُرْصَةٌ يُضَيِّعُهَا الْمُكَلَّفُ۔

(مفاتيح الغيب = التفسير الكبير، ج32 ص277۔ المؤلف: أبو عبد الله محمد بن عمر بن الحسن بن الحسين التيمي الرازي الملقب بفخر الدين الرازي خطيب الري (ت606ھ)۔ الناشر: دار إحياء التراث العربي-بيروت۔ الطبعة: الثالثة-۱۴۲۰ھ)

ترجمہ: دہر اور زمانہ من جملہ نعمتوں میں سے ہے، اسی لئے اللہ نے اس کی قسم کھائی اور متنبہ کیا کہ رات اور دن فرصت کے لمحات ہیں جسے مکلف (انسان) ضائع کرتا ہے۔

بروز قیامت جب جہنمی مدد کو پکاریں گے تو ان کو وقت ضائع کرنے پر حسرت دلا کر ملامت کیا جائے گا اور ان کی کوئی شنوائی نہیں ہوگی، اس حقیقت کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا۔

آیت 1:۔ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ○ (الفاطر: 37)

ترجمہ: وہ وہاں چیخ چیخ کر کہیں گے کہ: ”اے ہمارے ربّ! ہمیں یہاں سے نکال لے تاکہ ہم نیک عمل کریں اُن اعمال سے مختلف جو پہلے کرتے رہے تھے“۔ (انہیں جواب دیا جائے گا:) ”کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی جس میں کوئی سبق لینا چاہتا، تو سبق لے سکتا تھا؟ اور تمہارے پاس متنبہ کرنے والا نہ آ چکا تھا۔ اب مزہ چکھو۔ ظالموں کا یہاں کوئی مددگار نہیں ہے“۔

اسی مضمون کو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ارشاد میں یوں بیان فرمایا ہے:

حدیث 1:۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم فَقَالَ: "أَعْذَرَ اللهُ إِلَى امْرِئٍ أَخَّرَ أَجَلَهُ حَتَّى بَلَّغَهُ سِتِّينَ سَنَةً"۔ (بخاری رقم 6419)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اللہ تعالیٰ

ایک شخص کے ہر قسم کے عذر دور کر دیتے ہیں یہاں تک کہ اس کو ساٹھ (60) سال کی عمر دے دیتے ہیں"۔

اندازہ فرمائیے کہ وقت ضائع کرنے کا نتیجہ کتنا بھیانک ہے، لیکن اس کے باوجود ہمارے اس دور میں اگر یوں سوال کیا جائے کہ دنیا میں سستی ترین چیز کیا ہے؟ تو وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ ستر فیصد لوگ وقت کو سستی اشیاء کی فہرست میں شامل کریں گے۔

وقت کی رفتار معلوم ہو یہ مشکل ہے۔

یہ زمین گھومتی ہے پر ہلتی نہیں۔ زندگی کی قیمت پہچانیں

ہمیں سوچنا چاہیے کہ اللہ پاک نے ہمیں کتنی قیمتی زندگی دے رکھی ہے، مگر ہم اس کو انتہائی بے دردی کے ساتھ ضائع کرنے میں لگے ہوئے ہیں، کسی نے اس کو کیا خوب کہا ہے:

ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم
چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بدم

کہ یہ زندگی برف کی طرح پگھل رہی ہے۔ ہمارے حضرت رحم※ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری زندگی کی مثال برف بیچنے والے کی سی ہے کہ برف بیچنے والے کا کل سرمایہ برف ہے اور وہ برابر پگھل پگھل کر بہہ رہا ہے اور اس کا قطرہ قطرہ نالی میں جا رہا ہے، اس کا فائدہ اس میں ہے کہ جتنی جلدی برف بک جائے گی اتنی جلدی پیسے کھرے ہو جائیں گے اور جو بچ جائے گی وہ اس کا سرمایہ پانی بن کر بہہ جائے گا۔

بالکل اسی طرح ہماری زندگی کے یہ سانس بھی گنے چنے ہیں، جو سانس ایک مرتبہ لے لیا وہ لے لیا، اب دوبارہ لوٹ کر نہیں آئے گا، اب نیا سانس آئے گا۔ اسی طرح جو منٹ، گھنٹہ، دن، ہفتہ، مہینہ، حتیٰ کہ جو سال گزر گیا وہ گزر گیا، اب دوبارہ واپس نہیں آئے گا، وہ ختم ہو گیا، جو گیا سو گیا اور جو آیا اس کو اگر صحیح استعمال کر لیا تو کھرا کر لیا، اگر ضائع کر دیا تو کھو دیا۔

23 وقت کو ضائع کرنے سے بچیں

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے سرمایہ حیات کو محض اپنے فضل سے حقیقتاً اس کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ یہ ہمارا وقت بے کار اور فضولیات میں ضائع نہ ہو اور فضول مجلسوں، فضول بیٹھکوں، فضول کاموں اور فضول باتوں میں ضائع نہ ہو۔ آج کل اس کی بہت عادت ہے کہ ہمارا وقت یا تو معاصی میں ضائع ہوتا ہے، الا ماشاء اللہ یا پھر فضول او ربے کار بیٹھے ہوئے ہیں، بے کار لیٹے ہوئے ہیں، بے کار باتیں کر رہے ہیں، ادھر ادھر کے تبصرے ہو رہے ہیں کبھی اخبارات پر، کبھی ان کی خبروں پر، کبھی حکومت پر، کبھی اپنے ملک پر اور کبھی دوسرے ممالک پر کہ جن کا نہ تو کوئی فائدہ ہے، نہ ضرورت وحاجت ہے اور نہ ہی اس کا کوئی نتیجہ اور حاصل ہے، بس فضول وقت ضائع کیا جا رہا ہے۔

اسی طرح اگر کمروں میں جا کر بیٹھتے ہیں تو فضول بیٹھے ہوئے ہیں اور گھنٹوں ادھر ادھر کی باتیں ہانکنے میں لگے ہوئے ہیں، ان میں فضول اور لایعنی باتیں تو خود معصیت ہیں ہی، اس کے علاوہ ان میں غیبتیں، جھوٹ، الزام، بہتان، دل آزاری، بدتمیزی، بدتہذیبی، بداخلاقی اور ساتھ ساتھ ایسا مذاق واستہزا کہ جس سے دوسرے کو تکلیف اور اذیت ہو، یہ سب شامل ہوتے ہیں۔ اس طرح وقت گزارنا یہ تو معصیت میں وقت گزارنا ہے اور جس وقت کوئی بندہ معصیت میں وقت گزار رہا ہوتا ہے تو اس وقت وہ بندہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں انتہائی مبغوض اور ناپسندیدہ ہوتا ہے۔

24 دعا

اس لیے میرے عزیزو اور بزرگو! دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اس قیمتی سرمایہ حیات کو، جو کہ اس نے محض اپنی رحمت سے ہم سب کو عطا فرمایا ہوا ہے، زیادہ سے زیادہ آخرت کے کاموں میں اور زیادہ سے زیادہ اچھے کاموں اور حسن نیت کے ساتھ

جائز اور مباح کاموں میں لگانے کی توفیق دیں اور جو وقت گزر گیا اس کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں اور جو خصوصاً وقت گناہ اور معصیت اور لایعنی وفضول کاموں میں گزرا ہے، اس کو بھی معاف فرمادیں۔ اور ان کی قدرت میں یہ بھی داخل ہے اور ان کے خزانہ رحمت میں کوئی کمی بھی نہیں آئے گی کہ جو نیک کام ان اوقات ماضیہ میں ہو سکتے تھے اور ہم نہ کر سکے، اللہ پاک ان کا ثواب بھی ہمارے اعمال ناموں میں درج فرما دیں۔ ہمیں دعا تو کرنی چاہیے، وہ کریم الکرماء ہیں، انہوں نے دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے۔ چناں چہ ارشاد ہے:

آیت 1:۔ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۝ (المؤمن:60)

ترجمہ تمہارا رب کہتا ہے: ''مجھے پکارو، میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا جو لوگ گھمنڈ میں آ کر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، ضرور وہ ذلیل وخوار ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے''۔

دل وجان سے گڑگڑا کر دعا کریں کہ یا اللہ! ہم تو ناواقف اور نالائق ہیں، بس آپ ہم پر اپنا کرم فرما دیجیے، آپ کے کرم سے ہی اول بھی کام چلے گا اور آپ ہی کے کرم سے آخر میں بھی کام چلے گا اور اے اللہ! جو وقت ہم غفلت میں گزار چکے ہیں، اے کریم! آپ اس وقت کو بھی کھرا کر دیجیے، اور ہماری نمازوں، حج، تسبیح اور نیک کاموں پر ثواب لکھ دیجیے اور ہم سے جو گناہ ہو گئے ہیں ان پر معافی کا قلم پھیر دیجیے اور اب تک جو وقت گزرا سو گزرا، اب ان شاء اللہ! ہمارا کوئی وقت غفلت اور نافرمانی میں نہیں گزرے گا اور جائز ومباح کام میں بھی جو وقت گزرے گا تو ان شاء اللہ کوشش کر کے، حسن نیت کر کے اس کو بھی کارآمد بنائیں گے۔

اور مستقبل کے لیے بھی یہ تہیہ کر لیں اور دعا بھی کرتے رہیں کہ یا اللہ! اب جو وقت ہمارا باقی رہ گیا ہے وہ گناہوں، نافرمانیوں، فضولیات اور بے کار کاموں میں نہ گزرے، بلکہ آپ کی یاد میں اور آپ کی اطاعت اور فرماں برداری میں گزرے،

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عمل عطا فرمائے۔ آمین!

حدیث 3:۔ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ۔

تشریح مومن درحقیقت وہ شخص ہے جو دل سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے تمام عقائد واحکام پر غیر متزلزل یقین رکھتا ہو۔ اور اس کو اس بات کا پختہ یقین ہو کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانوں کو جو احکام دیئے ہیں وہی ان کی دین ودنیا کی فلاح کے ضامن ہیں۔ اس ایمان کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی پوری زندگی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایات کے مطابق گزارے، جن باتوں کا اس کو حکم دیا گیا ہے ان کو بجالائے اور جن سے روکا گیا ہے ان سے رک جائے۔

لہٰذا ایک مومن کی بنیادی صفت یہ ہے کہ اس کی زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہوتی ہے۔ وہ اپنے ہر کام اور نقل وحرکت میں پہلے یہ دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو اجازت ہے یا نہیں۔ اجازت ہوتی ہے تو کرتا ہے ورنہ رک جاتا ہے۔ چنانچہ اس کو زندگی میں اپنی نفسانی خواہشات کے بہاؤ پر بہنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق بسر ہوتی ہے۔

مؤمن کی یہ وہ بنیادی اور جامع صفت ہے کہ اس کے نتیجے میں تمام نیک اور اچھی صفات اس میں خود بخود پیدا ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جتنے احکام اپنے بندوں کو عطا فرمائے ہیں ان سب کا مقصد یہ ہے کہ انسان اچھی صفات سے آراستہ اور بری صفات سے پاک ہو جائے اور جو شخص ایک مرتبہ یہ عہد کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کی پابندی کرے گا تو لازماً وہ ساری اچھی صفات اس میں پیدا ہو جائیں گی۔

مؤمن کی یہ صفات جو اطاعتِ خداوندی سے پیدا ہوتی ہیں اتنی بے شمار ہیں کہ مختصر وقت میں ان سب کا بیان ممکن نہیں۔ لیکن اگر اختصار اور جامعیت سے کام لیا جائے تو مؤمن کی صفات خاص طور سے زندگی کے پانچ شعبوں سے متعلق ہوتی ہیں:

عقائد۔ عبادات۔ معاملات۔ معاشرت۔ اور اخلاق۔

25 عقائد

عقائد کے شعبے میں مومن کی بنیادی صفت قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے:

آیت 1:۔وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۙ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

(البقرۃ:4،5)

ترجمہ جو کتاب آپ ﷺ پر نازل کی گئی ہے (یعنی قرآن) اور جو کتابیں آپ ﷺ سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ایسے لوگ اپنے ربّ کی طرف سے راہِ راست پر ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

مؤمن کی اس صفت کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے جتنے عقائد اور جتنی ہدایات دنیا میں بھیجی ہیں ان سب کو برحق ماننے کے ساتھ ساتھ وہ اس بات کا پختہ یقین رکھتا ہے کہ مرنے کے بعد اسے ایک ایک عمل کا جواب دینا ہوگا۔ اس یقین کی بناء پر وہ رات کی تاریکی اور جنگل کی تنہائی میں بھی حتی الامکان کسی ایسے کام کا مرتکب نہیں ہوتا جس کی وجہ سے اس کو آخرت میں پروردگار کے سامنے شرمسار ہونا پڑے۔

26 عبادات

عبادت کے شعبے میں مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو صرف اور صرف اللہ کا بندہ سمجھتا ہے، اللہ کے سوا کسی کو پوجتا ہے نہ کسی کے آگے جھکتا ہے، نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ اس کے سوا کسی کی قدرت اور اختیار سے کسی مدد کا طلب گار رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے عبادت کے جتنے طریقے مقرر فرما دیئے ہیں، ان سب کو پورے اخلاص، عاجزی

اور احساس بندگی کے ساتھ بجالاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

آیت 1:۔قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ○

(المؤمنون:1،2)

ترجمہ یقیناً فلاح پائی ہے ایمان لانے والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔

اور آگے ارشاد ہے:

آیت 1:۔وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ○ (المؤمنون:58-61)

ترجمہ جو اپنے رب کی آیات پر ایمان لاتے ہیں، جو اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے، اور جن کا حال یہ ہے کہ دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں اور دل ان کے اِس خیال سے کانپتے رہتے ہیں کہ ہمیں اپنے رب کی طرف پلٹنا ہے، وہی بھلائیوں کی طرف دوڑنے والے اور سبقت کر کے انہیں پالینے والے ہیں۔

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی بدنی عبادت کا معاملہ ہو یا اس کی راہ میں مال خرچ کر کے مالی عبادت کا سوال ہو مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ سب سے آگے نکلنے کی کوشش کرتا ہے۔

27 معاملات

معاملات کے شعبے میں مومن کی صفت ہے کہ وہ اپنی بات کا سچا اور وعدے کا پکا ہوتا ہے وہ کسی سے دھوکہ، فریب، بدعہدی کا معاملہ نہیں کرتا اور بے جا طریقے سے دوسرے کا حق غصب کرنے کی فکر میں نہیں رہتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

آیت 1:۔قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○.... وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ○

(المؤمنون:1،8)

ترجمہ اور وہ مومن فلاح یافتہ ہیں۔۔۔ جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کا پاس کرنے والے ہیں۔

لفظ ’’امانت‘‘ کے لغوی معنی ہر اس چیز کو شامل ہیں جس کی ذمہ داری کسی شخص نے اٹھائی ہو اور اس کے معاملے میں اس پر بھروسہ کیا گیا ہو اور چونکہ ایسی امانت کی بہت سی قسمیں ہیں اس لئے قرآن کریم نے اس کے لئے جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے تاکہ اس میں امانت کی تمام قسمیں شامل ہو جائیں۔ اس میں مالی امانت تو ظاہر ہی ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا کوئی مال کسی کے پاس رکھوایا ہو، تو یہ اس کی امانت ہے جسے واپس کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔

اس کے علاوہ کسی نے کوئی راز کی بات کسی سے کی ہو تو یہ بھی اس کی امانت ہے۔ اور شرعی عذر کے بغیر اس راز کا کسی پر ظاہر کرنا اس امانت میں خیانت ہے۔

اس طرح کسی ملازم کو جتنے وقت کے لئے ملازم رکھا اس پورے وقت کو ملازمت کے کام میں لگانا بھی امانت ہے۔ اور وقت کی چوری یا کام کی چوری خیانت کے حکم میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امانت کا پاس کرنا بڑا جامع لفظ ہے جس میں معاملات کی بے شمار قسمیں داخل ہو جاتی ہیں اور مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ ان تمام امانتوں کا پاس کرتا ہے۔

اسی طرح وعدے اور معاہدے کا پاس کرنے میں بھی معاملات کی بہت سی صورتیں داخل ہو جاتی ہیں۔ اشیائے فروخت میں ملاوٹ یا ان کے عیب کو چھپانا یا کم ناپ تول کا ارتکاب یہ تمام جرائم عہد شکنی میں داخل ہیں۔ اور مومن کی صفت یہ ہے کہ اسے اپنے معاہدے کا پاس ہوتا ہے وہ جیسا معاہدہ کرتا ہے اس کے مطابق عمل بھی کرتا ہے۔ کیونکہ اسے یقین ہے کہ اگر بدعہدی کے نتیجہ میں اس نے کچھ تھوڑا بہت ظاہری نفع کما بھی لیا تو دنیا و آخرت دونوں میں اس کا انجام بڑا ہی ہولناک ہوگا۔ معاملات کی صفائی، امانت داری اور معاہدے کی پابندی مومن کا وہ طرہ امتیاز رہا ہے جسے دیکھ کر ماضی میں بہت سے کافر مسلمان ہوئے۔

عبادت میں اگر تھوڑی بہت کوتاہی ہو جائے تو اس کی تلافی توبہ سے ہو سکتی ہے، لیکن بدمعاملگی اور حقوق العباد کو تلف کرنے کی تلافی صرف توبہ سے بھی ممکن نہیں جب تک

کہ صاحب حق کو اس کا حق نہ پہنچا دیا جائے۔ یا وہ خوش دلی سے از خود معاف نہ کر دے اس وقت تک اس گناہ عظیم کے معاف ہونے کی کوئی صورت نہیں۔

چنانچہ جب اسلام عملاً دنیا میں نافذ تھا تو اس وقت مسلمان خواہ کتنا ہی گیا گزرا ہو، لیکن جھوٹ، دھوکہ، فریب، بدعہدی، خیانت کو کسی قیمت پر گوارا نہیں کرتا تھا۔

28 معاشرت

زندگی کا چوتھا شعبہ معاشرت ہے یعنی دوسروں کے ساتھ میل جول اور باہمی تعلقات کے انداز۔

اس شعبے میں ایک مومن کی بنیادی صفت سرکار دوعالم ﷺ نے یہ بیان فرمائی ہے:

’’مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ ہوں‘‘۔

’’اور مومن وہ ہے جس سے دوسروں کو اپنی جان و مال کے معاملے میں کوئی خطرہ نہ ہو‘‘۔

اسلام کے نظامِ معاشرت کے تمام احکام اس بنیادی اصول کے گرد گھومتے ہیں کہ ہر مسلمان اس بات کا دھیان رکھے کہ اس کے کسی طور طریقے اور کسی عمل سے دوسرے کو کسی قسم کی جسمانی یا نفسیاتی تکلیف نہ پہنچے۔ کسی شخص کو دل آزار باتیں کہنا، کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا، کسی کی چغلی کھانا، کسی کے خلاف بدگمانی میں مبتلا ہونا، کسی کے عیوب کی جستجو کرنا کسی کی اجازت کے بغیر اس کی خلوت میں مخل ہونا۔ یہ سب وہ گناہ ہیں جنہیں قرآن کریم نے صریح الفاظ میں ممنوع قرار دیا ہے۔

اور ایک مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ اس قسم کی تمام گھٹیا باتوں سے مکمل پرہیز کرتا ہے۔

29 اخلاق

آخری شعبہ ’’اخلاق‘‘ کا ہے اور اس شعبے میں سرکار دوعالم ﷺ کی تعلیم یہ ہے:

’’مکمل ایمان ان ہی لوگوں کا جو خوش اخلاق ہوں گے‘‘۔

خوش اخلاقی کا مطلب یہ ہے کہ انسان میں تکبر کے بجائے تواضع اور انکسار، بخل کے بجائے سخاوت، بزدلی کے بجائے بہادری، سخت مزاجی کے بجائے رحم دلی، جلد بازی کے بجائے تحمل، زبان درازی کے بجائے خوش کلامی اور فحاشی کے بجائے عفت وپاکیزگی پائی جائے۔ اس سے مل کر اس کی باتیں سن کر اس کے کردار کو دیکھ کر دوسرے کو انقباض کے بجائے فرحت حاصل ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسانی شرافت کی جتنی اچھی صفات ہوسکتی ہیں ایک مومن کو ان سب کا مجموعہ ہونا چاہیے۔ اور جس شخص میں ان صفات کی جتنی کمی ہے اتنا ہی اس کا ایمان نامکمل ہے۔ اور جو شخص ان صفات سے محروم ہے وہ خواہ قانونی طور پر مسلمان ہی کہلائے لیکن جس قسم کا مسلمان اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مطلوب ہے اس سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔

اللہ تعالی ہم سب کو ان صفات سے آراستہ ہونے کی توفیق عطا فرمائے جو ایمان کا لازمی تقاضا ہیں جن سے مزین ہوکر قرون اولی کے مسلمانوں نے دنیا بھر پر اپنے عروج واقبال کے پرچم لہرائے ہیں اور آج بھی ہماری دنیا وآخرت سنوارنے کے لئے لازمی شرط کی حیثیت رکھتی ہیں۔

30 اسلامی معاشرت میں دوسرے افراد کے ساتھ خیر خواہی کی اہمیت

اصل بات یہ ہے کہ ایمان کا درخت امانت کی زمین میں لگتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ زمین جتنی بہتر ہو درخت اتنا ہی سرسبز وشاداب ہوتا ہے، اسی طرح یہ صفت جتنی اس کے قلب میں موجود ہوگی اتنا ہی اس کا ایمان کامل ہوگا۔ اسلام کی نظر میں دل کے کسی گوشے میں اپنے اور اپنے بھائی کے درمیان فرق کرنا اُخوت اور امانت دونوں کے خلاف ہے اس لئے ہم کو چاہیے کہ حتی الوسع اس کی کوشش کریں کہ یہ صفت ہم میں پیدا ہوتا کہ حقیقت ایمان تک رسائی ہوجائے۔

اب آپ اس حدیث کی کسوٹی پر اپنے ایمان کو پرکھئے اور یہ فیصلہ خود کرلیجئے کہ آپ

کے ایمان میں کتنا کھوٹ ہے اور اگر خدانہ کردہ قلبی جذبات یہاں تک تجاوز کر گئے ہوں کہ اگر اپنے مسلمان بھائی کو کوئی خیر نصیب ہوجاتو دل کو اس پر ناگواری ہونے لگے تو اس کو تو کفر کا ایک شعبہ سمجھنا چاہیے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

آیت 1:۔مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○ (البقرۃ:105)

ترجمہ یہ لوگ جنہوں نے دعوتِ حق کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے، خواہ اہل کتاب میں سے ہوں یا مشرک ہوں، ہرگز یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہارے رب کی طرف سے تم پر کوئی بھلائی نازل ہو، مگر اللہ جس کو چاہتا ہے، اپنی رحمت کے لیے چن لیتا ہے اور وہ بڑا فضل فرمانے والا ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام میں صفتِ امانت کی کتنی اہمیت ہے اور دوسری جہت سے اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ اسلامی معاشرت کتنی بلند معاشرت ہے۔ اگر آج صرف یہی ایک شعبہ ہماری معاشرت میں داخل ہوجائے تو ہمارے تمام نزاعات ایک ہی آن میں ختم ہوجائیں اور عالم کی نظروں میں ہمارا مقام کچھ دوسرا ہی نظر آئے۔ حدیث مذکورہ بالا گو بہت مختصر ہے مگر جتنی مختصر ہے اتنی اہم بھی ہے، اس کو بار بار پڑھنا چاہیے اور عمل کے لئے تا بحد امکان قدم اُٹھانا چاہیے۔

حق تعالی نے جب عالم کو پیدا فرمایا تھا تو بارِ امانت اُٹھانے کے لئے سب سے پہلے اپنی مخلوقات میں سے سب سے مضبوط مخلوق کو خطاب فرمایا، یعنی زمین وآسمان وپہاڑ۔ لیکن صرف یہ دیکھ کر کہ یہ امانت کیا ہے؟ اور اس کی وسعت اور اہمیت کیا؟ اور اس میں کیسی کیسی باریکیاں ہیں؟ اس کے اُٹھانے سے سب نے انکار کیا اور سہم کر رہ گئے، اور انسان کے مقدر میں کیونکہ خلافت کا تاج لکھا ہوا تھا۔ اس لئے اس نے بے دھڑک اقرار کرلیا۔ اسی طرح آیت:

آیت 1:۔اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا

وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ○

(الاحزاب:72)

ترجمہ ہم نے اس امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اُسے اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے، مگر انسان نے اُسے اٹھالیا۔ بے شک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔

میں اشارہ ہے، اس کی تفصیل کے لئے بھی ایک رسالہ درکار ہے۔

(اقتباس از جواہر الحکم، تالیف مولانا بدر عالم میرٹھی مرحوم، صفحہ 98، 99)

حدیث 4:- إِنَّ الْحَلَالَ بَيِّنٌ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ، لَا يَعْلَمُهُنَّ كَثِيرٌ مِنَ النَّاسِ. فَمَنِ اتَّقَى الشُّبُهَاتِ اسْتَبْرَأَ لِدِينِهِ وَعِرْضِهِ. وَمَنْ وَقَعَ فِي الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ، كَالرَّاعِي يَرْعَى حَوْلَ الْحِمَى. يُوشِكُ أَنْ يَرْتَعَ فِيهِ. أَلَا وَإِنَّ لِكُلِّ مَلِكٍ حِمًى. أَلَا وَإِنَّ حِمَى اللهِ مَحَارِمُهُ، أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَإِذَا فَسَدَتْ، فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ. أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔

31 حلال

حلال ظاہر ہے کا مطلب یہ ہے کہ کچھ چیزیں تو وہ ہیں جن کا حلال ہونا سب کو معلوم ہے نیک کلام اچھی باتیں وہ مباح چیزیں ہیں جن کو کرنا یا جن کی طرف دیکھنا درست ہے شادی بیاہ کرنا اور چلنا پھرنا وغیرہ وغیرہ۔

32 حرام

اسی طرح حرام ظاہر ہے کا مطلب یہ ہے کہ کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا حرام ہونا نص کے ذریعہ بالکل واضح طور پر معلوم ہو گیا ہے، جیسے شراب، خنزیر، مردار جانور، جاری خون، زنا، سود، جھوٹ، غیبت، چغل خوری، امرد اور اجنبی عورت کی طرف بہ نظر بد

دیکھنا وغیرہ وغیرہ۔

33 مشتبہات

ایسے ہی کچھ چیزیں ایسی بھی ہیں جن کی حرمت یا حلت کے بارہ میں دلائل کے تعارض کی بناء پر کوئی واضح حکم معلوم نہیں ہوتا بلکہ یہ اشتباہ ہوتا ہے کہ یہ حرام ہیں یا حلال۔ ایسی کتنی ہی چیزیں ہیں جن کے حلال ہونے کی دلیلیں بھی ہیں اور حرام ہونے کی بھی۔ اس صورت میں کوئی واضح فیصلہ کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں ہوتی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسی چیزوں کے بارے میں دونوں طرف کی دلیلوں میں سے کسی ایک طرف کی دلیل کو اپنی قوتِ اجتہاد اور بصیرتِ فکر و نظر کے ذریعہ راجح قرار دے کر کوئی واضح فیصلہ کر لیتے ہیں۔ بہر کیف مشتبہ چیز کے بارہ میں علماء کے تین قول ہیں:

1. ایسی چیز کو نہ حلال سمجھا جائے نہ حرام اور نہ مباح۔ یہی قول سب سے زیادہ صحیح ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہئے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسی چیز سے اجتناب کرنا ہی بہتر ہے۔
2. ایسی چیز کو حرام سمجھا جائے۔
3. ایسی چیز کو مباح سمجھا جائے۔

اب ان تینوں اقوال کو ذہن میں رکھ کر مشتبہ کو بطور مثال اس طرح سمجھئے کہ مثلاً: ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا ایک دوسری عورت نے آ کر کہا کہ میں نے ان دونوں کو اپنا دودھ پلایا ہے۔ اس صورت میں وہ منکوحہ عورت اس شخص کے حق میں مشتبہ ہو گئی، کیونکہ ایک طرف تو عورت کا بیان ہے کہ میں نے چونکہ ان دونوں کو دودھ پلایا ہے، اس لئے یہ دونوں رضاعی بہن بھائی ہوئے اور ظاہر ہے کہ رضاعی بھائی بہن کے درمیان نکاح درست نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس دلیل کا تو یہ تقاضا ہے کہ اس نکاح کو قطعاً ناجائز کہا جائے، مگر دوسری طرف نکاح کے جائز رہنے کی یہ دلیل ہے کہ صرف یہ ایک عورت کی بات ہے جس پر کوئی شرعی گواہی نہیں ہے۔ اس پر کیسے یقین کر لیا جائے کہ یہ عورت صحیح ہی کہہ رہی ہے؟ ہو سکتا ہے کہ یہ محض بدنیتی کی وجہ سے یہ بات کہہ کر ان

دونوں کے درمیان افتراق کرانا چاہتی ہے۔اس صورت میں کہا جائے گا کہ نکاح جائز اور درست ہے۔دلائل کے اس تعارض کی وجہ سے لامحالہ یہی حکم ہوگا کہ یہ ایک مشتبہ مسئلہ ہوگیا ہے۔اس لئے اس شخص کے حق میں بہتر یہی ہوگا کہ وہ اس عورت کو اپنے نکاح میں نہ رکھے کیونکہ مشتبہ چیز سے اجتناب ہی اولیٰ ہے۔

مشتبہ چیز کی دوسری مثال یہ ہے کہ مثلاً: ایک شخص کے پاس کچھ روپے ہیں جن میں سے کچھ تو جائز آمدنی کے ہیں اور کچھ ناجائز آمدنی کے۔اس صورت میں وہ سب روپے اس شخص کے حق میں مشتبہ ہیں۔لہٰذا اس کو ان روپیوں سے اجتناب و پرہیز کرنا چاہیے۔

34 چراگاہ کی مثال سے وضاحت

ارشادگرامی میں حرام چیزوں کو ممنوعہ چراگاہ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح کوئی حاکم کسی خاص چراگاہ کو دوسروں کے لئے منوع قرار دے دیتا ہے جس کے نتیجہ میں لوگوں کے لئے ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ اپنے جانوروں کو اس ممنوعہ چراگاہ سے دور رکھیں۔اسی طرح جو چیزیں شریعت نے حرام قرار دی ہیں وہ لوگوں کے لئے ممنوع ہیں کہ ان کے ارتکاب سے اجتناب و پرہیز واجب وضروری ہے اور مشتبہ چیزوں میں مبتلا ہونے کو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈ (منڈیر) پر عام جانور چرانے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح چرواہے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے جانوروں کو ممنوعہ چراگاہ سے دور رکھ کر چرائے تاکہ اس کے جانور اس ممنوعہ چراگاہ میں نہ گھس جائیں اور اگر وہ اپنے جانوروں کو ممنوعہ چراگاہ کی مینڈ پر چرائے گا تو پھر اس بات کا ہر وقت احتمال رہے گا کہ اس کے جانور ممنوعہ چراگاہ میں گھس جائیں جس کے نتیجہ میں اسے مجرم قرار دے دیا جائے گا۔اسی طرح انسان کو چاہئے کہ وہ مشتبہ چیزوں سے دور رہے تاکہ محرمات حارم چیزوں میں مبتلا نہ ہوجائے۔اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مذکورہ بالا تشبیہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ جان لو کہ ہر بادشاہ کا ایک ایسا ممنوعہ علاقہ

ہوتا ہے جس میں جانور چرانا جرم سمجھا جاتا ہے (یہ گویا زمانہ جاہلیت کے بادشاہوں اور حکام کے بارہ میں خبر دی ہے یا یہ کہ مسلمانوں میں سے ان بادشاہوں اور حکام کے بارے میں خبر دی ہے جو غیر عادل ہیں کیونکہ کسی علاقہ کی گھاس کو جانوروں کے چرنے سے روک کو ممنوعہ چراگاہ قرار دینا درست نہیں ہے)۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ممنوعہ علاقہ حرام چیزیں ہیں کہ جن میں مبتلا ہونا لوگوں کے لئے ممنوع قرار دے دیا گیا ہے۔لہٰذا جو کوئی اس ممنوعہ علاقہ میں داخل ہوگا یعنی حرام چیزوں کا ارتکاب کرے گا اسے مستوجبِ عذاب قرار دیا جائے گا اور پھر ان حرام چیزوں میں بھی بعض چیزیں تو ایسی ہیں جن کے مرتکب کی بخشش ہی نہیں ہوگی۔جیسے شرک اور کچھ چیزیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہیں کہ چاہے ان کے مرتکب کو بخشے چاہے نہ بخشے۔البتہ سچے دل کے ساتھ توبہ استغفار سے ہر چیز بخشی جائے گی۔

35 حضرت شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ کی وضاحت

حضرت شیخ علی متقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر یہ ترتیب ضروری مباح مکروہ حرام کفر قائم کر کے لکھا ہے کہ جب بندہ اپنی معاشی تمدنی اور سماجی زندگی کے تمام گوشوں میں اس قدر ضرورت پر اکتفاء کرلیتا ہے جس سے اس کا وجود اور اس کی عزت باقی رہے، تو وہ اپنے دین میں ہر خطرہ سے سلامت رہتا ہے مگر جب حدِ ضرورت سے گزرنے کی کوشش کرتا ہے، تو حدِ مکروہات میں داخل ہوجاتا ہے۔یہاں تک کہ حرص وہوس حدِ مکروہات سے نکال کر محرمات کی مد میں داخل کردیتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا اگلا قدم کفر میں پہنچ جاتا ہے۔نعوذ باللہ من ذلک۔

36 انسانی جسم میں دل کی اہمیت

حدیث کے آخر میں انسانی جسم میں گوشت کے اس ٹکڑے کی اہمیت بیان کی گئی ہے جسے دل کہا جاتا ہے چنانچہ فرمایا کہ جب وہ ٹکڑا بگڑ جاتا ہے یعنی انکار شک اور کفر کی وجہ سے اس پر ظلمت طاری ہوجاتی ہے تو اس کے نتیجہ میں ارتکاب گناہ ومصیبت کی

وجہ سے پورا جسم بگڑ جاتا ہے۔لہٰذا ہر عاقل و بالغ کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دل کی طرف متوجہ رہے اور اس کو خواہشات نفسانی میں منہمک ہونے سے روکے تاکہ وہ آگے بڑھ کر مشتبہ چیزوں کی حد میں داخل نہ ہو جائے کیونکہ جب دل خواہشاتِ نفسانی کی طرف چل پڑتا ہے۔تو پھر اللہ کی پناہ وہ تمام حدوں کو پھلانگتا ہوا ظلمت کی آخری حدوں تک پہنچ جاتا ہے۔

37 بدن کی بھلائی و بہتری حلال غذا پر موقوف ہے

آخر میں یہ سمجھ لیجئے کہ یہ حدیث اس طرف اشارہ کر رہی ہے کہ بدن کی بھلائی و بہتری حلال غذا پر موقوف ہے کیونکہ حلال غذا سے دل کو صفائی حاصل ہوتی ہے اور دل کی صفائی ہی سے تمام بدن اچھی حالت میں رہتا ہے بایں طور کہ اس کے ایک ایک عضو سے اچھے اعمال ہی صادر ہوتے ہیں اور تمام اعضاء کا برائی کی طرف میلان ختم ہو جاتا ہے۔

اب ایک بات یہ جان لیجئے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث علم و مسائل کے بڑے وسیع خزانے کی حامل ہے۔نیز جن حدیثوں پر اسلامی شرائع و احکام کا مدار ہے وہ تین ہیں: ایک تو حدیث (انما الاعمال بالنیات) دوسری حدیث (من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ) اور تیسری یہی حدیث ہے (الحلال بین) الخ۔

حدیث5:۔ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ۔

☆ اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَ يَدِهٖ . وَالْمُؤْمِنُ مَنْ أَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰى دِمَائِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ، وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ السَّيِّئَاتِ، وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ لِلّٰهِ۔

(الزهد والرقائق - ابن المبارك - ت الأعظمی (ابن المبارك) رقم 826؛ مسند ابن المبارك (ابن المبارك) رقم 29؛ مسند احمد رقم 23958، 23967؛ المنتخب من مسند عبد بن حمید ت مصطفی العدوی (عبد بن حمید) رقم 236؛ مسند البزار = البحر

الزخار (أبو بكر البزار) رقم 3752؛ تعظيم قدر الصلاة - محمد بن نصر المروزي رقم 630، 641؛ الإحسان في تقريب صحيح ابن حبان (الأمير ابن بلبان الفارسي) رقم 4862؛ معجم کبیر طبرانی رقم 18 / (رقم 796)؛ الإيمان - ابن منده (ابن منده محمد بن إسحاق) رقم 315؛ مستدرک حاکم رقم 24؛ مسند الشهاب القضاعي رقم 131، 183؛ شعب الإيمان - ط الرشد (أبو بكر البيهقي) رقم 10611؛ شرح السنة للبغوي رقم 14)

ترجمہ: کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں۔کامل مؤمن وہ ہے جس سے لوگ اپنے خون (جانوں) اور مال سے امن میں رہیں۔مہاجر وہ ہے جو برائیوں کو چھوڑ دے، اور مجاہد وہ ہے جو اللہ کی رضا کے لیے اپنے نفس سے جہاد کرے۔

تشریح: صحیح معنی میں مومن وہی ہے جس کا وجود اللہ کی مخلوق کے لئے باعثِ اطمینان و راحت ہو، لوگوں کو اس پر پورا پورا اعتماد بھروسہ ہو۔ اس کی امانت و دیانت، عدالت و صداقت اور اخلاق و پاکیزگی اس طرح نمایاں ہو کہ نہ تو کسی کو اپنے مال کے ہڑپ کر لئے جانے کا خوف ہو اور نہ کسی کو اس کی طرف سے اپنی جان و آبرو کے نقصان کا خدشہ اور نہ کسی کے دل میں اس کی جانب سے کسی اور طرح کا خوف و ہراس ہو۔

38 اسلام اور امن عالم

امن کے لفظی معنی ہیں: چین، اطمینان، سکون و آرام نیز صلح، آشتی و فلاح کے۔ اسی طرح امن بجائے خود لفظ اسلام میں داخل ہے، جس کے معنی ہیں: دائمی امن و سکون اور لازوال سلامتی کا مذہب۔

اسلام میں امن کا اتنا واضح تصور موجود ہے کہ دیگر ادیانِ عالم ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں، مثال کے طور پر آیت ذیل پیش کی جا سکتی ہے:

آیت 1:۔ مَنْ قَتَلَ نَفْسًاۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ (المائدۃ:32)

ترجمہ جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اُس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

39 اسلام کے بنیادی عناصر

رحم، خیر خواہی اور امن پسندی اسلام کے بنیادی عناصر ہیں، اسلام میں پہلے سلام پھر کلام کی ترغیب آئی ہے۔ السلام علیکم کے صرف یہ معنی نہیں ہیں کہ تم پر سلامتی ہو، بلکہ یہ اس مفہوم پر بھی محیط ہے کہ تم میری طرف سے محفوظ و مامون ہو۔ اسلام میں ہر کام شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے، جس میں اللہ کے دو صفاتی نام یعنی رحمن ورحیم بھی شامل ہیں، یعنی بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اس طرح بندوں کے کیرکٹر پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں:

"عملی طور پر ایک مسلمان کو یہ تعلیم دی جاتی ہے کہ وہ معاشرے میں امن وسلامتی کا پیغامبر بنے نہ کہ تشدد، ناانصافی اور ظلم وزیادتی کا سفیر۔ چنانچہ اسے حکم دیا گیا کہ ہر روز تشہد کے اندر بار بار ان الفاظ کی تکرار کرے:

"السّلام علیك أيُّها النبی ورحمة الله وبركاته، السّلام علینا وعلیٰ عباد الله الصالحین"۔

یہی نہیں بلکہ نماز کا اختتام ہی ان الفاظ پر ہوتا ہے: "السّلام علیکم ورحمة الله"

(ندیم الواجدی، مولانا: 2013/ اسلام اور امن عالم، راشٹریہ سہارا، نئی دہلی، 27، دسمبر، ص 7)

40 اسلام میں رحم کی ترغیب وترہیب

حدیث 1:۔ رسولِ خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ۔ (مشکوۃ رقم 4969)

ترجمہ مہربانوں پر خدائے مہربان رحم کرتا ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حدیث 1:۔ لَا يَرْحَمُ اللهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ (مشکوۃ رقم 4947)

ترجمہ جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔

41 اسلام میں امن وسکون کی فضیلت اور ظلم کی بیخ کنی کی ہدایت

اسلام میں امن وسکون کی اتنی فضیلت بیان کی گئی ہے اور ظلم وستم سے اس روئے زمین کو پاک کرنے کی اتنی واضح ہدایات دی گئی ہیں کہ دیگر مذاہب عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہیں:

"اسلام نے پہلی بار دنیا کو امن ومحبت کا باقاعدہ درس دیا اور اس کے سامنے ایک پائیدار ضابطۂ اخلاق پیش کیا، جس کا نام ہی "اسلام" رکھا گیا یعنی دائمی امن وسکون اور لازوال سلامتی کا مذہب۔ یہ امتیاز دنیا کے کسی مذہب کو حاصل نہیں۔ اسلام نے مضبوط بنیادوں پر امن وسکون کے ایک نئے باب کا آغاز کیا اور پوری علمی واخلاقی قوت اور فکری بلندی کے ساتھ اس کو وسعت دینے کی کوشش کی۔ آج دنیا میں امن وامان کا جو رجحان پایا جاتا ہے اور ہر طبقہ اپنے اپنے طور پر کسی گہوارۂ سکون کی تلاش میں ہے، یہ بڑی حد تک اسلامی تعلیمات کی دین ہے"۔

(ماہنامہ دارالعلوم، دیوبند، دسمبر 2008/ جنوری 2009/ ص 7)

"اسلام ظلم کو کسی حالت میں اور کسی بھی نام اور عنوان سے برداشت نہیں کرتا۔ وہ اپنے فرزندوں کو جان، مال ومذہب، عقیدہ، وطن، مذہبی مقدسات، شعائر دین، مساجد ومعابد وغیرہ کی حفاظت، ان کے دفاع اور کسی بھی طرح کی تعدی سے ان کے بچاؤ کی تدبیر کرنے کا ناگزیر حکم دیتا ہے اور ان ساری سازشوں کو ناکام بنا دینے کا انہیں پابند بناتا ہے جو خود ان کے خلاف کی جائیں یا انسانیت کے خلاف روبہ عمل لائی جائیں"۔

(دہشت گردی کا عالمی منظر نامہ، ص 16)

اسلام میں ظلم کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، بلکہ اس کے برعکس یہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ اسلام دنیا میں آیا ہی ہے ظلم کے استیصال کے لیے، اس کی بیخ کنی کے لیے، خواہ وہ کسی بھی سطح پر موجود ہو۔ حدیث میں ہے:

حدیث 1:۔"مَن آذی الناس آذی الله"۔

ترجمہ جس نے لوگوں کو تکلیف پہنچائی، اللہ کو تکلیف پہنچائی۔

ظاہر ہے اللہ کی ناراضگی کوئی مرد مومن گوارہ نہیں کر سکتا۔ حدیث بالا میں کسی مذہب وملت کی قید نہیں ہے۔ بلکہ اس کا دائرہ ساری انسانیت پر محیط ہے:

"یہ واحد مذہب ہے جس کی تعلیمات میں امن وسلامتی کا عنصر زیادہ ہے، وہ تمام معاملات میں ان پہلوؤں کو اختیار کرنے پر زور زیادہ دیتا ہے جن میں نہ خود کوئی زحمت اٹھانی پڑے اور نہ دوسروں کو کوئی تکلیف ہو، اللہ تعالیٰ نے مومنین کا یہ وصف بیان کیا ہے وہ تسامح اور صلح جوئی کو ترجیح دیتے ہیں، خاص طور پر اس وقت جبکہ فریق ثانی سے زیادتی اور جھگڑے کا اندیشہ ہو"۔

(ندیم الواجدی، مولانا: 2013 / اسلام اور امن عالم، راشٹریہ سہارا، نئی دہلی، 27، دسمبر، ص 7)

"لاضرر ولاضرار" اسلام کا وہ لائحہ عمل ہے، جس کی روشنی میں ممکنہ حد تک قوت اور اثرات کے ذریعہ مظلوم کی دستگیری کی جائے اور ظالم کو ظلم سے روک دیا جائے۔ مظلوم کی حمایت میں حسب ذیل حدیث میں کس قدر واضح ہدایت موجود ہے:

حدیث 1:۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مصیبت زدہ کی مدد کرے، اللہ تعالیٰ تہتر مغفرت کا انتظام فرماتا ہے، جن میں سے صرف ایک مغفرت اس کے تمام معاملات سدھارنے کے لیے کافی ہے۔ مابقیہ 72 مغفرتیں اس کے لیے آخرت میں رفع درجات کا ذریعہ بنیں گی۔

دوسروں پر رحم نہ کرنے والا اللہ کی رحمت سے محروم رہتا ہے۔ چنانچہ:

حدیث 1:۔عَن جَرِيرِ بْنِ عَبْدُ اللّٰهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی الله عليه وسلم:

"لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ". مُتَّفِق عَلَيْهِ۔ (مشکوۃ رقم 4947)

ترجمہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ اللہ کی رحمت سے خصوصی طور سے محروم رہیں گے، جن کے دلوں میں دوسروں کے لیے رحم نہیں اور جو دوسروں پر ترس نہیں کھاتے۔

"اس حدیث میں النَّاس کا لفظ عام ہے جو مومن وکافر اور متقی وفاجر سب کو شامل ہے اور بلاشبہ رحم سب کا حق ہے"۔ (معارف الحدیث، ج ۲، ص ۱۷۲)

اسلام نے اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر احسان کو ترجیح دیا ہے:

"خلقِ خدا اللہ کی عیال کے مانند ہیں۔ لہٰذا اللہ کی نظر میں سب سے پسندیدہ وہ شخص ہے، جو اللہ کی مخلوق پر احسان کرنے والا ہو"۔

حدیث 1:۔عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: "مَنْ قَتَلَ عُصْفُورًا فَمَا فَوْقَهَا بِغَيْرِ حَقِّهَا سَأَلَهُ اللّٰهُ عَنْ قَتْلِهِ". الحديث. رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ والدارمی۔ (مشکوۃ رقم 4094)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جس نے کسی گوریا یا اس سے بھی چھوٹی چڑیا کو ناحق قتل کیا تو اس سے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ باز پرس کریں گے۔

42 اسلام کی رحمتِ عمومی

"رحمت دراصل اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے اور رحمن ورحیم اس کے خاص نام ہیں اور جن بندوں میں اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا جتنا عکس ہے، وہ اتنے ہی مبارک اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اتنے ہی مستحق ہیں اور جو جس قدر بے رحم ہیں، وہ اللہ کی رحمت سے اسی قدر محروم رہنے والے ہیں"۔ (معارف الحدیث، ج2، ص172)

جس طرح سورہ فاتحہ کی شروعات ہی رحمتِ عالم کے اعلان کے ساتھ ہوتی ہے، یعنی:

آیت 1:۔اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ (الفاتحة: 1، 2)

ترجمہ سب تعریفیں اس پروردگار کے لیے ہیں جو سارے جہان کا پالنہار ہے، مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت میں خدا کو رب العالمین کہا گیا ہے، صرف رب المسلمین نہیں۔ جس سے اسلام کے فیضِ عمومی کا اندازہ بلاتکلف لگایا جاسکتا ہے۔ قرآن نے نہ صرف رب کائنات کو بلکہ پیغمبر آخرالزماں کی تخصیص وتحدید بھی صرف مسلمانوں کے لیے نہیں کی، بلکہ اس کا دائرہ سارے عالم کے لیے وسیع کرتے ہوئے فرمایا:

آیت 1:۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (الانبیاء: 107)

ترجمہ ہم نے آپ ﷺ کو سارے عالم کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

چونکہ اللہ رب العزت کی ذات رحمن ورحیم ہے اور پیغمبر آخرالزماں رحمۃ للعالمین۔ لہٰذا دونوں کی انتہائے رحمت کے نتیجے میں اسلامی تعلیمات محبت وشفقت، رحمت ورافت کا سرچشمہ بن گئیں۔ اسلامی تعلیمات پوری کائنات کے لیے امن وسلامتی، اتحاد واتفاق، احترامِ آدمیت، ہمدردی وغم خواری، وحدت ومساوات، رحم وکرم، عفو ودرگزر، صلح وآشتی، عدل وانصاف، سکون واطمینان اور پرامن بقائے باہم لامتناہی ثابت ہوئیں۔ مذکورہ خوبیاں جن سے اسلام متصف ہے، دراصل امن کے لیے خمیر کی حیثیت رکھتی ہیں، جن سے صرفِ نظر کر کے امن کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اسلام کی انہیں گوناگوں خوبیوں نے اسے مشرق تا مغرب اور شمال تا جنوب بلا اکراہ پھیلا دیا، جس میں جور وتعدی یا شمشیر وسنان کا قطعاً کوئی دخل نہیں۔ جن لوگوں نے تاریخِ اسلام کا معروضی مطالعہ کیا ہے اور معاندانہ کے بجائے منصفانہ ذہن ودماغ کے حامل ہیں، انہیں اس کا دل سے اعتراف ہے کہ اسلام اپنی مذکورہ بالا خوبیوں کے سبب ہی دنیا میں پھیلا اور آج بھی تمام تر مخالفتوں کے باوجود اس کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جارہا ہے۔ جس کا برملا اظہار مستشرقین نے بھی بار بار کیا ہے۔ مثال کے طور پر مشہور مورخ مسٹر ولز رقم طراز ہیں:

"اسلامی تعلیمات نے دنیا میں منصفانہ، شریفانہ طرزِ عمل کے لیے عظیم روایات چھوڑی

ہیں اور وہ لوگوں میں شرافت اور رواداری کی روح پھونکتی ہیں۔ یہ تعلیمات اونچی انسانی تعلیمات ہیں اور قابلِ عمل ہیں۔ ان تعلیمات نے ایسی سوسائٹی کو جنم دیا، جس میں اس کے پیشتر کی سوسائٹی کے مقابلے میں سنگدلی اور اجتماعی ظلم کم سے کم رہا۔ اسلام نرمی، رواداری، خوش اخلاقی اور بھائی چارہ سے پھیلا ہے"۔

(اسلامی تہذیب کے درخشاں پہلو، ص128)

43 عفوودرگزر

عفوودرگزر قیامِ امن کے لیے کس قدر ناگزیر ہے، یہ کسی وضاحت کا محتاج نہیں۔ سرزمینِ عرب پر خاص طور سے قتال وجدال کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ اس وقت رکا جب آفتاب رسالت ﷺ طلوع ہوا، ورنہ پشتہا پشت بدلے لینے کی روش برقرار رہتی تھی، لیکن سرکار دوعالم ﷺ نے اسے آئندہ کے لیے ختم کر دیا اور اولیں قربانی خود پیش کی اور اپنے خاندان پر ہونے والے مظالم کو فراموش کر دیا اور ان کے اوپر بیک جنبش قلم خطِ عفو کھینچ دیا۔ جہاں تک عفوودرگزر کا سوال ہے:

"اربابِ سیر نے تصریح کی اور تمام واقعات شاہد ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ قریش نے آپ ﷺ کو گالیاں دیں، مارنے کی دھمکی دی، راستوں میں کانٹے بچھائے، جسمِ اطہر پر نجاستیں ڈالیں، گلے میں پھندا ڈال کر کھینچا، آپ ﷺ کی شان میں گستاخیاں کیں، نعوذ باللہ کبھی جادوگر، کبھی پاگل، کبھی شاعر کہا، لیکن آپ ﷺ نے کبھی ان کی باتوں پر برہمی ظاہر نہیں فرمائی"۔

(سیرت النبی، حصہ دوم، ص599)

انسان کے ذخیرۂ اخلاق میں سب سے کم یاب، نادرالوجود چیز دشمنوں پر رحم اور ان سے عفوودرگزر ہے، لیکن حاملِ وحی ونبوت کی ذات اقدس میں یہ جنس فراواں تھی۔ دشمن سے انتقام لینا انسان کا قانونی فرض ہے، لیکن اخلاق کے دائرۂ شریعت میں آکر یہ فرضیت مکروہ تحریمی بن جاتی ہے۔ تمام روایتیں اس بات پر متفق ہیں کہ آپ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ دشمنوں سے انتقام کا سب سے بڑا موقع فتح حرم کا دن تھا جب کہ وہ کینہ خو سامنے آئے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کے پیاسے تھے اور جن کے دستِ ستم سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طرح طرح کے اذیتیں اٹھائی تھیں، لیکن ان سب کو یہ کہہ کر چھوڑ دیا:

"لا تثریب علیکم الیوم، فانتم الطّلقاء"۔

ترجمہ تم پر کوئی ملامت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

"نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو عربوں جیسی وحشی اور جنگجو قوم کو اس فضا سے نکال کر امن اور بھائی چارہ کا درس دیا۔ اگر انھوں نے کبھی جنگ بھی لڑی تو اس وقت، جب انھیں مجبور کیا گیا یا جب قیام امن کے لیے ناگزیر ہوگئی"۔ (سیرت النبی، حصہ دوم، ص603)

44 اسلام میں رواداری اور حقوق وسلوک

قیام امن میں رواداری، حسنِ سلوک اور حقوق کی پاسبانی بھی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس امر کے وضاحت کی ضرورت نہیں کہ ان تینوں بنیادی امور کے محاذ پر بھی اسلام سب سے اعلیٰ وارفع منہاج فراہم کرتا ہے۔ اسلام بلاشبہ نہ صرف اپنوں بلکہ دوسروں کے لیے بھی رحیم وشفیق بننے کی ہدایت کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آیت 1:۔ وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ۔ (القصص:77)

ترجمہ تم دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔

لیکن اس سلسلے میں بھی وہ جادۂ اعتدال سے ہٹنے کی اجازت نہیں دیتا:

"اسلام رواداری، محبت، شائستگی، شرافت اور معقولیت کی تعلیم ضرور دیتا ہے، لیکن ایسی عاجزی اور مسکینی کی بھی تعلیم نہیں دیتا کہ اس کے پیرو ہر ظالم کے لیے نرم چارہ بن کر رہ جائیں"۔ (اسلام میں مذہبی رواداری، ص1)

نہ حلوا بن کہ چٹ کر جائیں بھوکے
نہ کڑوا بن کہ جو چکھے سو تھوکے

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے بندوں کے ساتھ حسنِ سلوک کو اللہ کی بندگی کے لیے شرطِ اولیں قرار دیا ہے:

"اگر تمہیں خدا کی بندگی کرنی ہے تو پہلے اس کے بندوں سے محبت کرو"۔

"اسلام دین رحمت ہے، اس کا دامن محبت ساری انسانیت کو محیط ہے، اسلام نے اپنے پیروکاروں کو سخت تاکید کی ہے کہ وہ دیگر اقوام اور اہل مذاہب کے ساتھ مساوات، ہمدردی، غمخواری و رواداری کا معاملہ کریں اور اسلامی نظام حکومت میں ان کے ساتھ کسی طرح کی زیادتی، بھید بھاؤ اور امتیاز کا معاملہ نہ کیا جائے۔ ان کی جان ومال عزت وآبرو، اموال اور جائیداد اور انسانی حقوق کی حفاظت کی جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

آیت 1:۔ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○
(الممتحنة:8)

ترجمہ اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنھوں نے دین کے مُعاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی اور تُمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

(ماہنامہ دارالعلوم، دیوبند، دسمبر 2008 / جنوری 2009 /ص6)

اسلام اس بات کی قطعاً اجازت نہیں دیتا کہ بے ضرر کافروں سے بُغض وعداوت رکھی جائے، یہ فعل اسلام کی نظر میں غیر مطلوب اور انتہائی ناپسندیدہ ہے۔

اسلام نے کفارِ مکہ، یہودیوں اور عیسائیوں کے علاوہ منافقوں کے ساتھ بھی کھل کر حسنِ سلوک کی ہدایت دی ہے۔ اس نے جہاں رشتہ داروں، قرابت داروں کے حقوق متعین کیے ہیں، وہیں قیدیوں، عام انسانوں اور غیر مسلم رعایا (ذمیوں) کے حقوق کی

بھی وضاحت کی ہے۔

45 جہاد اور اسلام

جہاد کا حکم شریعتِ مطہرہ میں خالقِ ارض وسماء نے بڑی مصلحتوں کے پیش نظر بڑے قید و بند اور اصول و ضوابط کے ساتھ دیا ہے، جس کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ اللہ کی بنائی ہوئی یہ خوبصورت دنیا فتنہ وفساد سے پاک ہو کر امن وامان کا گہوارہ بن جائے ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ساری انسانیت کو اس نے اپنا خاندان قرار دیا ہے اور

من آذی النّاس آذی اللہ

فرما کر شریعت نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمتِ عمومی پر مہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے۔

جہاد کے درج ذیل چند بنیادی مصالح سے اس کی حکمت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں:

(1) "جہاد لوگوں کو جبراً مسلمان بنانے کے لیے نہیں بلکہ اسلام کی عزت اور ناموس کی حفاظت کے لیے ہے۔تلوار، تیر اور خنجر سے کوئی عقیدہ قلب میں نہیں اتر سکتا، بلکہ اگر اسلام کو تلوار اور تیر سے پھیلایا جاتا، تو اسلام پھیلنے کے بجائے کمزور ہوتا اور لوگ اپنے اس قاتل مذہب کے دشمن بن جاتے۔

(2) بعثت کے بعد مکہ مکرمہ میں 13 سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام رہا۔ اسی زمانے اور اسی حالت میں صدہا قبائل اسلام کے حلقہ بگوش ہوئے۔ نجاشی بادشاہ حبشہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر مشرف باسلام ہوا۔ ہجرت سے قبل مدینہ کے 70 آدمیوں نے مقام منیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے وعظ سے ایک ہی دن میں تمام قبیلہ بنی عبدالاشہل مدینہ منورہ میں مشرف باسلام ہوا۔ بعد ازاں باقی ماندہ انصار بھی مشرف باسلام ہوئے۔

یہ سب قبائل جہاد کا حکم نازل ہونے سے پہلے ہی مسلمان ہوئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، جنھوں نے چہار دانگ عالم میں اسلام کا ڈنکا بجایا، یہ بہادرانِ اسلام بھی

آیتِ جہاد وقتال کے نازل ہونے سے پہلے ہی اسلام کے حلقہ بگوش بن چکے تھے۔

(3) نجران اور شام کے نصاریٰ کو کسی نے مجبور نہیں کیا تھا۔ ہر طرف سے وفود کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ وفود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اسلام قبول کرتے۔ جبر تو درکنار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ان کو بلانے کے لیے بھی کوئی قاصد نہیں بھیجا تھا۔

(4) مسئلہ جہاد اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ انبیائے سابقین کی شریعت میں بھی یہ مسئلہ موجود تھا۔

(5) سلاطینِ اسلام اگر لوگوں کو جبراً مسلمان بناتے یا اس قسم کی تدبیریں کرتے جو عیسائیت کے لیے کی گئیں اور کی جا رہی ہیں تو کم از کم اسلامی قلمرو میں عیسائیوں کا نام ونشان بھی نہ ہوتا"۔

(واقدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ محمد بن عمر/حکیم شبیر احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ، 2006 / ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنگی معرکے، ص 26، 27۔(تسہیل، تلخیص، عنوانات: مولانا امداد اللہ)، انوار دارالاشاعت مصطفائی، دہلی-110006)

ہفت روزہ ٹائمز مجریہ یکم اکتوبر 2002ء میں آر م اسٹرانگ کا ایک مضمون "اسلام کا حقیقی پر امن چہرہ" کے عنوان سے شائع ہوا ہے، جس میں اس نقطہ نظر کی تردید کی گئی ہے کہ اسلام تشدد پسند دین ہے۔ مضمون نگار نے لکھا ہے:

"اسلام میں اگر ان واقعات کے لیے کوئی دلیل ہوتی جو ۱۱ / دسمبر کو پیش آئے تو اسلام کبھی دنیا کا تیزی سے پھیلنے والا مذہب نہ ہوتا"۔

(ہفت روزہ ٹائمز ممبئی، مجریہ یکم اکتوبر 2002ء)

46 تصوف کی حقیقت

تصوف بھی چونکہ دین کا ایسا ہی اہم شعبہ ہے جیسا فقہ، اور دونوں میں ربط اتنا گہرا ہے کہ فقہ پر عمل تصوّف کے بغیر اور تصوّف پر عمل فقہ کے بغیر ممکن نہیں۔ جو فقہ قرآن و سنت کا مطلوب ہے وہ تو تصوّف کے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتا۔

تصوّف کے کئی نام ہیں: ''علم القلب، علم الاخلاق، احسان، سلوک اور طریقت''۔ یہ سب ایک ہی چیز کے مختلف نام ہیں۔ قرآن وسنت میں اس کے لیے زیادہ تر ''احسان'' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ہمارے زمانہ میں لفظ ''تصوّف'' زیادہ مشہور ہو گیا ہے۔ بہر حال حقیقت ان سب کی ایک ہے، اور وہ یہ کہ ہمارے بہت سے افعال جس طرح ظاہری اعضاء سے انجام پاتے ہیں، اسی طرح بہت سے اعمال ہمارا قلب انجام دیتا ہے، جن کو ''اعمالِ باطنہ'' کہا جاتا ہے۔ جس طرح ہمارے ظاہری افعال شریعت کی نظر میں کچھ اچھے اور فرض وواجب ہیں، اور کچھ ناپسندیدہ اور حرام ومکروہ۔ اسی طرح باطنی اعمال قرآن وسنت کی نظر میں کچھ پسندیدہ اور فرض وواجب ہیں، جیسے تقویٰ، اللہ کی محبت، اخلاص، توکل، صبر وشکر، تواضع، خشوع، قناعت، حلم، سخاوت، حیاء، رحم دلی وغیرہ۔ ان باطنی پسندیدہ اخلاق کو ''فضائل'' اور ''اخلاقِ حمیدہ'' کہا جاتا ہے۔ کچھ باطنی اعمال برے اور حرام ہیں، جیسے: تکبر، عُجب، غرور، ریا، حُبِ مال، حبِ جاہ، بخل، بزدلی، لالچ، دشمنی، حسد، کینہ، سنگ دلی، اور بے محل یا حد سے زیادہ غصہ وغیرہ۔ ان کو ''رذائل'' یا ''اخلاقِ رذیلہ'' کہا جاتا ہے۔

''فضائل'' اور ''رذائل'' دونوں کا تمام تر تعلق قلبی احوال اور نفس کی اندرونی کیفیتوں سے ہے، مگر ذرا غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے یہی قلبی احوال اور اندرونی کیفیتیں درحقیقت ہمارے تمام ظاہری افعال کی بنیاد اور اَساس ہیں۔ ظاہری اعضاء سے ہم اچھا یا بُرا جو کام بھی کرتے ہیں، درحقیقت وہ انہی باطنی ''فضائل'' یا ''رذائل'' کا نتیجہ ہوتا ہے۔

مثلاً: تقویٰ (خوفِ خدا) اور اللہ کی محبت، یہ قلب کی اندرونی کیفیتیں ہیں، مگر ان کا اثر ہمارے تمام ظاہری اعمال پر پڑتا ہے۔ ہماری ہر عبادت نماز، روزہ وغیرہ انہی دو باطنی اخلاق کی پیداوار ہے۔ ہم نفسانی اور شیطانی تقاضوں کے باوجود اگر بدنظری، لڑائی جھگڑے، جھوٹ وغیرہ گناہوں سے بچتے ہیں، تو اس اجتناب کا اصل محرک بھی یہی تقویٰ اور اللہ کی محبت ہے۔

اسی طرح ظاہری اعضاء سے ہم جو گناہ بھی کرتے ہیں، اس کا سبب بھی کوئی نہ کوئی باطنی خصلت ہوتی ہے۔ مثلاً: مال کی محبت، جاہ پسندی، عداوت، حسد، غصہ، آرام طلبی، تکبر وغیرہ۔

تمام ظاہری اعمال کا حسن، قبح اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مقبول یا مردود ہونا بھی ہمارے باطنی اخلاق پر موقوف ہے۔ مثلاً: اخلاص وریا، یہ قلب ہی کے متضاد اعمال ہیں، مگر ہمارے تمام ظاہری اعمال کا حسن وقبح ان سے وابستہ ہے۔ کوئی بھی عبادت: نماز، روزہ، حج وغیرہ جو محض ریا کے طور پر، دنیا کی شہرت حاصل کرنے کے لیے کی جائے، عبادت نہیں رہتی۔ تجارت، مزدوری جو اپنی اصل کے اعتبار سے دنیاداری کا کام ہے، مگر حکمِ خداوندی کی تعمیل میں، اللہ کی رضا کی نیت سے کی جائے، تو یہی تجارت، مزدوری باعثِ اجر وثواب اور عبادت بن جاتی ہے۔ یہ ریا اور اخلاص ہی کا کرشمہ ہے جس نے عبادت کو دنیاداری اور دنیاداری کو اللہ کی عبادت بنا دیا ہے۔ یہی مطلب ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا:

حدیث 1:۔ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ (مشکوٰۃ رقم: 1)

ترجمہ: تمام اعمال کا ثواب نیتوں پر موقوف ہے۔

تقریباً یہی حال تمام باطنی ''فضائل ورذائل'' کا ہے کہ ہمارے ظاہری اعمال کے حسن وقبح، ردّ وقبول اور اجر وثواب، بلکہ بہت سے اعمال کا وجود بھی انہی پر منحصر ہے۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کی نشان دہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ارشاد میں فرمائی ہے:

حدیث 2:۔ أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ۔ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ (مشکوٰۃ رقم 2762)

ترجمہ: آگاہ ہو جاؤ! بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ایسا ہے کہ جب وہ درست ہو جائے، تو سارا بدن درست ہوتا ہے، اور وہ خراب ہو، تو سارا بدن خراب ہو جاتا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ! وہ دل ہے۔

اسی لیے تمام علماء وفقہاء کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ ''رذائل'' سے بچنا اور ''فضائل'' کا

حاصل کرنا ہر عاقل، بالغ پر فرض ہے۔ یہی فریضہ ہے جس کو ''اصلاحِ نفس، یا تزکیۂ نفس اور تزکیۂ اخلاق یا تہذیبِ اخلاق'' کہا جاتا ہے۔ یہی تصوف کا حاصل و مقصود ہے۔

دل کی پاکی، روح کی صفائی اور نفس کی طہارت ہر مذہب کی جان اور نبوتوں کا مقصود رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت کے جو چار مقاصد قرآن مجید میں بتائے گئے ہیں، ان میں دوسرا یہی تزکیۂ نفس ہے:

آیت 1:۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (آل عمران: 164)

ترجمہ: درحقیقت اہلِ ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ اُن کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اُٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے، اُن کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور اُن کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔

آیت 2:۔ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (الجمعۃ: 2)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اُمیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اُٹھایا، جو انہیں اُس کی آیات سناتا ہے، اُن کی زندگی سنوارتا ہے، اور اُن کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے، حالانکہ اِس سے پہلے وہ کھُلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

قرآن نے ہر انسان کی کامیابی و ناکامی کا مدار بھی اسی تزکیۂ نفس پر رکھا ہے:

آیت 3:۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ○ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ○ (الشمس: 9،10)

ترجمہ: یقیناً فلاح پا گیا (کامیاب ہُوا) وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا (پاک کیا)، اور نامراد ہوا وہ جس نے اُسے دبا دیا۔ (آلودہ کیا)۔

اور بتایا گیا کہ گناہ ظاہری اعضاء ہی سے نہیں ہوتے بلکہ باطن کے بھی گناہ ہیں، دونوں سے بچنا فرضِ عین ہے، اور ہر گناہ موجبِ عذاب ہے خواہ ظاہر کا ہو یا باطن کا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

آیت 4:۔ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ○ (الانعام: 120)

ترجمہ: تم کھلے گناہوں سے بھی بچو اور چھپے گناہوں سے بھی، جو لوگ گناہ کا اکتساب کرتے ہیں وہ اپنی اس کمائی کا بدلہ پا کر رہیں گے۔

باطنی گناہ قلب کے وہی گناہ ہیں جن کے متعلق پہلے عرض کیا گیا ہے کہ وہ ہمارے تمام ظاہری گناہوں کا منبع ہیں۔ ہمارے ہر گناہ کا سرچشمہ وہیں سے پھوٹتا ہے۔ تصوف کی اصطلاح میں انہی کو ''رذائل'' یا ''اخلاقِ رذیلہ'' کہا جاتا ہے۔ ان کے بالمقابل دل کی نیکیاں اور عبادتیں ہیں جو ہماری تمام ظاہری عبادتوں اور نیکیوں کا سرچشمہ ہیں۔ ہر عبادت اور ہر نیکی انہی کی مرہونِ منت ہے۔ قلب کے ان نیک اعمال کو تصوف کی اصطلاح میں ''فضائل'' یا ''اخلاقِ حمیدہ'' کہا جاتا ہے۔

جس طرح اچھے، برے اعمال کی ایک طویل فہرست ہے جن کے شرعی احکام فقہ میں بتائے جاتے ہیں، اسی طرح باطنی اعمال یعنی ''رذائل اور فضائل'' کی تعداد بھی بہت ہے جو تصوف کا موضوع ہیں، یہاں فضائل اور رذائل کو آگے بیان کیا جائے گا۔ ان سے اندازہ ہوگا کہ قرآن و سنت نے فضائل کی تاکید اور رذائل کی ممانعت کتنے شد و مد سے کی ہے، اور یہ تاکید کسی طرح اس تاکید سے کم نہیں جو ظاہری اعمال کی اصلاح کے لیے قرآن و سنت میں کی گئی ہے۔ (فقہ اور تصوّف: ایک تعارف ص 22-27)

غرض ''فضائل'' اور ''رذائل'' کی ایک طویل فہرست ہے۔ تمام باطنی خصلتوں کا الگ الگ بیان، ہر ایک کی حقیقت و ماہیت، اس کے اسباب و علامات، فضائل حاصل کرنے کے طریقے اور رذائل سے چھٹکارا پانے کی تدابیر، یہ تفصیلات تصوّف کی کتابوں اور صوفیائے کرام کی مجلسوں میں ملیں گی، کچھ کا بیان آگے بھی کر دیا گیا ہے۔

جس طرح ظاہر کے کچھ اعمال فرضِ عین اور کچھ حرام ہیں، اسی طرح باطن کے اعمال میں بھی کچھ فرضِ عین ہیں اور کچھ حرام۔ ان باطنی فرائض پر عمل کرنا اور باطن کی حرام خصلتوں سے اجتناب کرنا ہی تصوف ہے۔ علمِ تصوّف کی اصطلاحی تعریف جو حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (إحیاء علوم الدین ج1 ص20) نے تفصیل سے بیان کی ہے، اس کا جامع مانع خلاصہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لکھا ہے:

(قَوْلُهٗ: وَعِلْمِ الْقَلْبِ) أَيْ عِلْمِ الْأَخْلَاقِ، وَهُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهٖ أَنْوَاعُ الْفَضَائِلِ وَكَيْفِيَّةُ اكْتِسَابِهَا وَأَنْوَاعُ الرَّذَائِلِ وَكَيْفِيَّةُ اجْتِنَابِهَا.اھ

(ردالمحتار علی الدر المختار ج1 ص43)

ترجمہ: تصوف وہ علم ہے جس کے اخلاقِ حمیدہ کی قسمیں اور ان کو حاصل کرنے کا طریقہ اور اخلاقِ رذیلہ کی قسمیں اور ان سے بچنے کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔

(تصوف ص176-180۔ المؤلف: حضرت مولانا ابوحفص اعجاز احمد اشرفی رحمہ اللہ۔ دار النعیم، اردو بازار، لاہور)

بلاشبہ

"مسلمانوں ہی کے ذریعہ آج پھر اس دنیا میں امن وامان پیدا ہوسکتا ہے۔ اس لیے کہ اسلام اپنے حسنِ اخلاق اور اپنے ہمہ گیر نظامِ امن سے دنیا کو پھر امن سے بھرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور امیر، غریب، کمزور اور قوی کو اپنا گرویدہ بنانے کی خصوصیت رکھتا ہے"۔ (باب الاسلام، ص۱۶)

خلاصہ: یہ ہے کہ اسلام میں امن کا تصور اظہر من الشمس ہے، کیا بلحاظ نظریہ (Theory) اور کیا بلحاظ عمل (Practice)۔

باب 8

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیتیں بنام امام ابوعصمہ نوح بن مریم رحمۃ اللہ علیہ اور عبدالعزیز بن رواد رحمۃ اللہ علیہ

1 وصیت بنام امام ابوعصمہ نوح بن مریم رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 173ھ)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وہ وصیت جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد امام نوح بن مریم رحمۃ اللہ علیہ کو بسلسلہ آدابِ قضاء فرمائی تھی۔ امام نوح بن مریم رحمۃ اللہ علیہ ہی یہ فرماتے ہیں:

میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث کے معانی دریافت کرتا تھا، جن کو آپ رحمۃ اللہ علیہ خوب اچھی طرح بیان فرماتے تھے (کیونکہ شرح معانی حدیث امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا خاص فن تھا، اس کو فقہ فی الدین کہتے ہیں)۔ نیز میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے خوب باریک مسائل پوچھتا تھا اور عام طور پر میرے سوالات قضاء اور احکام کے بارے میں ہوتے تھے"۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دن پیشین گوئی فرمائی:

"اے نوح! آپ قضاء کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے، یعنی آپ رحمۃ اللہ علیہ قاضی بن کر رہیں گے"۔

پھر جب میں اپنے شہر "مرو" کی جانب لوٹا، تو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ میں قضاء میں مبتلا ہوگیا (یعنی قاضی بنا دیا گیا)۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس وقت بقیدِ حیات تھے، میں نے ان کو ایک خط لکھا، جس میں قضاء میں مبتلا ہونے کا تذکرہ اور معذرت بھی لکھی (کہ میں نے مجبوراً قضاء کا کام قبول کرلیا ہے)۔ اس کے جواب میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے

تحریر فرمایا:

2 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیتیں

آپ کا خط ملا اور اس میں جو کچھ آپ نے تحریر کیا ہے، اس سے باخبر ہوا۔ آپ کے گلے بہت بڑی امانت ڈال دی گئی ہے، جس سے (عہدہ برآ ہونے سے) بڑے بڑے لوگ عاجز ہوتے ہیں اور اس وقت آپ کا حال ایسا ہے جیسے کوئی شخص ڈوبنے والا ہو۔ لہٰذا اپنے نفس کے لیے اس بھنور سے نکلنے کا کوئی راستہ تلاش کرو اور اللہ کے خوف کو لازم پکڑ لو، کیونکہ یہ چیز تمام امور کو درست رکھنے والی ہے اور آخرت میں چھٹکارا پانے کا ذریعہ ہے اور اس کے ذریعہ آپ اچھے انجام کو پالو گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سب کاموں کو حسنِ عاقبت نصیب فرمائے اور ہم کو اپنی رضامندی کے کاموں کی توفیق دے۔ بلاشبہ وہ سننے والا اور قریب ہے۔

یہ بات خوب جان لو کہ فیصلوں کے ابواب ایسے ہیں کہ ان کو بہت بڑا عالم ہی سمجھ سکتا ہے، جو اُصولِ علم (یعنی کتاب وسنت اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال) سے واقف ہو، اور خود بھی صاحبِ بصیرت (صحیح رائے) والا ہو، اور نافذ کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ جب آپ کو کسی بھی چیز میں اشکال پیدا ہو، تو کتاب وسنت اور اجماع کی طرف متوجہ ہونا۔ اگر کتاب وسنت اور اجماع میں بالکل واضح اور ظاہر کوئی مسئلہ مل جائے، تو اس پر عمل کرو اور اگر صراحتاً واضح طور پر مسئلہ نہ ملے، تو اس کے نظائر تلاش کر کے قیاس کر لینا اور کتاب وسنت اور اجماع سے اس کے لیے استشہاد کر لینا، پھر اس پر عمل کر لینا۔ جو اُصولِ ثلاثہ مذکورہ سے اقرب اور اشبہ ہو، (اس کے بارے میں) اہلِ معرفت اور اہلِ دانش سے مشورہ کر لینا، کیونکہ اس میں ان شاء اللہ! ایسے لوگ بھی ہوں گے جو بات سمجھ لیں گے، جس کے سمجھنے سے آپ قاصر رہو گے۔

جب مدعی اور مدعا علیہ دونوں آپ کے پاس حاضر ہوں تو ضعیف اور قومی اور شریف وضیع (بے حیثیت، کم آبرو، نظروں سے گرے ہوئے آدمی) کے درمیان برابری

کرنا۔ بیٹھنے کی جگہ دینے میں اور ان پر توجہ کرنے میں اور بات کرنے میں برابری کا برتاؤ کرنا اور کوئی ایسی چیز ظاہر نہ ہونے دینا جس سے بڑا آدمی اپنی بڑائی کی وجہ سے آپ سے کوئی بے جا اُمید رکھنے لگے (کہ ناحق ہوتے ہوئے فیصلہ اس کے حق میں کر دو گے)۔ اور اگر وہ آدمی گرا ہوا ہونے کی وجہ سے آپ کی جانب سے نا امید ہو جائے (اور یہ سمجھنے لگے کہ اگر فیصلہ میرے حق میں ہوگا تب بھی میرے حق میں فیصلہ نہ ہوگا)۔ جب دونوں فریق آپ کے سامنے بیٹھ جائیں تو ان کو اتنی دیر چھوڑے رکھنا، (یعنی مہلت دے دینا) کہ وہ اچھی طرح اطمینان سے بیٹھ جائیں اور عدالت میں حاضری، شرمندگی اور خوف ان کے دل سے چلا جائے۔ پھر ان سے (نرمی) کے ساتھ بات کرنا اور اپنی بات ان کو سمجھانا اور ان میں سے ہر ایک کی پوری بات سننا اور ان کو جلدی میں مت ڈال دینا، (یعنی ایسا طرزِ عمل نہ کرنا جس سے وہ اپنی بات جلدی ختم کرنے پر مجبور ہو جائیں) اور ان کو اس حد تک اپنا اپنا موقف بیان کرنے کا موقع دینا کہ وہ (پوری طرح) ساری بات کہہ کر فارغ ہو جائیں، جو وہ کہنا چاہتے ہیں۔ ہاں! اگر وہ فضول باتیں کرنے لگیں تو ان کو روک دینا اور بات بتا دینا (کہ اس بات کا اصل معاملہ سے کوئی تعلق نہیں ہے)۔

تنگ دلی، بد دلی، غصہ اور رنج کے وقت کوئی فیصلہ نہ کرنا اور ایسے وقت میں بھی کوئی فیصلہ نہ کرنا جبکہ آپ کو پیشاب پاخانہ کا تقاضا ہو، یا بھوک لگ رہی ہو، یا آپ کا دل کسی دوسرے کام میں لگا ہوا ہو۔ فیصلہ صرف اسی حالت میں کرنا، جبکہ آپ کا دل اُلجھن سے اور ہر ایسی بات سے فارغ ہو جو فیصلہ پر پوری توجہ دینے سے مانع ہو اور آپس میں رشتہ داروں کے جو جھگڑے ہوں، ان کے فیصلے میں جلدی نہ کرنا اور چند مجلسوں میں ان کو بلانا ممکن ہے کہ وہ آپس میں صلح کر لیں اور اگر وہ صلح کر لیں تو بہتر ہے، ورنہ ان کے درمیان شرعی فیصلہ کر دینا اور کسی کے خلاف فیصلہ نہ کرنا، جب تک پوری طرح وہ چیزیں واضح نہ ہو جائیں جن کی وجہ سے ان پر الزام ثابت ہوتا ہو۔ لوگوں کو کوئی تلقین نہ کرنا اور اپنی مجلس میں (گواہ یا کسی فریق کو) کوئی اشارہ مت کرنا

اور قاضی ہونے کے زمانے میں کسی کی دعوت قبول نہ کرنا، ورنہ آپ پر تہمت لگ جائے گی (کہ دعوت کھا کر اور رشوت لے کر جانب داری کے فیصلے کرتے ہیں)۔
مجلس قضاء میں (احباب واصحاب سے) بات چیت مت کرنا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کو ہر چیز پر ترجیح دینا۔ یہ چیز آپ کی دنیا اور آخرت کے لیے کافی ہوگی۔
اللہ تعالیٰ آپ کو باسلامت رکھے اور ہمیں اور آپ کو حیات طیبہ اور آخرت میں بہترین مقام نصیب فرمائے۔

3 امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عبدالعزیز بن رواد رحمۃ اللہ علیہ کو نصیحت

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد عبدالعزیز بن رواد رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بار خلیفہ نے دربار میں بلایا تو وہ مشورے کے لیے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور کہا: خلیفہ نے طلب کیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس کے سامنے وعظ کہوں، مگر کیا کہوں اور کس طریقے سے کہوں؟ اس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایت چاہتا ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا: یہ کہنا کہ:
''اے امیر المؤمنین! دنیا کے طلب کرنے کی تین غرضیں ہوسکتی ہیں: عزت، ملک، مال۔ یہ سب آپ کو حاصل ہیں۔ اب تقویٰ اور عملِ صالح بھی اختیار کیجیے کہ دنیا وآخرت دونوں کی دولتیں حاصل ہوں''۔

(رئیس احمد جعفری، سیرت ائمہ اربعہ، فرید بک ڈپو، نئی دہلی، ص:82)

باب 9

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت بنام اکابر تلامذہ

1 فی وصیتہ أصحابہ و نہیہ ایاہم عن ولایۃ القضاء

مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَفَّانَ الْعَامِرِيُّ، ثَنَا الْوَلِيدُ بْنُ حَمَّادٍ اللُّؤْلُئِيُّ، ثَنَا الْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ اللُّؤْلُئِيُّ، سَمِعْتُ أَبَا يُوسُفَ، يَقُولُ: "اجْتَمَعْنَا عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ فِي يَوْمٍ مَطِيرٍ فِي نَفَرٍ مِنْ أَصْحَابِهِ مِنْهُمْ: دَاوُدُ الطَّائِيُّ، وَالْقَاسِمُ بْنُ مَعْنٍ، وَعَافِيَةُ بْنُ يَزِيدَ، وَحَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ، وَوَكِيعُ بْنُ الْجَرَّاحِ، وَمَالِكُ بْنُ مِغْوَلٍ، وَزُفَرُ، فَأَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ، وَقَالَ: "أَنْتُمْ مَسَارُّ قَلْبِي، وَجِلاءُ حُزْنِي، وَأَسْرَجْتُ لَكُمُ الْفِقْهَ وَأَلْجَمْتُهُ، وَقَدْ تَرَكْتُ النَّاسَ يَطَئُونَ أَعْقَابَكُمْ، وَيَلْتَمِسُونَ أَلْفَاظَكُمْ، مَا مِنْكُمْ وَاحِدٌ إِلا وَهُوَ يَصْلُحُ لِلْقَضَاءِ، فَسَأَلْتُكُمْ بِاللهِ وَبِقَدْرِ مَا وَهَبَ اللهُ لَكُمْ مِنْ جَلالَةِ الْعِلْمِ مَا صُنْتُمُوهُ عَنْ ذُلِّ الاسْتِئْجَارِ، وَإِنْ بُلِيَ أَحَدٌ مِنْكُمْ بِالْقَضَاءِ، فَعَلِمَ مِنْ نَفْسِهِ خَرِبَةً سَتَرَهَا اللهُ عَنِ الْعِبَادِ لَمْ يَجُزْ قَضَاؤُهُ، وَلَمْ يَطِبْ لَهُ رِزْقُهُ، فَإِنْ دَفَعَتْهُ ضَرُورَةٌ إِلَى الدُّخُولِ فِيهِ، فَلا يَحْتَجِبَنَّ عَنِ النَّاسِ، وَلْيُصَلِّ الْخَمْسَ فِي مَسْجِدِهِ، وَيُنَادِي عِنْدَ كُلِّ صَلاةٍ: "مَنْ لَهُ حَاجَةٌ؟"۔ فَإِذَا صَلَّى الْعِشَاءَ نَادَى ثَلاثَةَ أَصْوَاتٍ: "مَنْ لَهُ حَاجَةٌ؟"۔ ثُمَّ دَخَلَ إِلَى مَنْزِلِهِ، فَإِنْ مَرِضَ مَرَضًا لا يَسْتَطِيعُ الْجُلُوسَ مَعَهُ أَسْقَطَ مِنْ رِزْقِهِ بِقَدْرِ مَرَضِهِ، وَأَيُّمَا إِمَامٍ غَلَّ فَيْئًا أَوْ جَارَ فِي حُكْمٍ، بَطَلَتْ إِمَامَتُهُ وَلَمْ يَجُزْ حُكْمُهُ۔

وإن أذنب ذنباً بينه وبين ربه عز و جل يستوجب به الحد درئ عنه الحد، لأنه ولي اقامته. وان كان شيئا بينه و بين الناس أقامه عليه أقرب القضاة إليه.

(فضائل أبي حنيفة و أخباره و مناقبه، ص71 م72۔ رقم 78۔ أبو القاسم عبد الله بن محمد بن أحمد بن يحيىٰ بن الحارث السعدي المعروف بابن أبي العوام (المتوفىٰ 335ھ) المحقق: لطيف الرحمٰن البهرائجي القاسمي۔ الناشر: المكتبة الامدادية، مكة المكرمة۔ الطبعة الأولى: 1431ھ - 2010ء؛ مناقب للموفق المکی ص 359؛ مناقب الإمام أبي حنيفة وصاحبيه (شمس الدين الذهبي) ص 28؛ البدور المضية في تراجم الحنفية (محمد حفظ الرحمن الكملائي) ج6 ص138)

ترجمہ

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک دن جب کہ بارش ہو رہی تھی، ہم چند اصحاب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حاضرین میں مَیں، امام داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ، امام عافیہ اودی رحمۃ اللہ علیہ، امام قاسم بن معن مسعودی رحمۃ اللہ علیہ، امام حفص بن غیاث نخعی رحمۃ اللہ علیہ، امام وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک بن مغول رحمۃ اللہ علیہ، امام زفر بن الہذیل رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ موجود تھے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

" آپ حضرات سے میرے دل کی خوشیاں وابستہ ہیں، آپ کو دیکھ دیکھ کر میرا رنج و غم دور ہوتا ہے (اور یہ یقین ہوتا ہے کہ فقہ کی خدمت میرے بعد بھی ہوتی رہے گی)۔ میں نے فقہ کو آپ کے لیے ایسی سواری بنا دیا ہے کہ جس پر زین کس دی ہے اور لگام لگا دی ہے، جب چاہو آپ اس پر سوار ہو جاؤ، (یعنی فقہ کے اصول و فروع جو میں نے آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں، ان میں آپ کو مہارت پیدا ہو گئی ہے۔ ان کی وجہ سے آپ جب چاہو، زندگی کے ہر شعبہ میں پیش آنے والے مسائل مستنبط کر سکتے ہو) اور میں نے آپ کو علم و عمل سے آراستہ کر دیا ہے، اور آپ کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ لوگ آپ کے پیچھے پیچھے چلیں گے اور آپ کے لفظوں کو تلاش کیا کریں گے۔ لوگوں کی گردنیں آپ کے سامنے جھکا دی ہیں۔ آپ میں سے ہر شخص قاضی بننے کی صلاحیت

رکھتا ہے اور آپ کے اندر دس افراد ایسے ہیں جو قاضیوں کو احکام دے سکتے ہیں۔ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اور جو عظیم علم اللہ پاک نے آپ کو عطا فرمایا ہے، اس کا واسطہ دیتا ہوں کہ اس علم کو آپ (بادشاہ سے) قضاء کا سوال کرنے کی ذلت سے محفوظ رکھنا۔ اگر آپ میں سے کسی شخص کو قضاء میں داخل ہونے کا ابتلاء ہو، اور وہ اپنے اندرونی حالات کے اعتبار سے اپنی کسی بدحالت کو جانتا ہو، تو اس کا قاضی بننا جائز نہ ہوگا اور اس سلسلہ میں جو اسے وظیفہ ملے گا، وہ حلال نہ ہوگا اور اگر اس کا ظاہر و باطن ایک ہو، تو اس کا قاضی بنا جائز ہوگا، اور اس کا وظیفہ بھی حلال ہوگا۔ اگر کسی مجبوری سے عہدۂ قضاء قبول کرنا پڑے، تو اپنے اور لوگوں کے درمیان ہرگز کوئی پردہ نہ رکھے (کہ آپ سے وہ ملاقات نہ کر سکیں) اور پانچوں نمازیں (باجماعت) مسجد میں ادا کرے، اور ہر نماز کے وقت یہ آواز لگائے: "کسی کو کوئی حاجت ہو تو مجھ سے ملاقات کر سکتا ہے"۔ پھر عشاء کی نماز پڑھ لے، تو یہی آواز تین مرتبہ لگائے۔ اس کے بعد اپنے گھر میں داخل ہو جائے۔ اگر زمانۂ قضاء میں بیمار ہو جائے جس کی وجہ سے (مجلسِ قضاء میں بیٹھنے سے عاجز ہو) تو جتنے دن بیمار رہا، اتنے دن کا وظیفہ ساقط کر دے (یعنی بیت المال سے وصول نہ کرے) اور جو امام المسلمین غلول کرے (یعنی بیت المال میں خیانت کرے) یا ظلم کا فیصلہ کر دے، اس کی امامت باطل ہو جائے گی اور اس کا فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ اور اگر وہ کوئی ایسا گناہ کر بیٹھے، جو اس کے اور اس کے رب کے درمیان کا معاملہ ہے، اور وہ حد کا مستوجب ہے، تو اس سے حد مؤخر کر دی جائے، اس لیے کہ وہ اس کے قیام کا اختیار رکھتا ہے۔ اور اگر امام المسلمین کوئی (ایسا) گناہ (علانیہ طور پر کر بیٹھے) یعنی اس کے اور لوگوں کے درمیان کا معاملہ ہے (جس کی وجہ سے حد واجب ہوتی ہے)، تو جو قریب ترین قاضی ہو، وہ اس پر حد قائم کرے۔

باب 10

وصایا امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

اہل السنۃ والجماعۃ کی بارہ اہم علامتیں

تمہید امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۵۰ھ) کی مختلف وصیتیں ہیں جو ان کے مختلف شاگردوں سے منقول ہیں۔ اس وقت جس وصیت کا ترجمہ پیش کرنا مقصود ہے، یہ وصیت عقائد کے موضوع سے تعلق رکھتی ہے اور یہ وصیت امام صاحب کے نامور شاگرد امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۸۲ھ) کی روایت سے نقل ہوئی ہے۔ اس میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اہل السنۃ والجماعۃ کی بارہ علامات بیان فرمائی ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم

اعلم أرشدنا الله وإياك أنّه واجب على كل مُكلّف أنْ يعلم أنّ الله عزّ وجل واحد في ملكه، خلق العالم بأسرهم العلوي والسفلي، والعرش والكرسي، والسموات والأرض وما فيهما، وما بينهما، جميع الخلائق مقهورون بقدرته، لا تتحرك ذرة إلاّ بإذنه، ليس معه مُدبِّر في الخلق، ولا شريك في الملك، حيٌّ قيوم [١]، لا تأخذه سِنة [٢] ولا نوم، عالم

الغيب والشهادة [٣]، لا يخفى عليه شيء في الأرض، ولا في السماء، يعلم ما في البر والبحر، وما تسقط من ورقة إلاّ يعلمها، ولا حبّة في ظلمات الأرض، ولا رطب، ولا يابس إلاّ في كتاب مبين، أحاط بكل شيء علما، وأحصى كل شيء عددا، فعّال لما يريد، قادر على ما يشاء، له الملك والغَناء [٤]، وله العزة والبقاء، وله الحكم والقضاء، وله الحمد والثناء، وله الأسماء الحُسنى، لا دافع لِما قضى، ولا مانع لِما أعطى، يفعل في مُلكه ما يُريد، ويحكم في خلقه بما يشاء، لا يرجو ثوابا، ولا يخاف عقابا، ليس عليه حَقٌّ، ولا عليه حكم، وكلُّ نِعمة منه فضل، وكل نقمة منه عدل، لا يُسأل عما يفعل، وهم يُسألون، موجود قبل الخلق، ليس له قبل ولا بعد، ولا فوق ولا تحت، ولا يمين ولا شمال، ولا خلف ولا أمام، ولا كلٌّ ولا بعض، ولا يُقال متى كان، ولا أين كان، ولا كيف كان، كوّن المكان، ودبّر الزمان، ولا يتخصص بالمكان، ولا يلحقه وهم، ولا يُكيّفه عقل، ولا يتخصص في الزمن، ولا يتمثل في النفس، ولا يُتصوّر في الوهم، ولا يَتكيّف في العقل، ولا تلحقه الأوهام والأفكار، ولا تحويه الجهات والأقطار، وليس كمثله شيء، وهو السميع البصير، نِعم المولى ونِعم النصير، عرفه العارفون بأفعاله، ونَفَوا التّكييف عن جلاله / فكل ما خطر في الأوهام والأفكار فالله تعالى اب بخلافه.

أمّا بعد!

فهذه وصية من الإمام الأعظم أبي حنيفة، رحمه الله لأصحابه رضوان الله عليهم أجمعين، على مذهب أهل السنة والجماعة.

لمّا مرض أبو حنيفة رضي الله عنه قال: اعلَمُوا أصحابي وإخواني أنّ مذهب أهل السنة والجماعة على اثنتي عشرة خصلة، فمن كان

يستقيم على هذه الخِصال لا يكون مبتدعا، ولا صاحب هوى، فعليكم بهذه الخصال حتى تكونوا فى شفاعة نبيّنا محمد صلى الله عليه وسلم يوم القيامة:

أولها الإيمان، وهو إقرار باللسان، وتصديق بالجنان، ومعرفة بالقلب، والإقرار وحده لا يكون إيمانا؛ لأنه لو كان إيمانا لكان المنافقون كلهم مؤمنين، وكذلك المعرفة لا تكون إيمانا، لأنها لو كانت إيمانا؛ لكان أهل الكتاب كلهم مؤمنين. قال الله تعالى فى حق المنافقين: [وَاللهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ] (المنافقون:1)، وقال فى حقّ أهل الكتاب: [الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ] (البقرة:146؛ الأنعام:20)، والإيمان لا يزيد ولا ينقص، لأنه لا يُتصوَّر نقصانه إلاّ بزيادة الكفر، ولا يُتصوَّر زيادته إلاّ بنقصان الكفر، وكيف يجوز أن يكون الشخص الواحد فى حالة واحدة مؤمنا وكافرا، والمؤمن مؤمن حقا، والكافر كافر حقا، وليس فى الإيمان شك، كما أنه ليس فى الكفر شك، لقوله تعالى: [أُولَئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا] (الأنفال:4) و [أُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا] (النساء:151)، والعاصون من أمة محمد عليه السلام كلهم مؤمنون حقا، وليسوا بكافرين، والعمل غير الإيمان، والإيمان غير العمل، بدليل أنّ كثيرا من الأوقات يرتفع العمل عن المؤمن، ولا يجوز أنْ يُقال: ارتفع عنه الإيمان، فإن الحائض يرفع الله سبحانه وتعالى عنها الصلاة، ولا يجوز أن يُقال: رفع الله عنها الإيمان، أو أمرها بترك الإيمان/ وقد قال لها الشرع دع الصوم، ثم اقضيه، ولا يجوز، ولا يجوز أن يُقال: دع الإيمان، ثم اقضيه، ويجوز أن يُقال: ليس على الفقير الزكاة، ولا يجوز أن يُقال: ليس على الفقير الإيمان، وتقدير الخير والشر كله من الله

سبحانه وتعالى؛ لأنه لو زعم أحدٌ أنّ تقدير الخير والشر من غيره لصار كافرا بالله، وبطلَ توحيده، إنْ كان له توحيد.

والثانى نُقِرّ بأنَّ الأعمال ثلاثة: فريضة، وفضيلة، ومعصية. فالفريضة بأمر الله تعالى، ومشيئته، ومحبته، ورضاه، وقضائه، وقَدَره، وتخليقه، وحكمه، وعلمه، وتوفيقه، وكتابته فى اللوح المحفوظ. والفضيلة ليست بأمر الله تعالى، ولكن بمشيئته، ومحبته، ورضاه، وقضائه، وقَدَره، وتخليقه، وكتابته فى اللوح المحفوظ. والمعصية ليست بأمر الله، ولكنْ بمشيئته، لا بمحبته، وبقضائه، لا برضاه، وبتقديره، لا بتوفيقه، وبخذلانه، وعلمه، وكتابته.

والثالث: نُقِرّ بأن الله سبحانه وتعالى على العرش استوى، من غير أن يكون له حاجة، واستقرار عليه، وهو حافظ العرش، وغير العرش من غير احتياج، فلو كان محتاجا لما قَدِر على إيجاد العالم، والحفظ، وتدبيره كالمخلوقين، ولو صار محتاجا إلى الجلوس والقرار، فَقَبْلَ خلْقِ العرش أين كان الله تعالى؟ تعالى الله عن ذلك علوا كبيرا.

والرابع: نُقِرُّ بأن القرآن كلام الله تعالى، غير مخلوق، ووحيه، وتنزيله، وصفته، لا هو ولا غيره، بل هو صفته على التحقيق، مكتوب فى المصاحف، مقروء بالألسُن، محفوظ فى الصدور، غير حالٍّ فيها، والحبر والكاغذ والكتابة كلها مخلوقة؛ لأنها أفعال العباد، وكلام الله سبحانه وتعالى غير مخلوق؛ لأنَّ الكتابة والحروف والكلمات والآيات كلها آلة القرآن؛ لحاجة العباد إليها، وكلام الله تعالى قائم بذاته، ومعناه مفهوم بهذه الأشياء، فمَنْ قال بأنَّ القرآن مخلوق فهو كافر بالله العظيم/ والله تعالى معبود لا يزال كما كان، وكلامه مقروء مكتوب ومحفوظ من غير مزايلة عنه عن الموصوف.

والخامس : نُقِرُّ بأن أفضل هذه الأمة بعد نبينا محمد صلى الله عليه وسلم أبو بكر الصديق، ثم عمر ثم عثمان، ثم علي رضوان الله عليهم أجمعين، لقوله تعالى : [وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ](الواقعة:10- 12)، وكل مَنْ كان أسبق فهو أفضل، يُحبهم كل مؤمن تقي، ويبغضهم كل منافق شقي.

والسادس : نُقِرُّ بأن العبد مع أعماله ، وأقواله ، ومعرفته مخلوق ، فلمّا كان الفاعل مخلوقا فأفعاله أولى أنْ تكون مخلوقة.

والسابع : نُقِرُّ بأن الله تعالى خلق الخلق ، ولم يكن لهم طاقة ؛ لأنهم ضعفاء عاجزون ، والله تعالى خالقهم ، ورازقهم ، لقوله تعالى : [اللهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ](الروم:40)، والكسب حلال، وجمع المال من الحلال حلال، وجمع المال من الحرام حرام .

والناس على ثلاثة أصناف : المؤمن المخلص في إيمانه ، والكافر الجاحد في كفره والمنافق المداهن في نفاقه، والله تعالى فرض على المؤمن العمل، وعلى الكافر الإيمان، وعلى المنافق الإخلاص، لقوله تعالى : [يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ] (النساء:1؛ الحج:1؛ لقمان 33) يعني : أيها المؤمنون أطيعوا ، وأيها الكافرون آمنوا ، وأيها المنافقون أخلصوا .

والثامن : نُقِرُّ بأنّ الاستطاعة مع الفعل لا قبل الفعل، ولا بعد الفعل؛ لأنه لو كان قبل الفعل لكان العبد مستغنيا عن الله تعالى وقت الحاجة ، فهذه خلاف حكم النّص ، لقوله تعالى : [وَاللهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ] (محمد:38)، ولو كان بعد الفعل لكان من المحال؛ لأنه حصول الفعل بلا استطاعة.

والتاسع : نُقِرُّ بأنّ المسح على الخفين واجب للمقيم يوما وليلة ، وللمسافر

ثلاثة أيام ولياليها ، لأن الحديث ورد هكذا ، فمن أنكر فإنه يُخشى عليه الكفر؛ لأنه قريب من الخبر المتواتر ، والقصر ، والإفطار في السفر رخصة بنص الكتاب، لقوله تعالى : [وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ](النساء:101) وفي الإفطار / قوله تعالى : [فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ](البقرة184،196).

والعاشر : نُقِرُّ بأن الله تعالى أمر القلم بأن يكتب، فقال القلم : ماذا أكتب يا رب! فقال الله تعالى : اكتب ما هو إلى يوم القيامة ، لقوله تعالى : [وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ][1](القمر 52،53).

والحادي عشر : نُقِرُّ بأنّ عذاب القبر كائن لا محالة، وسؤال منكر ونكير حق ، لورود الأحاديث، والجنة والنار حقّ، مخلوقتان لأهلهما، لقوله تعالى في حقّ المؤمنين: [أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ](آل عمران:133) وفي حقّ الكفرة: [أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ](البقرة: 24 ؛ آل عمران: 131) خلقها الله تعالى للثواب والعقاب ، والميزان حقّ ، لقوله تعالى : [وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ](الأنبياء: 47) وقراءة الكتب حقّ ، لقوله تعالى: [اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا](الإسراء 14).

والثاني عشر : نُقِرُّ بأنّ الله تعالى يُحيي هذه النفوس بعد الموت، ويبعثهم في يوم كان مقداره خمسين ألف سنة للجزاء والثواب، وأداء الحقوق، لقوله تعالى: [وَأَنَّ اللهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ](الحج:7). ولقاء الله تعالى، لأهل الجنة حقّ بلا كيفية، ولا تشبيه، ولا جهة، وشفاعة نبينا محمد صلى الله عليه وسلم حق لكل من هو من أهل الجنة ، وإن كان صاحب الكبيرة، وعائشة رضي الله عنها بعد خديجة الكبرى أفضل نساء العالمين ، وأم المؤمنين ، ومطهرة من الزنا ، بريئة عما قالت

الروافض، فمن شهد عليها بالزنا، فهو ولد الزنا، وأهل الجنة في الجنة خالدون، وأهل النار في النار خالدون، لقوله تعالى في حق المؤمنين: [أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ] (البقرة: 82، الأعراف: 42، يونس: 26، هود: 23)، وفي حق الكافرين: [أُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ] (البقرة: 39، 257، الأعراف: 36، يونس: 27، المجادلة: 17).

والحمد لله ربّ العالمين وحده وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.

تمت وصية الإمام أبي حنيفة لأصحابه رضي الله تعالى عنهم أجمعين، آمين، آمین، آمین۔

وأفضل الصلاة وأزكى التسليم على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين والحمد لله وحده۔

(وصية الإمام الأعظم أبي حنيفة رضي الله عنه ۔ تحقيق: الدكتور جميل عبد الله عويضة ۔ سنة الناشر: ۔1430ھ/2009م؛ شرح وصیۃ الامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ۔متن وصیۃ الامام ابی حنیفۃ ص 141 تا 145 ۔المؤلف: اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 786ھ)۔ المحققین: الدکتور محمد صبحی عایدی اور الدکتور حمزہ محمد وسیم البکری۔ الناشر: دار الفتح، اردن؛ وَصِيَّةُ الامام أبي حنيفة في التوحيد، العقيدة وعلم الكلام؛ ص635-637 ۔ایچ ۔سعید کمپنی، کراچی)

ترجمہ میرے دوستو اور میرے بھائیو! جان لو کہ اہل السنۃ والجماعۃ کی بارہ علامتیں ہیں، جو ان پر استقامت کے ساتھ قائم رہے گا وہ نہ تو بدعتی شمار ہوگا اور نہ ہی خواہش پرست۔ لہٰذا تم ان بارہ باتوں پر مضبوطی سے قائم رہو؛ تاکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کے حق دار بن سکو۔

1 **پہلی علامت**

ایمان زبان سے اقرار کرنے اور دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے۔ فقط زبانی اقرار،

ایمان نہیں ہے؛ کیوں کہ اگر یہ ایمان ہوتا تو منافق سارے کے سارے مومن ہوتے۔ اسی طرح محض معرفت اور پہچان بھی ایمان نہیں ہے؛ کیوں کہ اگر یہ ایمان ہوتی، تو اہلِ کتاب سب کے سب مومن ہوتے۔

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں فرمایا ہے:

آیت 1:- اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (المنافقون: 1)

ترجمہ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جب یہ منافق تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقیناً اللہ کے رسول ہیں''۔ ہاں، اللہ جانتا ہے کہ تم ضرور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو، مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعی جھوٹے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب کے بارے میں فرمایا ہے:

آیت 2:- اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرۃ: 146)

ترجمہ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اِس مقام کو (جسے قبلہ بنایا گیا ہے) ایسا پہچانتے ہیں، جیسا اپنی اولاد کو پہچانتے ہیں، مگر اُن میں سے ایک گروہ جانتے بوجھتے حق کو چھپا رہا ہے۔

ایمان نہ تو زیادہ ہوتا ہے اور نہ ہی کم؛ کیوں کہ ایمان کی کمی تب ہی تصور میں آسکتی ہے جب کہ کفر میں اضافہ مانا جائے اور اسی طرح ایمان میں اضافہ تبھی مانا جاسکتا؛ جب کہ کفر میں کمی مانی جائے اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک ہی بندہ ایک ہی حالت میں مومن بھی ہو اور کافر بھی؟

اور جو مومن ہوتا ہے وہ پکا مومن ہوتا ہے اور جو کافر ہوتا ہے وہ پکا کافر ہوتا ہے۔ ایمان میں شک کی گنجائش نہیں ہوتی؛ جیسا کہ کفر میں شک کی گنجائش نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

آیت 3:- اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ

كَرِيْمٌ ○ (الانفال:4)

ترجمہ ایسے ہی لوگ حقیقی مومن ہیں۔ ان کے لیے ان کے رب کے پاس بڑے درجے ہیں۔ قصوروں سے درگزر ہے اور بہترین رزق ہے۔

آیت 4:۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ (النساء:151)

ترجمہ وہ سب پکے کافر ہیں اور ایسے کافروں کے لیے ہم نے وہ سزا مہیا کر رکھی ہے جو انہیں ذلیل وخوار کر دینے والی ہوگی۔

اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے جو گناہ گار افراد ہیں وہ سب کے سب مومن ہیں، کافر نہیں ہیں۔

اور عمل، ایمان دونوں الگ الگ حقیقت ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ بہت سے ایسے مواقع میں جب مومن بندے سے عمل معاف ہو جاتا ہے اس وقت یہ کہنا درست نہیں ہوتا کہ اس سے ایمان معاف ہو گیا ہے؛ چنانچہ حیض والی عورت کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نماز معاف کی ہے، اب اس موقع پر یوں کہنا جائز نہیں ہے کہ اس سے ایمان معاف ہو گیا ہے اور اسے حیض کی حالت میں ایمان چھوڑنے کا حکم ہے۔ اسی طرح حیض والی عورت سے شارع نے یہ تو کہا ہے کہ روزے چھوڑ دو، پھر بعد میں ان کی قضا کرنا؛ مگر اس موقع پر یوں کہنا درست نہیں ہے کہ ایمان چھوڑ دو، پھر ایمان کی قضا کر لینا۔ اسی طرح یوں کہنا تو درست ہے کہ فقیر پر زکوۃ فرض نہیں ہے؛ مگر یوں کہنا درست نہیں ہے کہ فقیر پر ایمان فرض نہیں۔

اور ہر اچھی اور بُری تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے؛ چنانچہ اگر کوئی یہ گمان رکھتا ہو کہ اچھائی یا بُرائی کی تقدیر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے ہوتی ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہوگا اور اس کی توحید بے کار ہوگی۔

2 دوسری علامت

ہم اِقرار کرتے ہیں کہ اعمال تین قسم کے ہیں:

فرض فضیلت معصیت

فرض اللہ تعالیٰ کے حکم، اس کی مشیت، اس کی محبت، اس کی رضا، اس کی قضا، اس کی تقدیر، اس کی تخلیق، اس کے حکم، اس کے علم، اس کی توفیق سے ہوتا ہے اور لوح محفوظ میں اس کی طرف سے لکھا ہوا ہوتا ہے۔

فضیلت جب کہ فضیلت میں اللہ تعالیٰ کا امر شامل نہیں ہوتا؛ البتہ اس کی مشیت، اس کی محبت، اس کی رضا، اس کی قضا، اس کی تقدیر، اس کا حکم، اس کا علم، اس کی توفیق وتخلیق سے ہوتا ہے اور یہ بھی اس کی طرف سے لوحِ محفوظ میں لکھا ہوتا ہے۔

معصیت اور معصیت میں اللہ تعالیٰ کا امر نہیں ہوتا اور مشیت ہوتی ہے؛ لیکن محبت نہیں ہوتی، اس کی قضا ہوتی ہے؛ لیکن رضا نہیں ہوتی، اس کی تقدیر ہوتی ہے؛ لیکن اس کی توفیق نہیں ہوتی؛ بلکہ یہ اس کی طرف سے (گناہ کرنے والے کے لیے) رسوائی ہوتی ہے۔ ہاں یہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ضرور ہوتی ہے اور لوح محفوظ میں بھی لکھی ہوئی ہوتی ہے۔

3 تیسری علامت

ہم اس کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا؛ مگر نہ تو وہ عرش کا محتاج ہے اور نہ ہی اس پر قرار پکڑے ہوئے ہے؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عرش ہو یا اس کے علاوہ کوئی اور مخلوق وہی بغیر کسی محتاجی کے اپنے اوپر لیے ہوئے ہے؛ کیوں کہ اگر وہ محتاج ہوتا تو کائنات کو وجود دینے اور اس میں تدبیر کرنے کی قدرت نہ رکھتا جیسا کہ مخلوق (بوجہ محتاج ہونے کے) ان باتوں پر قدرت نہیں رکھتی۔ اسی طرح اگر وہ بیٹھنے اور ٹھکانہ پکڑنے کا محتاج ہوتا تو وہ سوال یہ ہے کہ وہ عرش کو پیدا کرنے سے پہلے کہاں (بیٹھا ہوا) تھا؟

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس (بات یعنی محتاج ہونے، بیٹھنے اور ٹھکانہ پکڑنے) سے

پاک اور بلند شان والے ہیں۔

4 چوتھی علامت

ہم اس بات کا بھی اقرار کرتے ہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے۔ اسی نے اس کی وحی کی ہے اور اسی نے اِسے اُتارا ہے؛ یہ نہ تو عین اس کی ذات ہے اور نہ ہی اس کا غیر ہے؛ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ اُس کی صفت ہے۔

یہ قرآن مصاحف میں لکھا ہوا ہے۔ زبان سے پڑھا جاتا ہے۔ سینوں میں محفوظ ہوتا ہے؛ مگر اِن چیزوں میں اُتر کر ان کا جزو (اور ان چیزوں کی صفت) نہیں بن جاتا اور یہ روشنائی، کاغذ اور کتابت سب کی سب چیزیں مخلوق ہیں؛ کیوں کہ یہ سب چیزیں بندوں کا فعل ہیں، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام مخلوق نہیں ہے؛ کیوں کہ کتابت اور حروف اور کلمات و آیات قرآن کریم کی نشاندہی کرتے ہیں کیوں کہ بندے ان کے محتاج ہیں۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کا کلام اس کی ذات کے ساتھ قائم ہے؛ البتہ اس کلام کا مفہوم اور معنی ومطلب انھیں چیزوں کے ذریعے سمجھ میں آتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جو شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق ہے، وہ اللہ کے ساتھ کفر کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ سے معبود ہے۔ اس کا کلام بے شک پڑھا بھی جاتا ہے، لکھا بھی جاتا ہے اور یاد بھی کیا جاتا ہے؛ مگر اس کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے جُدا اور الگ نہیں ہوتا۔

5 پانچویں علامت

ہم اس بات کا اِقرار کرتے ہیں کہ اس امت میں ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، ان کے بعد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، ان کے بعد سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان اس کی بنیاد ہے:

آیت 5:۔ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ○ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○

(الواقعۃ: 10-12)

ترجمہ اور آگے والے تو پھر آگے والے ہی ہیں، وہی تو مقرب لوگ ہیں۔ نعمت بھری جنتوں میں رہیں گے۔

چنانچہ جو بھی سب سے آگے ہے وہ اسی حساب سے سب سے افضل ہے۔

ان حضرات سے ہر وہ شخص جو مومن اور متقی ہے محبت رکھتا ہے اور جو منافق اور بدبخت ہے وہ ان سے بغض رکھتا ہے۔

6 چھٹی علامت

ہم اس کا بات کا اِقرار کرتے ہیں کہ انسان اپنے اعمال، اپنے اِقرار اور اپنی معرفت سمیت مخلوق ہے؛ کیوں کہ جب ان کاموں کا فاعل (یعنی انسان) مخلوق ہے تو اس کے اَفعال بدرجہ اَولیٰ مخلوق ہوئے۔

7 ساتویں علامت

ہم اس بات کا اِقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہی مخلوق کو پیدا کیا ہے۔ مخلوق کی اپنی کوئی طاقت نہیں تھی؛ کیوں کہ مخلوق تو نِری عاجز اور کمزور ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ان کا خالق اور ان کا رازق ہے۔

اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان اس کی دلیل ہے:

آیت 6:۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

(الروم: 40)

ترجمہ اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تمھیں رزق دیا، پھر وہ تمھیں موت دیتا ہے پھر وہ تمھیں زندہ کرے گا۔ کیا تمھارے ٹھیرائے ہوئے شریکوں میں کوئی ایسا ہے جو ان میں سے کوئی کام بھی کرتا ہو؟ پاک ہے وہ اور بہت بالا و برتر ہے اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

کمائی کرنا حلال ہے اور حلال مال سے مال جمع کرنا بھی حلال ہے؛ البتہ حرام مال سے

مال جمع کرنا حرام ہے۔

لوگ تین قسم کے ہیں:

ایک وہ مومن جو اپنے ایمان میں مخلص ہے۔

دوسرا وہ کافر جو اپنے انکار اور ضد میں اپنے کفر پر اڑا ہوا ہے۔

تیسرا وہ جو منافق اور اپنے نفاق میں مداہن (دوسروں کو دھوکے میں رکھنے والا) ہے۔

اب اللہ تعالیٰ نے مخلص مومن پر عمل کرنا، کافر پر ایمان لانا اور منافق پر اخلاص اختیار کرنا فرض فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان میں یہی اشارہ ہے:

آیت 7:۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝ (النساء:1)

ترجمہ لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔ اُس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو، اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ اے ایمان والو! تم فرماں برداری والے اعمال بجالاؤ!
اے کافرو! تم ایمان لے آؤ! اور اے منافقو! تم مخلص بن جاؤ!

8 آٹھویں علامت

ہم اس بات کا اِقرار کرتے ہیں کہ استطاعت فعل کے ساتھ وجود پذیر ہوتی ہے۔ استطاعت نہ تو فعل سے پہلے ہوتی ہے اور نہ ہی فعل کے بعد؛ کیوں کہ اگر فعل سے پہلے ہو تو بندہ ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ سے بے نیاز قرار پایا اور یہ بات نص قرآنی کے خلاف ہے:

آیت 8:۔ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ (محمد:38)

ترجمہ اور اللہ ہی بے نیاز ہے جب کہ تم تو محتاج ہو۔

اور اگر استطاعت فعل کے بعد ہو تو یہ ناممکنات میں سے ہے؛ کیوں کہ اس طرح لازم آئے گا کہ وہ فعل استطاعت اور طاقت کے بغیر وجود پذیر ہوا ہے۔

9 نویں علامت

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ چمڑے کے موزوں پر مسح کرنا (شرعا) ثابت ہے، مقیم کے لیے ایک دن رات اور مسافر کے لیے تین دن رات؛ کیوں کہ حدیث میں اسی طرح وارد ہوا ہے اور جو شخص اس کا انکار کرتا ہو اس پر کفر کا خوف ہے؛ کیوں کہ یہ حدیث خبر متواتر کے قریب قریب ہے۔

اور سفر میں روزے کی رخصت اور نماز کا قصر بھی نص قرآنی سے ثابت ہے۔

آیت 9:۔ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ڰ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝ (النساء:101)

ترجمہ اور جب تم لوگ سفر کے لیے نکلو تو کوئی مضائقہ نہیں اگر نماز میں قصر کر لو (خصوصاً) جبکہ تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے کیونکہ وہ کھلم کھلا تمہاری دشمنی پر تلے ہوئے ہیں۔

اور روزے کی رخصت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

آیت 10:۔ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ (البقرۃ:184)

ترجمہ چند مقرر دنوں کے روزے ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو، یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کر لے۔

10 دسویں علامت

ہم اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قلم کو لکھنے کا حکم دیا، تو قلم نے پوچھا:

اے میرے رب! میں کیا چیز لکھوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو وہ سب لکھ دے جو قیامت تک ہونے والا ہے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے:

آیت 11:۔ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ○ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَّكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ○

(القمر:52،53)

ترجمہ	اور ہر وہ چیز جو انہوں نے کی وہ صحیفوں میں ہے اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے۔

11 گیارہوں علامت

ہم اس بات کا اِقرار کرتے ہیں کہ عذاب قبر بھی یقیناً ہونے والا ہے اور منکر ونکیر کا سوال بھی برحق ہے اور اس کی بنیاد احادیث نبویہ ہیں۔

اور جنت وجہنم بھی برحق ہیں اور وہ دونوں اپنے اپنے لوگوں کے لیے پیدا ہو چکی ہیں؛ چنانچہ ایمان والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

آیت 12:۔ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ (آل عمران:133)

ترجمہ	دوڑ کر چلو اُس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اُس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے، اور وہ اُن خدا ترس لوگوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

اور کافروں کے بارے میں فرمان ہے:

آیت 13:۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ○ (البقرۃ:24)

ترجمہ	لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا، اور یقیناً کبھی نہیں کر سکتے، تو ڈرو اُس آگ سے، جس کا ایندھن بنیں گے انسان اور پتھر، جو مہیا کی گئی ہے منکرینِ حق کے لیے۔

آیت 14:۔ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ○ (آل عمران:131)

ترجمہ	اُس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے مہیا کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان جگہوں کو ثواب اور عقاب کے لیے پیدا کیا ہے۔

اور اعمال نامہ (تُلنے کا ترازو) بھی برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

آیت 15:۔ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ○

(الانبیاء:47)

ترجمہ	قیامت کے روز ہم ٹھیک ٹھیک تولنے والے ترازو رکھ دیں گے، پھر کسی شخص پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا۔ جس کا رائی کے دانے برابر بھی کچھ کیا دھرا ہوگا وہ ہم سامنے لے آئیں گے۔ اور حساب لگانے کے لیے ہم کافی ہیں۔

اور اعمال ناموں کا پڑھا جانا بھی برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان اس کی دلیل ہے:

آیت 16:۔ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ۭ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ○

(بنی اسرائیل:14)

ترجمہ	(قیامت کے دن بندے سے کہا جائے گا:) تو اپنا اعمال نامہ پڑھ، آج یہ اعمال نامہ ہی تیرے بارے میں حساب بتانے کے لیے کافی ہے۔

12 بارہویں علامت

ہم اس بات کا اِقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان انسانوں کو جزا وثواب اور ادائے حقوق کے لیے موت کے بعد زندہ کریں گے اور انھیں ایسے دن میں اُٹھائیں گے جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہوگی۔

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

آیت 17:۔ وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ○

(الحج:7)

ترجمہ	اور یہ کہ قیامت کی گھڑی آ کر رہے گی، اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، اور اللہ ضرور اُن لوگوں کو اٹھائے گا جو قبروں میں جا چکے ہیں۔

اوراہلِ جنت کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات برحق ہے اور یہ ملاقات کیفیت، تشبیہ اور جہت سے پاک ہوگی۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی نہ تو کوئی کیفیت ہے، نہ کسی کے ساتھ مشابہت ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کسی جہت میں ہیں)۔

اور ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت برحق ہے اور یہ ہر اُس شخص کے لیے ہوگی جو اہلِ جنت میں سے ہے اگرچہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب ہی کیوں نہ ہو۔

اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد تمام عورتوں سے افضل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں اور وہ زنا کی تہمت سے اور روافض جو نقائص کی اُن کی طرف منسوب کرتے ہیں، اُن سب سے پاک ہیں؛ بلکہ جو شخص ان پر زنا کی تہمت لگاتا ہے وہ خود زنا کی پیداوار ہے۔

اور اہل جنت جنت میں ہمیشہ رہیں گے؛ جب کہ اہل جہنم جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔
اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرامین ہیں، اہل جنت کے بارے میں ارشاد ہے:

آیت 18:۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (البقرۃ:82)

ترجمہ اور جو لوگ ایمان لائیں گے اور نیک عمل کریں گے وہی جنتی ہیں اور جنت میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اور کفار کے بارے میں ارشاد ہے:

آیت 19:۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (البقرۃ:39)

ترجمہ اور جو اس کو قبول کرنے سے انکار کریں گے اور ہماری آیات کو جھٹلائیں گے، وہ آگ میں جانے والے ہیں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

باب 11

رسالة أبي حنيفة إلىٰ عثمان البتّي

(في التبري مما يرمي به من الارجاء كذباً وزوراً من جهلة أغرار)

1 عربی متن کی پہلی سند

و أما رسالة أبي حنيفة إلى الإمام عثمان البتي عالم البصرة. فسندها في نسخة دار الكتب المصرية برواية الإمام حسام الدين حسين بن علي بن الحجاج السغناقي - شارح الهداية - عن حافظ الدين محمد بن محمد بن نصر البخاري عن شمس الأئمة محمد بن عبد الستار الكردري، عن برهان الدين المرغيناني - صاحب الهداية - عن ضياء الدين محمد بن الحسين بن ناصر الدين اليرسوخي عن علاء الدين أبي بكر محمد بن أحمد السمرقندي - صاحب تحفة الفقهاء - عن أبي المعين النسفي عن أبي زكريا يحيى بن مطرف البلخي عن أبي صالح محمد بن الحسين السمرقندي عن أبي سعيد سعدان بن محمد بن بكر البستي عن أبي الحسن علي بن أحمد الفارسي عن نصير بن يحيى البلخي عن محمد بن سماعة التميمي عن أبي يوسف عن الإمام الأعظم رضي الله عنهم.

الحمدُ للهِ والصلاةُ والسلامُ على رسولِ اللهِ وبعد. هذه رسالةُ الإمامِ أبي حنيفة رضيَ اللهُ عنهُ إلى عثمان البتي.

من أبي حنيفةَ إلى عُثمانَ البَتّيّ: سلامٌ عليكَ، فإني أحمدُ إليكَ اللهَ الذي لا إلهَ إلا هو: أما بعدُ! فإني أوصيكَ بتقوى اللهِ وطاعتِهِ، وكفى باللهِ حسيبًا وجازيًا.

بلغني كتابُكَ، وفهمتُ الذي فيه من نَصيحَتِكَ وحفظكَ لنا. وقد كتبتَ أنهُ دعاكَ إلى الكتابِ بما كتبتهُ حِرْصُكَ على الخيرِ والنصيحَةِ، وعلى ذلك كانَ موضِعَهُ عِنْدَنا.

كتبتَ تذكرُ أنهُ بلغكَ أني من المُرجِئَةِ، وأني أقولُ: "مؤمنٌ ضالٌّ"، وأنَّ ذلكَ يشقُ عليكَ. ولعمري ما في شيءٍ باعدَ عن اللهِ تعالى عذرٌ لأهلِهِ، ولا فيما أحدثَ النَّاسُ وابتدعوا أمرٌ يُهتدىٰ به، ولا الأمرُ إلا ما جاءَ به القرءانُ. ودعا إليه محمدٌ صلى اللهُ عليهِ وسلمَ، وكان عليهِ أصحابُهُ حتى تفرقَ النَّاسُ، وأما ما سوى ذلك فمُبْتَدَعٌ ومُحْدَثٌ. فافهَمْ كتابي إليكَ، واعلمْ أنهُ لولا رجاءُ أن ينفعكَ اللهُ به لم أتكلفْ الكتابَ إليكَ، فاحذرْ رأيكَ على نفسكَ، وتخوف أن يدخلَ الشيطانُ عليكَ. عَصَمنا اللهُ وإياكَ بطاعتِهِ، ونسألُهُ التوفيقَ لنا ولك برحمتِهِ.

ثم أُخبِرُكَ أنَّ النَّاسَ كانوا أهلَ شركٍ قبلَ أن يبعثَ اللهُ تعالى محمداً صلى اللهُ عليهِ وسلمِ، فبعثَ محمداً يدعوهُمْ إلى الإسلامِ، فدعاهُم إلى أن يشهدوا أنهُ لا إلهَ إلا اللهُ وحدَهُ لا شريكَ لهُ، والإقرارِ بما جاءَ بهِ من اللهِ تعالى.

وكان الداخلُ في الإسلامِ مؤمنًا بريئًا من الشركِ، حراماً مالهُ ودمهُ، له حقُ المسلمينَ وحُرمَتُهُم، وكان التاركُ لذلكَ حينَ دعا إليهِ كافراً بريئاً من الإيمانِ، حلالاً مالهُ ودمهُ، لا يُقْبَلُ منهُ إلا الدخولُ في

الإسلامِ أو القتلِ. إلا ما ذكرَ اللهُ سبحانهُ وتعالى في أهلِ الكتابِ من إعطاءِ الجزيةِ، ثم نزلتِ الفرائضُ بعد ذلك على أهلِ التصديقِ.

فكان الأخذُ بها عملاً مع الإيمانِ ولذلك يقولُ اللهُ عزَّ وجلَّ: { الذين آمنوا وعملوا الصالحات} وقال: { ومنْ يؤمنْ باللهِ ويعملْ صالحاً} وأشباهُ ذلك من القرءانِ. فلم يكن المَضَيِّعُ للعملِ مضيعاً للتصديقِ. وقد أصاب التصديقَ بغير عملٍ. ولو كان المَضَيِّعُ للعملِ مُضيّعاً للتصديقِ لانتقلَ من اسمِ الإيمانِ وحُرْمتِهِ بتضييعهِ العملَ كما أن النَّاسَ لو ضَيَّعوا التصديقَ لانتقلوا بتضييعهِ من اسمِ الإيمانِ وحُرْمَتِهِ وحقِّهِ، ورَجَعوا إلى حالهم التي كانوا عليها من الشركِ. ومما يُعْرَفُ به اختلافُهُما أن النَّاسَ لا يختلفونَ في التصديقِ. ولا يتفاضلونَ فيهِ. وقد يتفاضلونَ في العملِ. وتختلفُ فرائضُهُم. ودينُ أهل السماءِ ودينُ الرسولِ واحدٌ. فلذلك يقولُ اللهُ تعالى: { شَرَعَ لكم من الدينِ ما وصَّى به نوحاً والذى أوْحَينا إليك وما وصَّينا به إبراهيمَ وموسى وعيسى أن أقيموا الدينَ ولا تتفرقوا فيه}(الشورىٰ: 13). واعلمْ أن الهدى في التصديقِ باللهِ ورُسُلِهِ ليس كالهدى فيما افتُرِضَ من الأعمالِ. ومن أين يُشكِلُ ذلك عليك؟ وأنت تُسَمِّيهِ مؤمناً وهو جاهلٌ بما لا يعلمُ من الفرائضِ فلا بُدَّ من أن تُسَمِّيه مؤمناً بتصديقِهِ، كما سماهُ اللهُ تعالى في كتابهِ وأن تُسمِّيهِ جاهلاً بما لا يعلمُ من الفرائضِ. وهو إنما يتعلمُ ما يجهلُ. فهل يكونُ الضالُ عن معرفةِ الله تعالى ومعرفةِ رسولهِ كالضالِ عن معرفةِ ما تعلَّمهُ النَّاسُ وهم مؤمنون؟ وقد قال الله تعالى في تعليمِهِ الفرائضَ: { يُبَيِّنُ اللهُ لكم أن تضلُّوا واللهُ بكل شيءٍ عليم}(النساء: 176)، وقال: { أنْ تَضِلَّ إحداهُما فتُذَكِّرَ إحداهُما الأُخرى}(البقرة: 282)، وقال: {

فَعَلْتُهَا إذا وأنا من الضَّالين}(الشعراء:20) يعنى من الجاهلين. والحُجَّةُ من كتابِ اللهِ تعالى والسُنَّةِ على تصديقِ ذلك أبينُ وأوضحُ من أنْ تُشْكِلَ على مثلكَ. أوَلستَ تقولُ : مؤمنٌ ظالمٌ، ومؤمنٌ مذنبٌ، ومؤمنٌ مخطئٌ، ومؤمنٌ عاصٍ، ومؤمنٌ جائرٌ؟ هلْ يكونُ فيما ظَلمَ وأخطأَ مهتدياًفيهِ مع هُداهُ فى الإيمانِ، أو يكونَ ضَالاً عن الحقِّ الذى أخطأَهُ؟

وقول بنى يعقوب لأبيهِمْ :{إنَّكَ لفى ضلالكَ القديم}(يوسف: 95)، أتظُنُّ أنهم عنَوا: إنَّكَ لفى كفرك القديم ؟ حاشا للهِ أن تفهَمَ هذا، وأنت بالقُرءانِ عالم.

واعْلَمْ أنَّ الأمرَ لو كان كما كتبتَ به إلينا: أنَّ النَّاس كانوا أهلَ تصديقٍ قبلَ الفرائضِ، ثم جاءتِ الفرائضُ، لكانَ ينبغى لأهلِ التصديقِ أن يستحقُّوا اسمَ التصديقِ بالعملِ حين كُلِّفُوا به، ولم تفَسِّر لى ما هُم عليه، وما دينُهم، وما مُستقرُّهم عندك قبل ذلك؟ إذاً هم لم يَستَحِقُّوا الاسمَ إلا بالعملِ حينَ كلِّفوا.

فإن زعمتَ أنهم مؤمنونَ تجرى عليهم أحكامُ المسلمينَ وحُرُمتُهم، صدقتَ، وكان صواباً لِما كتبتُ به إليكَ. وإنْ زَعمتَ أنهم كفارٌ فقد ابتدعتَ وخالفتَ النبيَّ صلى الله عليه وسلم والقرءانَ. وإن قلتَ بقولِ من تعَنَّتَ من أهل البدعِ، وزَعمتَ أنَّهُ ليس بكافرٍ ولا مؤمنٍ، فاعلمْ أن هذا القولَ بدعةٌ وخلافٌ للنبى صلى اللهُ عليه وسلم وأصحابِهِ.

وقد سُمِّيَ عليٌّ رضى اللهُ عنهُ أميرَ المؤمنينَ، وعمرُ رضى اللهُ عنهُ أميرَ المؤمنينَ، أوَ أميرُ المطيعينَ فى الفرائضِ كلِّها يعنون؟ وقد سَمَّى عليٌّ أهلَ حربِهِ من أهلِ الشَّام مؤمنينَ فى كتابِ القَضِيَّة. أوكانوا مهتدينَ وهو يقتلُهُم ؟ وقد اقْتَتَلَ أصحابُ رسول الله صلى اللهُ عليهِ

وسلمَ، ولمْ تكنِ الفئَتانِ مُهتَدِيتَيْنِ جميعاً. فما اسمُ الباغيةِ عندكَ؟ فواللهِ ما أعلمُ من ذنوبِ أهل القبلةِ ذنباً اعظمَ من القتلِ، ثمَّ دماءِ أصحابِ محمدٍ عليه الصلاةُ والسلامُ خاصَّةً. فما اسمُ الفريقَين عندكَ؟ وليسا مهْتَدِيين جميعاً.

فإن زعمتَ أنهُما مُهتَدِيانِ جميعاً ابتدعتَ، وإن زعمتَ أنهُما ضالانِ جميعاً ابتدعتَ، وإن قلتَ: إنَّ أحَدَهُما مُتهمٍ فما الآخرُ؟ فإن قلتَ: اللهُ أعلمُ، أصَبْتَ. تَفَهَّمْ هذا الذى كتبتُ به إليكَ.

وأعلم أنى أقولُ: أهلُ القبلةِ مؤمنونَ، لستُ أُخْرِجُهُم من الإيمانِ بتضييعِ شيءٍ من الفرائضِ، فمن أطاعَ اللهَ تعالى فى الفرائضِ كلِّها مع الإيمانِ كان من أهلِ الجنَّةِ عندنا، ومن تركَ الإيمانَ والعملَ كان كافراً من أهلِ النارِ، ومن أصابَ الإيمانَ وضيَّعَ شيئاً من الفرائضِ كان مؤمناً مذنباً، وكان للهِ تعالى فيهِ المشيئةُ إنْ شاءَ عذبَهُ وإنْ شاءَ غفرَ لهُ، فإن عذبهُ على تضييعهِ شيئاً فعلى ذنبٍ يعذِّبُهُ، وإن غفرَ لهُ فذنباً يغْفِرُ.

وإنى أقولُ فيما مضى من اختلافِ أصحابِ رسول الله صلى اللهُ عليهِ وسلمَ فيما كان بينَهُم: اللهُ أعْلَمُ. ولا أظنُّ هذا إلا رأيكَ فى أهلِ القبلةِ، لأنَّهُ أمْرُ أصحاب رسول اللهِ صلى اللهُ عليهِ وسلمَ وأمرُ حملةِ السنَّةِ والفِقْهِ.

زعَمَ أخُوكَ عطاءُ بنُ أبى رباحٍ، ونحنُ نَصِفُ له هذا أنَّ هذا أمْرُ أصحابِ رسولِ اللهِ صلى اللهُ عليه وسلم.

وزعَمَ سالمٌ عن سعيدِ بنِ جُبَيْرٍ: أنَّ هذا أمرُ أصحابِ محمدٍ صلى الله عليه وسلم.

وزعَمَ أخُوكَ نافعٌ أنَّ هذا أمرُ عبدِ اللهِ بنِ عمرَ رضى اللهُ عنهما.

وزعَمَ ذلك أيضاً عبدُ الكريمِ عن طاوسَ عن ابنِ عبّاسٍ رضى اللهُ عنهما أنَّ هذا أمرهٗ.

وقد بلغَنى عن على بنِ طالبٍ رضى اللهُ تعالى عنهُ حينَ كتبَ القضيَّةَ أنهُ يُسمِّى الطائفتَيْنِ مؤمنينَ جميعاً.

وزعَمَ ذلك أيضاً عُمَرُ بنُ عبد العزيز كما رواهُ من لقيَهُ من إخوانكَ فيما بلَغَنى عنكَ ثم قال: ضَعوا لى فى هذا كتاباً، ثمَّ أنْشأ يُعلِّمُهُ ولدَهُ، ويأمُرُهم بتعليمِهِ - عِلّمُهُ جلساءَكَ رَحِمَكَ اللهُ تعالى - فكان بمكانٍ من المسلمينَ.

واعْلمْ أنَّ أفضلَ ما علَّمتُم وما تُعلِّمونَ النَّاس السُنَّةَ، وأنت ينبَغى لكَ أنْ تعرفَ منْ أهلُها الذين ينبغى أن يتعلَّموها.

وأمّا ما ذكرْتَ من اسم المرجِئةِ فما ذنبُ قومٍ تكلَّموا بعدْلٍ، وسمَّاهم أهلُ البدعِ بهذا الاسمِ؟ ولكنَّهم أهلُ العدلِ وأهلُ السُنَّةِ، وإنَّما هذا الاسمُ سمّاهُم به أهلُ البتةَ، ولَعَمْرى ما يُهَجِّنُ عدلاً لو دعوتَ إليه النَّاسَ فوافقوكَ عليه أنْ يُسمِّيَهُم أهْلُ شنآنِ المرْجِئةَ، فلوْ كانوا فعلوا ذلكَ كان هذا الاسمُ بدْعةً. فهل يُهَجِّنُ ذلك ما أخذتَ بهِ من أهل العدلِ؟

ثمَّ إنَّهُ لوْلا كراهيةُ التَّطويلِ، وأنْ يَكثُرَ التَّفسيرُ لشرحتُ لك الأُمورَ التى أجبتُكَ بها فيما كتبْتُ بهِ، ثُمَّ إنْ أشْكَلَ عليكَ شىءٌ أو أدْخَلَ عليكَ أهلُ البدعِ شيئاً فأعلِمْنى أجبْكَ فيه إن شاءَ اللهُ تعالى، ثُمَّ لا ءالوكَ ونَفْسى خيراً. واللهُ المستعانُ.

لا تَدعِ الكتابَ إلىَّ بسلامكَ وحاجَتِكَ، رزقَنا اللهُ منقلباً كريماً وحياةً طيبةً، وسلامُ اللهِ عليكَ ورحمةُ اللهِ وبركاتُهُ. والحمدُ للهِ ربِّ العالمينَ وصلى اللهُ على سيِّدنا محمدٍ وعلى ءالهِ وصحْبهِ أجمعينَ.

انتهت رسالة الإمام أبى حنيفة رضى الله عنه إلى عثمان البتى.

(رسالة الإمام أبى حنيفة إلى عثمان البتى، ملحق: العقيدة و علم الكلام، ص565، 629-632۔ بتحقیق: محمد زاہد الکوثری۔ ناشر: ایچ۔ایم۔سعید کمپنی، کراچی)

2 عربی متن کی دوسری سند

كتاب أبى حنيفة إلى عثمان البتى به معنى الإيمان

حدثنا عبد الرحمن بن إبراهيم بن يوسف، وإسماعيل بن بشر، ومحمد بن المنذر، والأعمش البلخيون، قالوا: حدثنا إبراهيم بن يوسف، قال: دفع إلىَّ أبو يحيى الحمانى كتاب أبى حنيفة إلى البتى فى شأن الإيمان. أما بعد: فإنى أوصيك بتقوى الله، وطاعته، وكفى بالله حسيباً وجازياً، بلغنى كتابك، وفهمت الذى ذكرت فيه من نصحتك، وحفظك لنا، وقد أظنه أنه إنما دعاك إلى الكتاب إلىَّ بما كتبت به حرصا على الخير، ونصيحة، وعلى ذلك موقعه عندنا. كتبت تذكر أنه بلغك: أنى من المرجئة، وإنى أقول: مؤمن ضال. وأن ذلك يشق عليك، ولعمرى! ما شىء باعد من الله عزَّ لأهله، ولا فيما أحدث الناس وابتدعوا أمر يهتدى به، وما الأمر إلا ما جاء به القرآن، ودعا إليه النبى، وكان عليه أصحابه حتى تفرق الناس. فأما ما سوى ذلك فمبتدع محدث. فافهم كتابى إليك. واعلم أنى لولا أنى رجوت أن ينفعك الله به لم أتكلف إليك الكتاب. فاحذر على نفسك. وما نتخوف أن يدخل الشيطان عليك - عصمنا الله وإياك بطاعته، ونسأله لنا ولك التوفيق برحمته-

كان الناس اهل شرك قبل أن يبعث الله تعالى محمداً صلى الله عليه وسلم. فبعث الله محمداً يدعوهم إلى الإسلام. فدعاهم إلى أن

يشهدوا أن لا إله إلا الله وأنه رسوله، وإلى الإقرار بما جاء من عند الله. فكان الداخل فى ذلك مؤمناً بريئاً من الشرك حراما دمه وماله، له حق المسلمين وحرمتهم. وكان التارك لذلك حين دعى إليه كافرا حلالا دمه، لا يقبل منه إلا الدخول فى الإسلام، أو القتل إلا ما ذكر الله تعالى فى أهل الكتاب من إعطاء الجزية. ثم نزلت الفرائض بعد ذلك على اهل التصديق فكان الأخذ بها عملا مع الإيمان. وذلك لقول الله تبارك وتعالى: الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ.... وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا. (الطلاق: 11) وأشباه ذلك فى القرآن. فلم يصر المضيع للعمل مضيعا للتصديق. ولا ينتقل عن أهل التصديق اسم الإيمان، وحرمته بتضييعهم العمل، وإن الناس إذا ضيعوا التصديق انتقلوا عن اسم الإيمان، وعن حرمته وحقه، ورجعوا إلى حالهم التى كانوا عليها من الشرك، ومما يعرف به اختلافهما أن الناس لا يختلفون فى التصديق ولا يتفاضلون فيه. وقد يختلفون فى الأعمال، ويختلف فرائضهم. فدين أهل السماء ودين الرسل واحد، وهم مختلفون فى الأعمال، لقول الله تبارك وتعالى:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ (الشورىٰ:13)

واعلم أن الهدى فى التصديق بالله ورسله ليس كالهدى فيما افترض من الأعمال، فمن أين يشكل ذلك عليك، وأنت تسميه مؤمنا وهو جاهل لما لم يعلم من الفرائض فهل بد من أن تسميه مؤمنا بتصديقه، كما سماه الله تعالى فى كتابه، وتسميه جاهلا لما لم يعلم من الفرائض، وإنما يتعلم ما جهل، فهل يكون الضلال عن معرفة

الله ومعرفة رسوله كالضلال عن معرفة ما يتعلمه الناس وهم مؤمنون. وقد قال الله تعالى فى تعليمه الفرائض:

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا (النساء: 176).

وقال: اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى (البقرة: 282)

وقال: فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ (الشعراء: 20)

هل يعنى إلا وأنا من الجاهلين. والحجج فى كتاب الله عز وجل تصدق ذلك، والسنة أبين وأوضح من أن يشكل على مثلك. أليس تقول: مؤمن ظالم، ومؤمن مذنب، ومؤمن جائر، ومؤمن مخطىء. فيكون فيما ظلم وأخطأ وعصى مهتديا مع هداه فى الإيمان. وقول بنى يعقوب لأبيهم: اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ۝ (يوسف: 95)

أتظنهم عنوا إنك لفى كفرك القديم. فتفهّم فى هذا وأتم بالقرآن.

واعلم أن لو كان الأمر كما كتبت به أن الناس كانوا أهل تصديق قبل الفرائض، فلما جاءت الفرائض كان ينبغى لأهل التصديق أن يستحقوه بالعمل حين كلفوه، ولم يصب ما هم وما دينهم، وما اسمهم إذا لى يستحقوا بالأعمال حتى كلفوها مع التصديق، فإن زعمت أنهم مؤمنون ثم ترد عليهم أحكامهم، وحرمتهم كان ذلك صواباً لما كتبت، وإن زعمت أنهم كفار فقد ابتدعت الشىء، وخالفت النبى عليه السلام والقرآن، وقلت بقول من تعنّت من اهل البدع. وإن زعمت أنه ليس بمؤمن ولا كافر، فأعظم بهذا القول بدعة وخلافاً للنبى عليه السلام وقد سُمى عمر وعلى أميرى المؤمنين أمير المطيعين فى الفرائض كلهم يعنون، وقد سمى على أهل حربه من أهل الشام مؤمنين فى كتاب القضيّة وهو يقاتلهم، فكانوا مؤمنين مهتدين وهو يقاتلهم، وقد اقتتل أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم

فلم تكن الفئتان عندنا جميعاً مهتديتين، فما اسم الباغية عندك؟.
فوالله! ما أعلم من ذنوب أهل القبلة ذنباً أعظم من القتل، ثم دماء
أصحاب محمد بخاصة فما اسم الفريقين؟ وليسا بمهتدين جميعا، فإن
زعمت أنهما ضالان جميعا، فقد ابتدعت، وإن زعمت أن إحداهما
مهتدية فما الأخرى؟ فإن قلت: الله أعلم أصبت فتفهم فى الذى
كتبت به إليك. واعلم أنى أقول: إن اهل القبلة جميعاً مؤمنون
لست أخرجهم من الإيمان بتضييع شيء من الفرائض، فمن أطاع الله
فى الفرائض كلها مع الإيمان كان من أهل الجنة عندنا، ومن ترك
الإيمان والعمل كان كافراً من أهل النار. ومن أصاب الإيمان وضيع
شيئاً من الفرائض كان مؤمنا مذنبا، وكانت لله فيه المشيئة إن شاء
عذبه وإن شاء غفر له، فإن غفر له فذنب يغفر له، وإن عذبه على
تضييعه فعلى ذنب يعذبه. هذا قولى فيما مضى من اختلاف أصحاب
محمد صلى الله عليه وسلم ورضى عنهم وما كان بينهم والله أعلم.
ولا أظن إلا أن هذا رأيك ورأى أهل السنة فى أهل القبلة، لأن هذا أمر
أصحاب محمد صلى الله عليه وسلم ورضى عنهم. وأهل الفقه زعم
أخوك عطاء بن أبي رباح ونحن نصف له أن هذا أمر أصحاب محمد وأنه
فارقهم على هذا، وزعم سالم أن سعيد بن جبير قال: هذا أمر
أصحاب محمد، وزعم نافع أن هذا أمر عبد الله بن عمر، وزعم عبد
الكريم، عن طاؤس، عن ابن عباس، أن هذا أمره، مع ما بلغك عن على
حين كتب كتاب القضية أنه سمى الطائفتين مؤمنين، وزعم ذلك
عمر بن عبد العزيز لمن لقيه من إخوانك. ثم قال: ضعوا لى فى هذا
كتابا، ثم أنشأ يعلم ولده ويأمرهم بتعليمه، فعلمه جلساءك رحمك
الله فإنه بمكان من المسلمين، وأنه أفضل ما علّمته وتعلموا كيف

تعلموا الناس السنة ينبغى أن تعرف من أهلها الذى ينبغى لهم أن
يتعلموها، وأما ما ذكرت من اسم المرجئة فما ذنب قوم أن تكلموا
بعدل، فسماهم أهل الشنآن والبدع بهذا الاسم ولكن هم أهل الحق،
وأهل العدل، وأهل السنة، ولعمرى ما يهجّن عدلا لو دعوت الناس
فوافقوك عليه أن تسميهم أهل الشنآن البتة، ولو فعلوا ذلك كان
هذا الاسم بدعة، فلم يهجّن ذلك ما أخذت به من العدل، ولا ما
وافقوك عليه، واعلم أن لولا كراهية التطويل وأن يكثر التفسير
لشرحت لك الأمور، ولكن أجبتك بما كتبت به إلى، فإن أشكل
عليك شيء أو أدخل عليك أهل البدع شيا فأعلمنى أجبك فيه إن
شاء الله. ثم لا آلوك ونفسى خيراً - والله المستعان - لا تدع الكتاب
إلينا بخيرك وخير إخوانك قبلك وحاجة إن بدت لك فإنى أحب
حفظك وصلتك وأنت أهل ذلك منا ومن عامة إخوانك. رزقنا الله
وإياك حياة طيبة ومنقلبا كريما والسلام عليك ورحمة الله.
وكتب أبو حنيفة رحمه الله يوم الأربعاء غرة رجب، سنة أربع
وأربعين ومائة. وصلى الله على محمد وآله وسلم تسليما كثيراً. نفعنا
الله وإياك، ولا حول ولا قوة إلا بالله العظيم.
وقد روى عن سهل بن مزاحم المروزى، عن عبد العزيز بن سليم
رسول أبي حنيفة إلى عثمان البتي، والعباس بن سالم الطائى، ويحيى بن
نصر بن حاجب القرشى، عن أبي مقاتل السمرقندى، وعن رجل لم
يسم.

(الموسوعة الحديثية لمرويات الامام ابى حنيفة، ج4 ص80 تا 86 رقم 128؛ كشف الآثار للحارثی رقم 1672)

3 عربی متن کی تیسری سند

حدثنا محمد بن نصر بن سليمان بن يزيد ال هحروى، ومحمد بن على بن الحسن الترمذى، قالا: حدثنا أحمد بن مصعب، قال: حدثنا عمر ابن إبراهيم، قال: حدثنا العباس بن سالم الطائى اليمانى، قال: حضرت أبا حنيفة النعمان بن ثابت حين كتب إلى عثمان البتّى جواب كتابه:

أما بعد! فإنى أحمد الله إليك الذى لا إله إلا هو، وأسأله الصلاة على نبيه وصفيه وخيرته من خلقه محمد صلى الله عليه أفضل صلاة وأزكاها، وأوصيك ونفسى بتقوى الله، وكفى به حسيباً وجازياً. جاءنى كتابك، وفهمت الذى ذكرت فيه وظننا أنه إنما دعاك الكتاب إلىّ حرصاً منك على الخير ونصيحة كتبت - يرحمك الله - تذكر أنى من المرجئة، وأنى أقول مؤمن تقى ومؤمن عاص ومؤمن ضال، وإنك أنكرت هذا القول منى. ولعمرى ما شيء تباعد من الله عزّ فيه لأهله ولا فيما أحدث الناس وابتدعوا خير، وما الأمر إلا الأمر الأول، وهو مما نزل به القرآن، وجاء به محمد صلى الله عليه وسلم، ودعا إليه، وكان عليه أصحابه من الألفة والنصيحة والتراحم والجماعة حتى قتل عثمان وتفرق الناس، فنحن على تلك الألفة والنصيحة للأمة والجماعة، فنحن معهم عند اجتماعهم واتفاق كلمتهم، ووقفنا حيث تفرقوا، وترحمنا على أهل الإيمان جميعاً، وتوليناهم وورثناهم وناكحناهم، ورجونا لهم بالإيمان والأعمال الحسنة، وخفنا عليهم بذنوبهم، والأمر على ما كان عليه محمد ﷺ وأصحابه. فأما ما سوى ذلك فبدعة ومحدث. فافهم - يرحمك الله - كتابى، واعلم أنى لو لم أرجو أن ينفعك الله، وينفع الناس بك لموضعك فى الإسلام ومكانك منه لم أتكلف الكتاب إليك، فاحذر رأيك على نفسك والخوف أن يدخل الشيطان

عليك أو يستميلك الرجال باجتهاد العمل وتبيين الورع إلى الأهواء المضلة. وفقنا الله وإياك لما يحب ويرضى، وعصمنا وإياك مما يسخط.

إن الناس - رحمك الله - كانوا أهل شرك قبل أن يبعث الله محمداً صلى الله عليه وسلم، فبعثه الله إلى الناس كافة يدعوهم إلى الإيمان به. فدعاهم إلى أن يشهدوا أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأن محمداً عبده ورسوله، وإلى الإقرار به والتصديق بما جاء من عند الله، فكان الداخل فى ذلك مؤمناً، حراماً دمه وماله، له حق المسلمين وحرمتهم، وكان التارك لذلك حين دعى إليه كافراً بريئاً من الإيمان، حلالاً دمه وماله لا يقبل منه إلا الدخول فى الإيمان أو القتل إلا ما ذكر من أهل الكتاب بإعطائهم الجزية. ثم نزلت الفرائض على رسول الله ﷺ بعد التصديق فكان الأخذ بها عملاً مع الإيمان. وذلك قول الله عز وجل:

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ.... وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا. (الطلاق: 11). فى أشباه ذلك من القرآن، فلم يكن المضيع للعمل مضيعاً للتصديق. وقد أصاب التصديق باسم الإيمان، فلو أن الناس تركوا التصديق بالإيمان كفروا، وانتقلوا عن اسم الإيمان وحرمته، ورجعوا إلى حالهم التى كانوا عليها من الشرك، ومما يبيّن لك الاختلاف بين الإيمان والعمل أن الناس لا يختلفون فى الايمان والتصديق، ولا يتفاضلون فيه. وقد يتفاضلون فى العمل. فتختلف فرائضهم وأعمالهم. فدين أهل السماء ودين أهل الأرض ودين الرسل ودين الأولين والآخرين فى الإيمان والتصديق واحد، وهم مختلفون فى الشرائع والأعمال. قال الله تعالى:

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا

بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ (الشوریٰ: 3 1).وأقام الدين فى الأولين والآخرين والتصديق والإقرار.

واعلم أن الهدى فى التصديق بالله ورسوله ليس كالهدى فيما افترض الله من الأعمال، فمن أين يشتبه ذلك أو يشكل عليك وأنت تسميه مؤمنا وهو جاهل بمالم يعلم من الفرائض، وهل بدّ من أن تسميه مؤمنا بتصديقه كما سمى الله فى كتابه، وأن تسميه جاهلا بما لم يعلم، وأنه إنما يتعلم بما جهل، فهل تكون الضلالة والجهالة عن معرفة الله ومعرفة رسوله، وترك الإقرار، والجهل به كالضلالة عن معرفة ما يعرفه الناس مما افترض الله عليهم وهم مؤمنون. وقد قال الله عز وجل فى بعض تعليم ما افترض:

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ (النساء: 176).

وقال: اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ (البقرة: 282)

وقال موسىٰ عليه السلام: فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ○ (الشعراء: 20)

فهل يعنى إلا وأنا من الجاهلين، ليس يعنى وأنا من المشركين بالضلالة عن معرفة الله، والإقرار به. والحجج فى كتاب الله تعالى بتصديق ذلك أكثر من أن يشكل على مثلك. والسنة من رسول الله صلى الله عليه وسلم واجتماع أصحابه قبل الفرقة أبين وأوضح من أن يذهب على مثلك، أو ليس تقول: مؤمن ظالم ومؤمن مذنب، ومؤمن عاص ومؤمن جائر ومؤمن مخطىء. فهل يكون فيما ظلم وعصى أو أخطأ أو أذنب أو جار مهتد بهداية الايمان، ام ضال عن الذى اخطا فيه او جهل حتى يبلغ به الشرك، ويسقط عنه اسم الإيمان. وقول بنى يعقوب لأبيهم: اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ○ (يوسف: 95). أتظن أنهم عنوا:

أنك لفى كفرك القديم. فتفهم - يرحمك الله - كتابى هذا وائتهم بالقرآن، وائتهم آراء الرجل ممن لم يفقه فى القرآن، ولم يعلم سنن رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا آثار أصحاب رسول الله رضوان الله عليهم، إذ الأمر جامعٌ وهم على الألفة والتراحم.

واعلم - يرحمك الله - أنه لو كان يكفر أحد من هذه الأمة بذنب صغير و كبير لكان ينبغى لأهل التصديق أن لا يستحقوا التصديق إلا بتمام جميع الأعمال الزاكية، ولا يكون مستحقاً للإيمان والتصديق حتى لا يذنب ذنباً، ولا يعلم أنه سلم من الذنوب الرسل فمن دونهم. فإن زعمت أنهم مؤمنون فأجريت عليهم أهل التوحيد، ولهم حرمة المسلمين صدقت وكان تركاً لما كتبت به، وإن زعمت أنهم كفار بذنوبهم ابتدعت وخالفت النبى صلى الله عليه وسلم والقرآن. وقلت بقول أهل البدع، وإن زعمت أنهم ليسوا بمؤمنين ولا كفار فأعظم بهذا القول بدعة، وخلاف النبى عليه السلام وأصحابه، لانه ليس بين الإيمان والكفر منزلة، فإذا خرج من الكفر دخل فى الإيمان، ومن خرج من الإيمان دخل فى الكفر. والقرآن ينطق بذلك مع سنة رسول الله عليه السلام، وإجماع أصحابه رضوان الله عليهم، فإن ذكرت المنافقين فهم قوم أظهروا الإيمان وأبطنوا الشرك فهم كفار، ولو كان الإيمان العمل لكان المنافقون مؤمنين، لأنهم كانوا يعملون، ويظهرون الإيمان والإقرار، ولم يكونوا يصدقون بذلك فى قلوبهم. فسماهم الله عز وجل كفارا. وقال:

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ○ (المنافقون: 1)

لأنهم لم يصدقوا بقلوبهم، ومن أين تسمى عمر وعثمان أميرى

المؤمنين، أترى أنهما عنيا أميرى المطيعين فى الفرائض كلها والأعمال. وقد اقتتل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم تكن الفئتان مهتديتين جميعاً، فما اسم الباغية عندك منهما، فوالله! ما أعلم من ذنوب أهل القبلة شيئاً أعظم من القتل، ولا سيما أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فما اسم الفئتين وليستا بمهتديتين جميعاً؟ فإن زعمت أنهما ضالتان جميعاً ابتدعت [وإن زعمت] أنهما مهتديتان جميعاً ابتدعت، وإن قلت: الله أعلم بهما ووقفت عند الفرقة وجعلت إلى الله علم ما غاب أصبت.

فتفهم - رحمك الله - كتابي هذا، واعلم أني أقول اهل القبلة مؤمنون بإقرارهم بألسنتهم وتصديقهم بقلوبهم، ولست أخرج أحدا منهم من الإيمان بتضييع شيء من الفرائض من غير جحد ولا إباء، فمن آمن وأطاع الله عز وجل فى الفرائض كلها كان من اهل الجنة، ومن شك فى الإيمان وعمل بالفرائض كان من أهل النار، ومن ضيع الإيمان والعمل كان من أهل النار، ومن أصاب الإيمان الإقرار والتصديق بالقلب والقول وضيع شيئاً من الفرائض بلا جحد ولا إباء كان مؤمناً مذنباً، وكانت لله فيه المشيئة، إن شاء عذبه، وإن شاء غفر له. فإن يعف فهو أهل العفو، وإن يعذب فعلى ذنبه و كسبه. وأما القول فيمن مضى من أصحاب رسول الله وفيما كان بينهم والله أعلم غير أنى أتولاهم جميعاً بولاية الإيمان وأترحم عليهم، ولا أتكلف علم ما حجبه الله عنى ولم يأمرنى بالبحث منه والنظر فيه، ورضى لى بما أنزل فى كتابه، فلا يجوز لنا أن نتعدى القرآن، ولا أن نقول بخلافه. قال الله تعالى:

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ

سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○(الحشر:10)

ولا نكفر أحداً من أهل القبلة، ولا نشك فى إيمانهم، وبهذا نزل القرآن، وجرت السنة والفقه. زعم أخوك عطاء بن أبى رباح، ونحن نصف له هذا، فارقهم وعليه ماتوا، وزعم سالم الأفطس عن سعيد بن جبير: أن هذا امر أصحات رسول الله ﷺ، وزعم نافع عن ابن عمر رضى الله عنهما أن هذا كان أمرهم ودينهم.

وزعم عبد الكريم بن أبى المخارق، عن طاووس، عن ابن عباس رضى الله عنهما، وحماد، عن إبراهيم رحمة الله عليهم أن هذا كان أمرهم ورأيهم مع ما بلغك عن على بن أبى طالب، حتى كتب كتاب القضية فسمى الفئتين جميعا مؤمنين، وبلغنى عن عمر بن عبد العزيز أنه لقيه من لقيه من إخوانه حتى استحلف فقال لهم: "صفوا لى هذا الأمر". فوصفوه له. فانشا ولده، وكتب إلى اهل الامصار، وامر بتعليمه فعلمه - رحمك الله - جلساءك وادعهم إليه وحضهم فإنك بمكان من المسلمين، وأنه أفضل ما تعلموا وعلمتهم، فإنك فى ذلك أكثر أجراً من الصائم القائم المجاهد فى سبيل الله، وخص بهذه النصيحة من هو أهلها.

وأما قولك فى اسم المرجئة فما ذنب قوم دعوا إلى كتاب الله وسنة نبيه ورجوا لأهل الإيمان وخافوا عليهم ولم يقسموا بخلاف الإيمان فسماهم أهل الشنآن والبدع بهذا الاسم. ونحن برآء من كل اسم خلاف الإسلام والإيمان، وما ذنبك - يرحمك الله - إن لبست ثوباً يوارى عورتك وتؤدى فيه الفرائض وتتوقى به الحر والبرد فسميت به ونسبت إليه. وسماك سفهاء من أهل الخلاف والعصيان لله فيما

نهاهم من الغيبة والألقاب، وإن أشكل عليك - يرحمك الله - شيء مما كتبت به إليك أو أدخل عليك أهل البدع والتاركون لكتاب الله وسنة نبيه فأعلمني أجيبك عن ذلك وأشرحه لك بتفسير أكثر مما كتبت به إليك، فإني كرهت التطويل عليك، ورجوت أن تجتزئ بدون ما كتبت إليك لإحسان الله إليك إذ صرت لدينه متفقداً وعليه محباً ومبغضاً والسلام.

فقال عمر بن إبراهيم: وأخبرني عثمان بن مقسم الكندي، قال: شهدت عثمان البتي حيث أتاه كتاب النعمان فقرأه علينا، فقال: إن كان هذا الإرجاء فأنا مرجئ منذ ستين سنة ولا أعلم.

(الموسوعة الحديثية لمرويات الامام ابي حنيفة، ج4 ص87 تا95 رقم 131۔ جمعه واعده وعلق عليه: العلامة المحقق الشيخ لطيف الرحمن البهرائجي القاسمي۔ الناشر: دار الكتب العلمية۔ الطبعة: الأولى 1442ه- 2021م۔ عدد المجلدات: 20۔ عدد الصفحات: 7816؛ کشف الآثار للحارثی رقم 2216)

4 تمہید

حضرت عثمان بن مسلم البتی رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر بصرہ کے فقیہ تھے، 143 ہجری میں فوت ہوئے۔ وہ ثقہ امام تھے، ان کے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان مراسلت ہوئی تھی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ ارجاء کے متعلق اپنا مشہور رسالہ ان کی طرف لکھا تھا۔ یہ رسالہ دو صدیاں پہلے آستانہ کے مقام پر ابومطیع بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب العلم والمتعلم اور فقۂ اکبر کے مجموعے کے ساتھ طبع ہوا۔ اس کے بعد علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبردست تحقیق اور نفیس تعلیقات کے ساتھ دوبارہ طبع کرایا۔

علامہ، مورخ، محدث ناقد شیخ محمود حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ نے معجم المصنفین میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے احوال کے ساتھ اس رسالہ کو محمدیہ لائبریری ساحل بمبئی کے مخطوطہ سے کامل و تمام

نقل کر دیا ہے۔ اس مخطوطہ کے نسخہ کی تاریخ 18 رمضان 1088 ہجری ہے۔ اس کے شروع میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تک رسالہ کی سند مرقوم ہے جیسا کہ دار الکتب مصریہ کے مطبوعہ نسخہ میں علامہ کوثری رحمۃ اللہ علیہ نے طبع کرا کے اس کا اثبات کیا ہے۔

صاحبِ فقہ واصول امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی سنہ 482 ہجری نے کتاب: "اصول الفقہ" میں اس رسالہ کی طرف اشارہ کیا ہے، اور امام ابو العباس ناطفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی 446 ہجری نے کتاب "الاجناس" میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کو علامہ مہدانی رحمۃ اللہ علیہ نے "خزانۃ الاکمل" کے اواخر میں مکمل نقل کیا ہے، اور اس کا افادہ علامہ بیاضی رحمۃ اللہ علیہ نے "اشارات المرام من عبارات الامام" (یعنی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) میں کیا۔ اس رسالہ کا ذکر علامہ ابوالمظفر الاسفرائینی رحمۃ اللہ علیہ متوفی سنہ 471 ہجری نے اپنی کتاب "التبصیر فی اصول الدین" میں بھی کیا ہے، اور شیخ المشائخ عبد الفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے طبع کرایا اور اپنے شیخ الکوثری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیقات کو اس پر برقرار رکھا۔ مذکورہ بالا تمام معلومات شیخ ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمہ سے نقل کی گئی ہیں۔

یہ امام عثمان البتی رحمۃ اللہ علیہ بڑے مجتہدین سے تعلق رکھتے تھے لیکن ان کے مذاہب ناپید ہو گئے۔ امام بتی رحمۃ اللہ علیہ کے فقہ میں تفرادت ہیں جن کو امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے "اختلاف العلماء" میں، جصاص رحمۃ اللہ علیہ نے "مختصر الطحاوی" میں اور ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے "اشراف" میں ذکر کیا لیکن ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "اختلاف الفقہاء" میں اس کو نظر انداز کیا۔

امام عثمان البتی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ کی تحریر پیشِ خدمت ہے۔ یہ اس نسخہ سے منقول ہے جسے ہمارے شیخ المشائخ ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ نے شائع کروایا۔

5 مکتوب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بنام عثمان البتی رحمۃ اللہ علیہ کی سند

الحمد لله رب العالمين والصلاة والسلام على سيدنا محمد وآله وصحبه اجمعين

امام حسام الدین حسن ابن علی بن حجاج سغناقی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ الدین محمد بن محمد نصر بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی، انہوں نے شمس الائمہ محمد بن عبد الستار کردری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی، انہوں نے برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی، انہوں نے ضیاء الدین محمد بن حسنہ بن ناصر برسوخی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی، انہوں نے علاؤالدین ابوبکر محمد بن احمد سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی، انہوں نے ابوالمعین میمون بن محمد مکحولی نسفی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے ابوزکریا یحییٰ بن مطرف بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی، انہوں نے ابوصالح محمد بن حسین سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی، انہوں نے ابوسعید محمد بن ابی بکر بستی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی، انہوں نے ابوالحسن علی بن احمد فارسی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی، انہوں نے فقیہ نصیر بن یحییٰ سے روایت کی، انہوں نے ابوعبداللہ محمد بن سماعہ تمیمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی، انہوں نے امام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی، انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی، کہ آپ (امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا:

6 امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے عثمان البتی رحمۃ اللہ علیہ کے نام

سلام علیک! آپ پر سلام ہو۔

میں اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتا ہوں جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس کے بعد میں آپ کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کرنے کی تاکید کرتا ہوں، اللہ کافی ہے (اعمال کا) حساب لینے میں اور (ان کی) خبر دینے میں مجھے آپ کا (محبت) نامہ ملا، اور ہمارے لیے آپ کی خیر خواہی اور یاد فرمائی کا علم ہوا۔ آپ نے لکھا کہ اس تحریر کا داعیہ اور مقصد آپ کے نیک جذبات اور خیر خواہی کی شدید خواہش ہے۔ بخدا! یہی کیفیت ہمارے ہاں بھی ہے۔ آپ نے ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ آپ تک یہ بات پہنچی ہے کہ میں مرجیہ فرقے سے تعلق رکھتا ہوں، اور یہ کہ میں کہتا ہوں: "مومن گمراہ ہے" اور یہ بات آپ پر گراں گزری ہے۔ مجھے اپنی زندگانی کی قسم! کسی عذر

کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دور کرنے والی کسی چیز میں کچھ عذر نہیں، اور نہ ہی لوگوں کی پیدا کردہ باتوں اور سانی کردہ اور بدعتوں میں کوئی ایسی چیز ہے، جس سے ہدایت لی جا سکے، اور نہ ایسا حکم ہے سوائے اس کے جو قرآن لایا، اور جس کی طرف محمد رسول اللہ ﷺ نے دعوت دی، اور جس پر صحابہ کرام علیہم الرضوان کاربند ہوئے یہاں تک کہ لوگوں میں گروہ بندی پیدا ہوئی۔

اس امرِ دین کے سوا جو کچھ ہے، وہ بدعت اور نو پید چیز ہے۔ پس میرے اس خط کو غور سے سمجھ لیجئے اور ذہن میں رکھ لیجئے کہ اگر اس تحریر سے آپ کو فائدہ حاصل ہونے کی امید نہ ہوتی، تو میں آپ کی طرف لکھنے کی زحمت نہ اٹھاتا۔ پس اپنی رائے کو اپنے اوپر مسلط کرنے سے احتیاط کیجئے، اور شیطان کی مداخلت سے ڈریئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو فرماں برداری کے صدقے شیطان کے شر سے محفوظ فرمائے۔ ہم اپنے لیے اور آپ کے لیے اس کی رحمت سے توفیق کی التجا کرتے ہیں۔

اس کے بعد آپ کو بتاتا ہوں کہ محمد رسول اللہ ﷺ بعثت سے پہلے لوگ مشرک تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ ﷺ کو دعوتِ اسلام دینے کے لیے مبعوث فرمایا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کو اس طرف بلایا کہ گواہی دیں: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے، اور محمد رسول اللہ ﷺ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں، اس کا اقرار کریں۔

جو شخص دائرۂ اسلام میں آجاتا ہے، وہ مومن بن جاتا ہے، اور شرک کی آلودگی سے پاک ہوجاتا ہے۔ اس کا مال، عزت اور جان حرمت والی ہوجاتی ہے، اور یہ مسلمانوں کا حق اور اس کی حرمت ہے، اور جو دعوتِ اسلام کے ان نظریات و معتقدات کو چھوڑ دیتا ہے، تو دائرۂ ایمان سے نکل جاتا ہے۔ اس کا مال اور خون مباح ہوجاتا ہے۔ اس سے کچھ قبول نہ کیا جائے گا سوائے اس کے کہ وہ دوبارہ اسلام میں داخل ہوجائے، یا اس کو (بصورتِ دیگر) قتل کردیا جائے۔ اس میں ایک اور استثناء بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے بارے ذکر فرمایا یعنی جزیہ کی ادائیگی۔ پھر ایمان و تصدیق کے بعد

اہلِ تصدیق پر فرائض نازل ہوئے۔ پس ان فرائض پر ایمان کے ساتھ عمل کرنا ضروری ہے۔

اس کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

آیت 1:۔ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ (البقرۃ:25)

ترجمہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے۔

ایک اور ارشاد ہے:

آیت 2:۔ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا۔ (التغابن:9)

ترجمہ اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور نیک کام کرے۔

اس طرح کے کافی ارشادات قرآنِ حکیم میں ہیں۔ پس عمل کو ضائع کرنے والا اصل تصدیق کو ضائع کرنے والا نہیں (یعنی عمل کی کوتاہی سے اصل ایمان رخصت نہیں ہوتا)، اور عمل کے بغیر بھی تصدیق کی حقیقت تک پہنچا۔

(اس کی دلیل یہ ہے کہ) اگر عمل کو ضائع کرنے والا تصدیق سے بھی محروم ہوجاتا، تو عمل کے ضیاع کے باعث ایمان کا نام اور اس کی حرمت سے نکل جاتا (حالانکہ ایسا نہیں)، جیسے لوگ تصدیق کو ضائع کردیتے، تو ایمان کے نام اور اس کی حرمت وحق سے محروم ہوجاتے، اور وہ اپنی پہلی حالت یعنی شرک کی طرف لوٹ جاتے۔

اس کسوٹی سے تصدیق اور عمل کا اختلاف معلوم ہوتا ہے کہ لوگ تصدیق اور اس میں تفاضل کا اختلاف نہیں کرتے، جہتِ عمل میں فضیلت قائم کرتے ہیں۔ اور ان کے فرائض میں اختلاف ہوتا ہے۔

آسمانی مخلوق کا دین اور رسولوں کا دین ایک ہی ہے۔ پس اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

آیت 3:۔ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ
(الشوریٰ:13)

ترجمہ اُس نے تمہارے لیے، دین کا وہی طریقہ مقرر کیا ہے، جس کا حکم اس نے نوح علیہ السلام کو

دیا تھا، اور جسے (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) اب تمہاری طرف، ہم نے وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے، اور جس کی ہدایت ہم ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو دے چکے ہیں، اس تاکید کے ساتھ کہ قائم کرو اس دین کو اور اس میں متفرق نہ ہوجاؤ۔

جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق میں ہدایت ایسی نہیں جیسی فرض اعمال میں ہدایت ہے۔ آپ کو یہ اشکال کیسے ہوا؟ آپ تصدیق باللہ ورسولہ کرنے والے کو مومن کا نام دیتے ہیں، حالانکہ وہ فرائض کا علم نہیں رکھتا، اور جاہل ہے۔ پھر ضروری ہے کہ آپ اس کو تصدیق کی بنا پر مؤمن کہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ نے اسے قرآنِ مجید میں مؤمن کے نام سے یاد فرمایا، اور فرائض کا علم نہ ہونے کے باعث اسے جاہل کا نام دیں، اور وہ اس چیز کو سیکھے جس کو نہیں جانتا۔ تو کیا وہ معرفتِ خدا اور معرفتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گمراہ قرار دیا جاسکتا ہے؟ یہ اس شخص کی طرح ہے جو اس چیز سے گمراہ ہے جسے لوگ سیکھتے ہیں، حالانکہ وہ مؤمن ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے اسے فرائض سکھانے کے متعلق فرمایا:

آیت 4:۔ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ (النساء:176)

ترجمہ اللہ تمہارے لیے احکام کی توضیح کرتا ہے تاکہ تم بھٹکتے نہ پھرو، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

آیت 5:۔ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ (البقرۃ:282)

ترجمہ (اگر دو مرد نہ ہوں، تو ایک مرد اور دو عورتیں ایسے گواہ جن کو پسند کرو) کہ کہیں ان میں ایک عورت بھولے، تو اس کو دوسری یاد دلادے۔

ایک اور ارشاد ہے:

آیت 6:۔ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّاۗلِّيْنَ ○ (الشعراء:20)

ترجمہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: ''اُس وقت وہ کام میں نے نادانستگی میں کردیا تھا''۔

یہاں ''ضلالت'' بمعنی بے خبری اور نادانی ہے۔ اس تصدیق پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حجت بہت صاف اور واضح ہے جو آپ جیسے صاحبِ علم وفقہ

کے لیے باعث اشکال نہیں۔ کیا آپ نہیں کہتے: "مومن ظالم، مومن مذنب، مومن مخطی، مومن عاصی اور مؤمن جائر"۔ کیا وہ ظلم وخطا کے ان افعال میں ایمان کی ہدایت کے باوجود ہدایت والا ہو گا؟ یا حق سے بہکا ہوا؟ حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادوں نے اپنے باپ سے کہا:

آیت 7:۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ○ (یوسف:95)

ترجمہ گھر کے لوگ بولے: ''خدا کی قسم! آپ علیہ السلام ابھی تک اپنے اسی پرانی شدید محبت میں پڑے ہوئے ہیں''۔

کیا آپ کا یہ گمان ہے کہ ان کی مراد یہ تھی کہ معاذ اللہ! آپ علیہ السلام تو اپنے پرانے کفر میں مبتلا ہیں؟ حاشا اللہ! آپ قرآن کے عالم ہو کر ایسا سمجھ رہے ہوں۔ جان لیجئے کہ اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا جیسا کہ آپ نے ہماری طرف لکھا کہ لوگ فرائض کے اترنے سے پہلے اہلِ تصدیق تھے، پھر فرائض آئے تو اہلِ تصدیق کو ایسا ہونا چاہیے تھا کہ جب وہ تصدیق کے مکلف ٹھہرائے گئے، تو تصدیق بالعمل کے نام کے مستحق ہوئے۔ آپ نے یہ کھول کر نہیں لکھا کہ فرائض سے پہلے وہ کسی نظریے پر تھے۔ ان کا دین کیا تھا، اور اس سے پہلے آپ کے نزدیک ان کا ٹھکانہ کیا تھا؟ جب وہ مکلف ہونے کے بعد عمل کے ساتھ اس نام کے مستحق ہوئے؟ اگر آپ کا خیال ہے کہ وہ مؤمن تھے، ان پر مسلمانوں کے احکام جاری ہوتے تھے، اور ان کی اہلِ ایمان والی حرمت تھی۔ آپ نے سچ کہا اور وہ صحیح ہے جیسا کہ میں نے آپ کی طرف لکھا اور اگر آپ سمجھتے ہیں کہ فرائض کے مامور ہونے سے پہلے وہ کافر تھے، تو آپ نے بدعت کا راستہ اختیار کیا، اور نبی کرم ﷺ اور قرآن کی مخالفت کی۔ اور اگر آپ مُتَعَنِّت اہلِ بدعت کے نظریئے کے قائل ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ تصدیق کرنے والا کافر نہیں، اور نہ ہی مؤمن ہے، تو جان لیجیے یہ قول بدعت ہے، اور نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کے خلاف ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو "امیر المومنین" کہا گیا، یا پھر"

امیر المطیعین فی الفرائض "؟ (یعنی فرائض میں اطاعت کرنے والوں کے امیر)۔ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے کتاب القضیہ میں شامی محاربین کو مؤمنین ہی کا نام دیا، یا ہدایت یافتہ ہونے کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو قتل کر رہے تھے؟ اصحاب رسول ﷺ کی آپس میں لڑائی ہوئی، جبکہ سب تو اس معاملہ میں راہِ صواب کے حامل نہ تھے۔ پھر آپ کے نزدیک باغی گروہ کا کیا نام ہے؟

اللہ کی قسم! میرے علم میں اہلِ قبلہ کے قتل سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں، اور خاص طور پر اصحاب محمد ﷺ کا خون کرنا، پھر آپ کے نزدیک ان دونوں فریقوں کا کیا نام ہے؟ حالانکہ فریقین صواب پر نہ تھے، (بلکہ ایک فریق خطائے اجتہادی پر تھا جیسا کہ اہل سنت کا مذہب ہے)۔

اگر آپ سمجھتے ہیں کہ دونوں گروہ راہِ راست پر تھے، تو آپ نے نیا راستہ اختیار کیا، اور اگر آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ دونوں بہک گئے تھے، تو یہ بھی ابتداع (بدعت و گمراہی) ہے، اور اگر کہتے ہیں کہ ایک مہتدی (ہدایت یافتہ) تھا، تو دوسرے کے متعلق کیا حکم ہے؟ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے تو آپ صحیح بات پر پہنچے، اور یہ وہی بات ہے جو میں نے آپ کی طرف تحریر کی۔

جان لیجیے کہ میرا عقیدہ ہے تمام (کلمہ گو) اہلِ قبلہ مؤمن ہیں، میں انہیں کسی فرض کے ضائع ہونے کے باعث دائرہ ایمان سے خارج نہیں کرتا، تو جس نے ایمان کے ساتھ فرائض میں اطاعتِ الٰہی کی، وہ ہمارے نزدیک جنتی ہے، اور جس نے ایمان وعمل ترک کیا، وہ جہنمی ہے، اور جو ایمان تک پہنچا، اور فرائض میں کچھ ضائع کیے، تو وہ گناہ گار مؤمن ہے۔ اس کا معاملہ مشیت ایزدی کے سپرد ہے، چاہے تو اسے عذاب دے اور چاہے تو اسے بخش دے۔ ہاں اگر کسی فرض کے ضائع کرنے پر سزا دے، تو گناہ پر عذاب دے گا، اور اگر بخش دے تو گناہ کی معافی دے گا (یعنی یہ معافی اس کے کرم کے مرہونِ منت ہے)۔ بے شک اصحاب رسول ﷺ کے درمیان بر بنائے اختلاف جو کچھ ہوا، اس کے متعلق میرا عقیدہ یہ ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے

(یعنی ہم کوئی فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں)۔ میرا غالب گمان یہی ہے کہ اہلِ قبلہ کے متعلق آپ کی رائے بھی ایسی ہے کیونکہ یہ اصحاب رسول ﷺ کا معاملہ ہے، اور حاملینِ سنتِ مصطفیٰ ﷺ اور فقہِ اسلام کا معاملہ ہے۔

یہ آپ کے دینی بھائی عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کا یقین ہے اور ہم انہیں وضاحت کرتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب کا معاملہ ہے۔

اور سالم (بن عجلان الافطس) رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی نظریہ ہے جو سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ یہ اصحابِ محمد ﷺ کا معاملہ ہے، اور آپ کے بھائی نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا نکتۂ نگاہ ہے۔ مراد یہ ہے کہ یہ تمام حضرات مرتکبِ کبیرہ سے ایمان کی نفی کا عقیدہ نہیں رکھتے، جیسا کہ عبدالکریم (بن مالک جزری: ثقہ ثبت عالم) رحمۃ اللہ علیہ از طاؤس رحمۃ اللہ علیہ از ابن عباس رضی اللہ عنہ کا نظریہ بھی یہی ہے۔

مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جب کتاب القضیہ تحریر فرمائی، تو اصحابِ رسول اللہ ﷺ کے دونوں متحارب گروہوں کو مؤمنین ہی کہا اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول تھا جیسا کہ آپ کے بھائیوں میں سے ان کے ساتھ ملاقات کرنے والوں نے روایت کی جیسا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے۔

پھر فرمایا: ”میرے لیے اس مسئلہ میں ایک کتاب تیار کرو۔ پھر اپنی اولاد کو اس کی تعلیم شروع کی، اور اس کی تعلیم کا حکم دیتے (اور فرماتے)، اپنے ہم نشینوں کو اس کی تعلیم دو مسلمانوں سے ان کا ایسا تعلق تھا۔

یہ بات ذہن نشین رکھیئے کہ جو علم آپ نے حاصل کیا اور جو لوگوں کو سکھاتے ہو۔ اس میں افضل علم سنت کا علم ہے۔ آپ کے لیے ضروری ہے کہ آپ ان لوگوں کی پہچان کریں جنہیں اس علم کی ضرورت ہے۔

بہر حال آپ نے جو مرجیہ نام کا ذکر کیا، تو ان لوگوں کا کچھ گناہ نہیں، جنہوں نے عدل و انصاف سے کلام کیا، اور اہلِ بدعت نے ان پر اس نام کو چسپاں کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اہلِ عدل اور اہلِ سنت ہیں۔ یہ تو ان کے دشمنوں نے انہیں نام دیا۔ بھلا عدل کو

کیا چیز عیب دار کر سکتی ہے؟ اگر آپ لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیں، تو وہ آپ سے اتفاق کریں گے کہ کینہ پرور لوگ ان کو مرجیہ کا نام دیتے ہیں۔ اگر ایسا کریں تو یہ نام بدعت ہوگا، تو میں نے اہلِ عدل سے جو کچھ حاصل کیا، اس کو عیب دار کیا جا سکتا ہے؟ اور اگر تحریر کی طوالت سے ناگواری نہ ہوتی، اور زیادہ تفسیر کرنے کی گنجائش ہوتی، تو ان تمام امور کو زیادہ کھول کر بیان کرتا جن کا تحریری جواب میں نے آپ کو دیا ہے۔

اس کے باوجود آپ کو اشکال ہو یا اہلِ بدعت کوئی الجھن ڈالیں، تو مجھے آگاہ کیجئے، میں ان شاء اللہ اس کا جواب دوں گا، اور آپ کی اور اپنی بھلائی میں کوتاہی نہ کروں گا، اور اللہ تعالیٰ سے ہی مدد کی التجاء ہے۔ مجھے اپنا سلام اور ضرورت لکھنا نہ بھولیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عزت کی واپسی اور پاکیزہ زندگی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے آپ کو سلامتی نصیب ہو۔ اس کی رحمت و برکات ہوں۔

تمت: اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل و کرم اور لطف و عنایت سے اس خدمت کو شرفِ قبولیت سے نوازے۔ اور باقی حصوں کی تکمیل کی خاص توفیق عطا فرمائے۔ اخلاص، قبولیت اور استقامت سے نوازے۔ مجھے، میرے والدین، بہن بھائیوں، گھر والوں، اساتذۂ کرام اور احباب و متعلقین کے لیے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین، ثم آمین۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ (البقرۃ:127)

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہم سے یہ خدمت قبول فرما لے، تو سب کی سننے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

اعجاز احمد اشرفی عفی عنہ

پیر، 25/ربیع الاوّل 1446ھ 30/ستمبر 2024ء